DUE DATE

Cl No. *Acc. No.*

Late Fine Ordinary books **25 Paise** per day. Text Book **Re. 1/-** per day Over Night book **Re. 1/-** per day

مولانا ظہور احمد صاحب بگوی مجددی ایڈیٹر ... کی زیر نگرانی شائع ہوتا ہے

... حزب الانصار بھیرہ و دار العلوم عزیزیہ کا ترجمان

ماہنامہ

شمس الاسلام



جلد ۱۷ | بھیرہ (پنجاب) جمادی الاول سنہ ۱۳۶۵ھ مطابق اپریل سنہ ۱۹۴۶ء | نمبر ۴

فہرست مضامین

(باہتمام غلام حسین ایڈیٹر پرنٹر پبلشر مینجر منوہر پریس سرگودھا سے چھپ کر بھیرہ پنجاب سے شائع ہوا)

مقالات

توحید و رسالت

(از جناب مولوی سید نذیر الحق صاحب میرٹھی)

اسلامی دعوت اور اسلامی تعلیمات و حقائق کا خلاصہ کلمہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ ہے۔ اس میں دو چیزیں ہیں۔ توحید اور رسالت انہی دو چیزوں کی حقیقت کو سمجھ لینا گویا اسلام کی حقیقت کو سمجھ لینا ہے۔ اسلام انسانوں سے صرف ان دو چیزوں کا محض زبانی اور رسمی اقرار ہی نہیں چاہتا بلکہ ان کی معرفت اور تصدیق قلبی بھی چاہتا ہے یعنی اسلام کلمہ گو مسلمانوں کی بھرتی نہیں چاہتا کہ لوگ کلمہ پڑھ پڑھ کر اسلام میں داخل ہوتے اور مردم شماری کے رجسٹر میں اپنے نام لکھاتے چلے جائیں۔ اور ذہنی و عملی طور پر جیسے تھے۔ صدیاں گذر جانے کے بعد بھی ویسے کے ویسے ہی رہیں۔ وہ اس کلمہ کے ذریعہ مسلمانوں کے دل و دماغ کو حریت و خودداری کے بلند و پاکیزہ جذبات و خیالات سے منور کرتا، ضمیر کو ضد، تعصب، جہالت، دنائت اور توہمات کی غلامی سے نجات دلا کر گرمیٔ فکر اور عظمتِ فکر عطا کرتا ہے۔ انسانوں کو فطرت کے مطابق زندگی بسر کرنا سکھاتا اور رہبانیت کی جڑ پر کلہاڑا چلاتا ہے۔ معبودانِ باطلہ کو پاش پاش کرتا ہے اور مسلمان سے کہتا ہے کہ اے مسلمان! خدا کی مرضی پر اپنی مرضی کو قربان کر کے کائنات پر چھا جا، نئی دنیا، نئی زمین، نیا آسمان نئی زندگی اور نیا نظام پیدا کر۔ اگر تو دیکھے کہ دنیا میں ائمہ کفر و ضلالت کی حکمت چل رہی ہے۔ اور معبودانِ باطلہ خدائی کر رہے ہیں تو دنیا کے موجودہ نظام کو درہم و برہم کر کے اسلامی نظام قائم کر۔

عہد حاضر کے مسلمان اور عقیدۂ توحید

ہندوستان کے نو کروڑ مسلمان لا الٰہ الا اللہ کے قائل تو ہیں اور اس کا سرسری سا مفہوم بھی جانتے ہیں۔ زبان سے کہتے ہیں کہ "اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں" مگر معبود کے صحیح اور پورے مفہوم سے ناآشنا ہیں۔ توحید کی اصلیت و حقیقت سے غافل ہیں۔ جو کچھ زبان سے کہتے ہیں اس پر عامل نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ وہ دنیا میں جہاں بھی ہیں غلام و محکوم، ذلیل و خوار، خائب و خاسر اور پامال روزگار ہیں۔

کلمۂ طیبہ جو علم و عمل، فکر و نظر، تقویٰ، طہارت، شرافت اور انسانیت ان میں پیدا کرنا چاہتا ہے اس سے بہت تک محروم ہیں۔ نو کروڑ فرزندانِ "توحید" کی زبانوں پر کلمہ ہے۔ مگر دل و دماغ خدا سے باغی اور غیر اللہ کے غلام ہیں، مادی طاقتوں سے لرزہ براندام ہیں۔ خدا کو چھوڑ کر دوسروں کو اپنا قاضی الحاجات اور حل المشکلات قرار دے رہے ہیں۔ مصائب و آلام میں مانتے خدا کو نہیں مگر پکارتے غیر اللہ کو ہیں۔ خدا کو مانتے

ضرور ہیں۔ مگر اس طرح نہیں جس طرح قرآن منواتا ہے۔ خدائی اوصاف و کمالات دوسروں میں بھی ثابت کرتے ہیں۔ اور اسی کو اپنا دین و ایمان سمجھتے ہیں

پس اگر مسلمان دنیا میں مسلمان کی حیثیت سے زندہ رہنا، اُبھرنا، ترقی کرنا اور اپنا کھویا ہوا مقام حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ تو اُن کو چاہیئے کہ توحید و رسالت کا صحیح مفہوم سمجھ کر اس کے مقتضیات کو پورا کریں۔ اور عملی طور پر اپنے آپ کو خدا کے حوالے کر دیں۔ جب تک وہ سچے مومن اور موحد نہیں بنیں گے ان کی یہی پست و ذلیل حالت قائم رہے گی جواب ہے۔ سنیئے اور بگوش ہوش سنیئے:-

لا الہ الا اللہ کے دو اجزاء

کلمہ لا الہ الا اللہ دو اجزاء سے مرکب ہے ایک نفی اور دوسرا اثبات۔ لا الہ نفی ہے۔ یعنی کوئی ہستی اس کائنات میں ایسی نہیں جس کے سامنے انسان سر تسلیم خم کرے، اس کو اپنا حاجت روا اور مشکل کشا اور اپنے نفع اور نقصان کا مالک سمجھے اور اس سے وہ تعلق قائم کرے جو خدا سے قائم کرنا چاہیئے۔ خدا جیسی محبت و تعظیم کسی کی نہیں کرنی چاہیئے۔ ایسی ہستی اگر کوئی ہے تو صرف اللہ ہے۔ یہ ہے الا اللہ کا مفہوم۔ یعنی مسلمانوں کے لیئے صرف ایک خدا کافی ہے اس کلمہ کے ان دونوں اجزاء پر ایمان لانا اور عملی طور پر نفی و اثبات کرنا ضروری ہے

لا الہ سے انسان کے اندر شان قاہری پیدا ہوتی ہے وہ سمجھتا ہے کہ جب اس دنیا میں اللہ کے سوا میرے نفع و نقصان کا مالک اور کوئی نہیں تو میں کیوں کسی کے سامنے جھکوں، کیوں کسی سے ڈروں اور کیوں کسی سے کچھ مانگوں۔ اس اعتقاد سے مومن پر سب سے پہلا فرض یہ عائد ہوتا ہے کہ وہ شرک نہ کرے۔ جب تک ایک مسلمان شرک کی حقیقت سے آگاہ ہو کر کلی طور سے اس سے اجتناب نہ کرے وہ مومن اور موحد نہیں ہو سکتا شرک نہ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کے سوا کسی اور کو رب تسلیم نہ کرے۔ لہٰذا رب کے مفہوم کا جاننا لازم آیا۔ اگر رب کا مفہوم نہ جانے گا۔ تو نہ معلوم کس کو اپنا رب بنا لے اور کلمہ پڑھ کر اپنے مسلمان ہونے کا دعویٰ بھی کرتا رہے۔

لا الہ کا مطالبہ و مقتضیٰ بھی یہی ہے کہ کلمہ گو مسلمان کسی کی خدائی نہ مانے، کسی کے آگے سر نیاز نہ جھکائے۔ صرف اسی کی عبادت کرے، اُسی سے استعانت چاہے۔ گویا کلمہ کا پہلا تقاضا یہ ہے کہ ہر چیز کی نفی کرے۔ اور الا اللہ کا مطلب یہ ہے کہ لوازمات الوہیت، معبودیت اور اطاعت کو اللہ کے لیئے خاص کر دے۔

نفی و اثبات کا مفہوم

مرد مسلمان " لا " کے ذریعہ اس بات کا اعلان کرتا ہے کہ دنیا میں اللہ کے سوا کوئی ہستی اس کائنات میں حکمران اور قانون ساز نہیں، قابل تسلیم نہیں، لائق اطاعت نہیں، اور مستحق عبادت نہیں۔ اس اعلان کے بعد مسلمان کا فرض ہے کہ وہ غیر الٰہی طاقتوں اور نظاموں اور ہستیوں سے باغی ہو جائے، خدا سے باغی اور سرکش انسانوں کی خدائی مٹائے، کفریہ اور شرکیہ عقائد و اعمال کی تخریب کرے، رسم و رواج کے بتوں کو پاش پاش کرے۔ نسل و نسب کے فخر و غرور سے اپنے دل و دماغ کو پاک

کرے، مفسد نظاموں کو توڑے اور غلط مذاہب و مسالک سے کنارہ کشی اختیار کرے۔

اسلامی زندگی کا پہلا قدم "لا" ہے۔ جب مسلمان لا کہتا ہے تو گویا اس نے راہ توحید میں پہلا قدم اٹھالیا اب اسے فراعنہ و نماردہ، سرمایہ داروں، غلط کار مذہبی پیشواؤں آبائی رسم و رواج، کفر و شرک، غیر اسلامی افکار و اعمال، مفسدانہ نظاموں اور خود اپنے نفس کی ناجائز خواہشوں کی تخریب کرنی ہے۔ جہاں اس جہاد میں اس کا قدم سست پڑا اور ایمان کمزور ہوا۔ ایمان کی قوت و توانائی اور پختگی و استقامت اسی میں ہے کہ غیر اللہ کی خدائی مٹانے اور معبودان باطلہ کا زور و قوت توڑنے میں انفرادی و اجتماعی دونوں حیثیتوں سے سرگرم عمل رہے۔ "لا" تمام غیر اسلامی قوتوں غیر اسلامی طریقوں، غیر اسلامی افکار و اعمال اور غیر اسلامی نظاموں کے لئے پیغام موت ہے۔ اسی تخریب میں انسانیت کا تحفظ و بقا، تعمیر و آبادی اور عروج و ارتقا ہے۔

یہ تخریب تعمیر کے لئے ہوتی ہے۔ یعنی مسلمان دنیا کے ظالمانہ و مفسدانہ نظاموں کی تخریب اس لئے کرتا ہے کہ وہ ان کی جگہ اسلام کا عادلانہ و مصلحانہ نظام قائم کرتا۔ اور انسانوں کو اللہ تعالیٰ کی عبدیت کے دائرے میں لانا چاہتا ہے۔ اگر وہ صرف تخریب پر ہی اکتفا کرے اور تعمیر نہ کرے۔ تو گویا اس نے کلمہ کا پورا مطلب پورا نہیں کیا۔ اور اپنے موحدانہ کام میں ناکام رہا۔ دنیا میں اس کا وجود و عدم برابر ہے۔ نہ اس کو اسلام سے کچھ حاصل اور نہ اسلام کو اس سے کچھ فائدہ۔

"الا" مسلمانوں کو سبق دیتا اور ابھارتا ہے کہ اٹھو اور دنیا میں خدا کی حکومت قائم کرو۔ اور اسی میں بنی نوع انسان کی فلاح و کامرانی اور امن و سکون ہے سب وحدت کلمہ پر جمع ہو جاؤ۔ اللہ کے سپاہی بن جاؤ۔ اللہ کی بندگی و اطاعت کا پٹا اپنے گلوں میں ڈال لو سب کے سب ایک اور نیک بن جاؤ۔ بھائی بھائی ہو جاؤ یک رخ و ہم آہنگ ہو جاؤ۔ اسلام کے نظام واحد میں منسلک ہو جاؤ۔ ہر قسم کی تفریق مٹادو۔ پھر سب مل کر دنیا میں اللہ کے دین کا بول بالا کرو۔ ادیان باطلہ کو مٹادو۔ کفر و شرک کی قوت و شوکت کو توڑ دو۔ اور اقوام عالم پر ابر رحمت بن کر چھا جاؤ۔

دنیا میں انسانوں کی خدائی کیوں چل رہی ہے؟

اس لئے کہ دنیا کے کلمہ پڑھنے والے مسلمان کلمہ کی مذکورہ بالا حقیقت سے بے خبر ہیں۔ "لا" کے جلال اور "الا" کے جمال سے محروم ہیں۔ دنیا میں منشائے الٰہی کے مطابق نہ تخریب کر رہے ہیں اور نہ تعمیر۔ تخریب و تعمیر کے اسلامی مفہوم سے ناآشنا ہیں۔ ان کے خواص اور عوام تک یہ نہیں جانتے کہ اسلام کی دعوت کیا ہے۔ جو کچھ جانتے ہیں۔ وہ یہ ہے کہ زبان سے توحید و رسالت کا اقرار کر لو۔ اور پھر شوق سے جس کی چاہو حکومت مانو۔ اور جس قانون کی چاہو پیروی کرو۔ بس صرف خدا و رسول پر اعتقاد رکھو۔ اعتقاد بھی محض رسمی اور سطحی۔ مثلاً یہ کہ اللہ عدد میں ایک ہے۔ اس کے سوا اور کوئی معبود نہیں۔ الہ کا ترجمہ ہے معبود۔ مگر عبادت اور معبود کا حقیقی مفہوم غائب۔

اس زمانہ کے مسلمان سمجھ ہی نہیں سکتے کہ فوق الفطری حاکمیت کے ساتھ ساتھ سیاسی و تمدنی حاکمیت بھی اللہ ہی کو حاصل ہے۔ وہ فوق الفطری حاکمیت تو اللہ کی ضرور مانتے ہیں مگر سیاسی و تمدنی طور پر اللہ کو اپنا حاکم نہیں مانتے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ دنیا بھر میں اللہ کو بھی مانتے ہیں۔

اور سیاسی و تمدنی حیثیت سے کفار و مشرکین کو بھی حاکم اور آقا مان بیٹھیں۔ یہ شرک مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری اور مولوی ابراہیم صاحب سیالکوٹی جیسے عیان توحید کی سمجھ میں بھی نہیں آسکتا۔ وہ پیر پرستی اور قبر پرستی کو شرک سمجھتے اور کہتے ہیں۔ مگر حکومت پرستی کا شرک ہونا ان کے فہم و ادراک سے بھی باہر ہے

ہر فرقہ کے علماء کا یہ فہم قرآن اور ارشاد صدیوں سے یہ چلا آ رہا ہے کہ "جو قیصر کا ہے وہ قیصر کو دو اور جو خدا کا حق ہے وہ خدا کو دو"۔ یعنی سیاست و تمدن میں بادشاہوں کے قانون کی پیروی کرو، حاکمانِ وقت کی اطاعت و وفاداری کے درس دو۔ اور ان کے احکام کی بلا چون و چرا اطاعت کرتے رہو۔ اور مذہبی امور یعنی عقائد، عبادات اور معاملات میں قرآن و حدیث کی تصریحات پر عمل کرو۔ یعنی مذہب الگ ہے اور سیاست جدا، مسجد، خانقاہ اور مدرسہ میں اللہ کی حکومت ہے۔ وہ بھی صرف نماز پڑھتے اور درس دیتے اور مراقبہ کرتے وقت اور مسجد و خانقاہ سے باہر انسانوں کی حکومت ہے۔ فرمایئے۔ جن لوگوں نے اسلام کی دعوت اور توحید کے مفہوم کو یوں غارت کر دیا ہو اور قوم بے دین سیاست کے پنجہ میں آ گئی ہو۔ ان کی توحید و رسالت اور کفر و ضلالت کا کیا بگاڑ سکتی ہے۔ اور ان سے دنیا کے بادشاہوں، ڈکٹیٹروں، باطل نظاموں، ملحدانہ تحریکوں اور بے دین لیڈروں کو خطرہ کیوں ہو۔

مسلمانوں کے عوام و خواص نے تو ٹھیکہ لے رکھا ہے کہ دنیا کی حکومتوں اور سلطنتوں کے لئے پُر امن اور اطاعت گذار رعایا فراہم کریں، اپنی مسجدوں، مدرسوں اور خانقاہوں میں کافرانہ نظاموں اور حکومتوں کی مشینری چلانے کے لئے ہر قسم کے پُرزے تیار کریں جو فوج، پولس، آبکاری، سودی کاروبار اور ہر قسم کے نظامِ تمدن میں بآسانی کھپ جائیں۔ اقتدار کسی کا ہو۔ اس کے ماتحت مسلمان دیندار اور بے دین سب کے سب پُر امن باشندوں کی حیثیت سے رہیں۔ اور اپنے دین و ایمان کو کفر کے تسلط میں محفوظ سمجھتے رہیں جب دنیا کے مسلمان یوں سیاسی و تمدنی اقتدار کفار و مشرکین کو سونپ دیں تو کیونکر دنیا میں انسانوں کی خدائی نہ چلے۔

دین و سیاست کی علیحدگی

اسلام نے مسلمانوں کو توحید و رسالت کا صحیح مفہوم اور دینِ حق و دینِ باطل کی تمیز دے کر امارت، علم اور ارشاد کو ایک جگہ جمع کر دیا تھا۔ اور دین سیاست کو الگ ہو گئی۔ ارباب حکومت نے سیاسی و تمدنی کاروبار کو سنبھالا۔ اور ارباب علم و ارشاد عقائد و عبادات، وعظ و تلقین، درس و تدریس اور تعلیم و تزکیہ کو لے کر مسجدوں، خانقاہوں اور مدرسوں میں آ بیٹھے۔ دین ایک تھا اور نصب العین سب کا ایک تھا۔ مگر اس تفریق و علیحدگی کا نتیجہ یہ ہوا کہ بادشاہ الگ، علماء جدا اور صوفیا علیحدہ۔ گویا اسلام کے نظام کے تین ٹکڑے ہو گئے۔ اس تثلیث نے توحید کو برباد کر دیا۔ بادشاہوں کو حکومت کے نشہ نے مدہوش کیا، علماء فلسفیانہ، منطقیانہ اور متکلمانہ الجھنوں میں پھنس گئے، اور صوفیا اپنے سینے صاف کرنے میں لگ گئے۔ اور اقامتِ دین کا مقصد تینوں نے بھلا دیا۔ ان تینوں محاذوں میں ایسے حق پرست

حکام، علمائے حق اور سچے مشائخ کرام ضرور موجود رہے جنہوں نے دین حق کو ہر زمانہ میں اور ہر جگہ قائم کرنا چاہا۔ گمراہوں کو مٹایا، طاغوتی طاقتوں سے ٹکرائے۔ اور علم اسلام کو سرنگوں نہیں ہونے دیا۔ مگر ان کی تعداد تھوڑی رہی۔ بگڑے ہوئے حکام، علمائے سُوء اور پیران ریاکار نے ان کی ایک نہ چلنے دی۔ اور عوام کو حق پرست پیشوایانِ دین سے متنفر کر کے ہمیشہ اپنے قبضہ و تصرف میں رکھا۔ آج بھی یہی حال ہے اور نہ معلوم کب تک رہے۔

جب مسلمانوں کا دین ان کی سیاست سے الگ ہوا تو بجائے اس کے کہ علماء و مشائخ ملوکیت کو کھینچ کر خلافت کی طرف لاتے۔ اقامت دین کا نصب العین نظروں سے اوجھل نہ ہونے دیتے۔ اور مصائب برداشت کرتے وہ سیاست ہی سے بیزار و متنفر ہو گئے۔ اہل تقویٰ تزکیہ کا کام لے کر گوشہ نشین ہو گئے۔ اور سیاست و تمدن کو دنیا پرست سلاطین اور لیڈروں کے قبضہ میں دے گئے دنیا دار علماء اور ریاکار مشائخ نے حکام کی ہاں میں ہاں ملانا شروع کر دیا۔ یہ اہل تقویٰ کا رہبانیت اختیار کرنا مسلمانوں پر قیامت ڈھا گیا۔ یعنی توحید و رسالت کا صحیح تصور اور انقلابی نظریہ غائب ہو گیا۔ اسی کا نتیجہ ہے کہ مسلمان فوق الفطری حاکمیت تو اللہ کی مان رہے ہیں۔ اور سیاسی و تمدنی حاکمیت کفار و مشرکین کی چل رہی ہے۔ اور وہ خوش ہیں کہ کفار کی حکومتوں میں ان کا دین و ایمان محفوظ ہے۔

مسلمانوں کی صحیح اسلامی زندگی سے محرومی

توحید و رسالت کے مقر مسلمان اس حقیقت سے ناآشنا ہو گئے ہیں کہ اسلام ایک نظام زندگی ہے جس میں عقائد، اخلاق اور عبادات کے ساتھ انفرادی و اجتماعی زندگی کے تمام فرائض و معاملات بھی داخل ہیں۔ اسلام اپنے پیروؤں کو اس پورے نظام کی پیروی کی طرف دعوت دیتا ہے اسلام کا دعویٰ ہے کہ یہی نظام حق ہے۔ اس میں مسلمانوں کی تنظیم و ترقی اور انسانوں کی فلاح و نجات ہے۔ اور اس کے سوا ہر نظام باطل ہے۔ یہ بتلا کر اسلام مسلمانوں سے توحید و رسالت کا اقرار لیتا اور ان کا مقصد حیات قرار دیتا ہے کہ وہ دنیا میں اسلامی نظام کے قیام کے لئے اٹھیں۔ اور دوسرے نظامات کو مٹائیں۔ اس کے بغیر ان کو اسلامی زندگی میسر نہیں آ سکتی۔ وہ اسلام کے نظام زندگی کی پیروی کسی دوسرے نظام زندگی کے ماتحت رہتے ہوئے نہیں کر سکتے۔ اگر ہم عملاً اقامتِ دین کی دعوت نہیں دیتے تو ہمارا کلمہ پڑھنا ایک سطحی بات ہے۔ خوب یاد رکھئے کہ اسلام ایک ایسا نظام زندگی ہے جس میں مسلمان اللہ تعالیٰ کا اقتدار اعلیٰ تسلیم کر کے اس کی اطاعت و فرماں برداری قبول کرتے ہیں۔ اس کے قوانین کے مطابق زندگی بسر کرنے کا عہد کرتے ہیں۔ اسلام میں طرز فکر و عمل اور طریق زندگی ہے۔ اس طریق زندگی کا عملی نمونہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوۂ حسنہ ہے۔ اسی لئے وہ توحید کے ساتھ رسالت کا اقرار بھی لیتا ہے۔ یعنی جو لوگ اللہ کے اقتدار اعلیٰ اور اس کی حاکمیت پر ایمان لا کر اس کی اطاعت و فرمانبرداری کرنا چاہیں تو اُن کو چاہیے کہ زندگی کے تمام معاملات و مسائل میں اسوۂ نبیؐ کو اختیار کریں۔ مشکوٰۃ نبوت کی روشنی میں چلیں۔ اور اتباع رسولؐ کو اپنی زندگی کا سب سے بڑا مقصد بنائیں۔

توحید کا مطلب

یہی یہ ہے کہ اقتدارِ مطلق اور حاکمیتِ اعلیٰ صرف خدا کا حق ہے۔ پس تمام صورتوں کے ساتھ اسی کی بندگی واطاعت کرنی چاہیئے۔ اللہ کے سوا جس کی اطاعت بھی ہو اللہ کی اطاعت کے تحت اس کی مقررہ حدود کے اندر ہو۔ اللہ کی اطاعت کے خلاف کسی کی اطاعت نہ کی جائے۔ لا الٰہ الا اللہ کا یہی مفہوم ہے۔ یہ کلمہ مالک وحاکم کو متعین کرتا ہے۔ اور مملوک و محکوم کو بھی اس کے اصلی مقام سے واقف وآگاہ کر دیتا ہے یہ کلمہ بتلاتا ہے کہ خدا کی شان اور اس کی توحید یہ ہے کہ اس کے سوا کوئی فرماں روا نہیں ہے اور انسان کا مقام عبدیت یعنی خدا کی عبادت وبندگی ہے۔ وہ خدا کا بندہ ہے۔ اُسے ہر حال میں اُسی کا بندہ بن کر رہنا چاہیئے۔ وہ خدا کے سوا کسی بنے یا بنائے ہوئے فرماں رواں کے سامنے نہیں جھک سکتا۔ خدا کی پہچان لازمی طور پر انسان کو اپنے مقام سے آگاہ کرتی ہے۔ جب انسان خدا سے اور اپنے آپ سے آگاہ ہو جائے تو پھر کائنات کی کوئی طاقت اسے اپنے سامنے نہیں جھکا سکتی۔ کلمہ طیبہ کا فہم واقرار انسان میں معرفتِ الٰہی اور خود آگاہی کا جوہر پیدا کرتا ہے اور اسی چیز کا فقدان خدا فراموشی اور خود فراموشی ہے اور آج دنیا کے انسانوں اور کافر و مومن سب کا یہی مرض ہے جس نے دنیا کو فساد و بگاڑ، ظلم وعدوان اور ضلالت وشقاوت سے بھر رکھا ہے

جب ہم یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ "اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں" تو اس کا مطلب صرف یہی نہیں ہوتا کہ اس کے سوا کوئی مسجود، معبود، حاجت روا، اور مشکلکشا نہیں۔ کوئی اس لائق نہیں ہے کہ اس سے دعا مانگی جائے، نفع ونقصان کی اُمید رکھی جائے۔ اور خدا جیسی محبت وعظمت کی جائے۔ یا اس کے آگے نذر و نیاز پیش کی جائے۔ بلکہ اس کے ساتھ اس کا یہ مطلب بھی ہوتا ہے کہ اس کے سوا کوئی مالک، بادشاہ اور حاکم نہیں۔ اس کے سوا کوئی نہیں جسے اقتدارِ اعلیٰ اور حاکمیتِ اعلیٰ حاصل ہو۔ جس کا حکم بے چون وچرا مانا جائے۔ اس کے سوا کوئی نہیں جس کے قانون کو قانون تسلیم کیا جائے۔ اس کے سوا کوئی نہیں جس کو انسان اپنے سے بالاتر سمجھے اور جس کے آگے ذلت، غلامی، نیازمندی اور محکومی اختیار کرے۔ اس کی ذات امر و نہی اور حکمت و دانائی کا منبع ہے۔ حقیقت وصداقت کا آخری ماخذ اسی کا حکم ہے۔ والدین کی اطاعت، اولی الامر اور اُستاد کی اطاعت، شوہر کی اطاعت، آقا کی اطاعت، اور علماء وصوفیا کی اطاعت وغیرہ یہ سب اطاعتیں اطاعتِ الٰہی کی شرط سے مشروط ہیں۔

یہ ہیں اللہ کو الٰہ واحد تسلیم کرنے کے لوازم۔ جو شخص ان میں سے کسی حیثیت سے بھی اللہ کو الٰہ واحد تسلیم نہیں کرتا۔ اس کی توحید ناقص ہے۔

شرک کی صورت صرف یہی نہیں کہ غیر کو سجدہ نہ کیا جائے۔ غیر اللہ سے دعائیں نہ مانگی جائیں۔ اور کسی کے سامنے نذر و نیاز نہ پیش کی جائے بلکہ شرک کی اور بھی بہت سی صورتیں ہیں۔ جس میں مسلمان مبتلا ہیں اور انہیں خبر تک نہیں کہ وہ شرک کے مرتکب ہیں مثلاً یہ کہ کسی کے وہم و گمان میں بھی نہیں کہ اللہ سے بے نیاز ہو کر کسی کی حکومت ماننا، کسی کے قانون کو ماننا، زندگی کے

معاملات و مسائل میں انسانوں کی ذاتی رائے کے مطابق فیصلہ کرانا اور اسلامی نظام کو چھوڑ کر دوسرے نظاموں کے ماتحت زندگی بسر کرنے پر قانع ہو جانا بھی شرک ہے۔

دینِ حق میں توحید کی اہمیت

نظامِ دین میں توحید کو وہ اہمیت حاصل ہے۔ جو نظامِ جسمانی میں دل کو حاصل ہے۔ سارے دین کی بنیاد تین چیزوں پر قائم ہے۔ توحید، رسالت اور معاد۔ یعنی اللہ پر ایمان لاؤ رسول پر ایمان لاؤ اور آخرت پر ایمان لاؤ۔ سارا قرآن انہی تین چیزوں کے مطالبہ سے بھرا پڑا ہے۔ رسالت اور معاد توحید ہی کے تحت ہے۔ وہ اس طرح کہ دینِ متین شارع اور قانون ساز صرف اللہ ہے۔ یہ توحید کے مقتضیات میں سے ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے احکام و قوانین بندوں کے پاس براہِ راست نہیں بھیجتا۔ بلکہ اپنے رسول کے ذریعہ سے بھیجتا ہے۔ اس لئے لا الٰہ الا اللہ کے ساتھ محمد رسول اللہ کا ماننا بھی ضروری ہوا۔ اور اس سے یہ حقیقت واضح ہوئی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول اور ہر شعبۂ زندگی میں واجب الاطاعت ماننا توحید کا جزو لاینفک ہے۔ محمد رسول اللہ کو ماننے بغیر توحید اور ایمان کا دعویٰ باطل اور مہمل ہے۔ جو شخص اللہ کو واحد کہتا ہے لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کی پیروی سے منحرف ہے۔ وہ قطعی طور پر کافر ہے۔ اسی طرح جو شخص خدا اور رسول میں صفات کے اعتبار سے کوئی فرق و امتیاز نہیں کرتا وہ مشرک ہے نیز اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے اور آخری رسول کو جو عظمت و رفعت دی ہے اس سے گرانا گمراہی اور بڑھانا بھی کفر ہے رہا معاد سو وہ خدا کی صفات کا لازمی اقتضاء ہے معاد کی ساری روح توحید ہے۔ یعنی خدا کے ماننے والوں کو اپنے اپنے ایمان اور اپنے اپنے اعمالِ صالحہ اور اللہ کے بتلائے ہوئے قانونِ نجات پر تکیہ و بھروسہ کرنا چاہیئے۔ نجات صرف اپنے عمل سے ہوتی ہے۔ کوئی شخص کسی دوسرے کی نیک کمائی میں شریک نہیں ہوسکتا۔

. . . .

. . . .

. . . .

. . . .

. . . .

. . . اس سے آپ سمجھ سکتے ہیں کہ نظامِ دین میں توحید کو کیا اہمیت حاصل ہے۔ اور توحید، رسالت اور معاد کیوں کر آپس میں مربوط و ملتفق ہیں؟ اور سنیئے!

تمام انبیاء علیہم السلام کی جدوجہد کا مقصود

تمام انبیاء علیہم السلام دنیا میں اسی لئے آئے تھے کہ مذکورہ بالا تمام جراثیمِ شرک کی جڑ کاٹ دیں۔ انسانوں کو طاغوت کی بندگی سے نجات دلا کر اللہ واحد کی عبادت و بندگی کرنا سکھائیں۔ اور توحیدِ خالص کو قائم کر دیں یعنی خدا کے بندوں کو دوسروں کی بندگی سے چھڑا کر خالص خدا کا بندہ بنا دیں۔ تاکہ انسان خدا ہی کو اپنا خالق، مالک اور بادشاہ ماننے لگیں۔ اسی کی اطاعت و بندگی کریں۔ اسی پر اعتماد و توکل کریں، اسی سے مدد کے طالب ہوں۔ اسی سے محبت کریں۔ اسی سے ڈریں اور اپنی ساری زندگی اسی کے حوالہ کر دیں۔

اس کی صفات میں کسی کو شریک نہ کریں۔ خدا کی برابر کسی کو نہ کریں۔ خدا جیسا تعلق کسی سے نہ رکھیں۔ خدا کو خدا بندہ کو بندہ سمجھیں۔ الوہیت اور عبدیت کو گڈمڈ نہ کریں کسی نبی کو ایک حیثیت سے خدا اور ایک حیثیت سے بندہ نہ بنائیں۔ اور کسی ولی کو خدائی کاروبار میں شریک و مشیر نہ ٹھہرائیں۔ اللہ کے نیک بندوں سے محبت و عقیدت ضرور رکھیں۔ مگر اس لئے کہ ان کے پاکیزہ کارہائے حیات سے ایمان و عمل صالح کی صحیح روح حاصل کریں۔ اس لئے کہ وہ خدا کی بجائے مشکل کاموں میں کام آتیں۔ اور ان کو پکڑ کر خدا کو چھوڑ دیا جائے۔

الغرض دین کا تمام نظام توحید سے روشن و مستحکم ہے۔ اگر توحید کا تصور بگڑ جائے۔ تو دین کا سارا نظام بگڑ جاتا ہے۔ توحید اسلام کے جسم کی روح اور دین کا بنیادی مرکز ہے۔ کاش مسلمانوں کے دل و دماغ میں توحید کا صحیح اور مکمل تصور پیوست و راسخ ہو۔ اور پھر سے مؤمن و مجاہد بن کر دنیا پر چھا جائیں۔ آج دنیائے انسانیت ان کی رہنمائی کی محتاج اور اسلام کے آب حیات کی پیاسی ہے۔ بس توحید و رسالت کی حقیقت سمجھنے اور اس پر عامل ہونے کی ضرورت ہے۔ اس کے بعد نہ صرف مسلمانوں کا بلکہ تمام انسانوں کا بیڑا پار ہے۔

خلاصۂ کلام

یہ کہ توحید سارے دین کو محیط ہے۔ اور اسلام نے توحید کو مرکز علوم و افکار بنا کر اور کتاب و سنت کو منبع بصیرت و ہدایت قرار دے کر دنیا میں اسلامی نظام کی بنیاد ڈالی ہے۔ اس کو قائم کرنا ہمارا دینی فرض اور پیدائشی حق ہے۔ مسلم کی حقیقی زندگی اسلامی نظام سے وابستہ ہے۔ بس ہم سب مسلمانوں کو چاہیئے کہ اپنے اندر سے دینی و سیاسی تفریق مٹا کر ایک ہو جائیں۔ سب بھائی بھائی بن جائیں۔ دنیا والوں کو اسلامی نظام کی طرف دعوت دیں۔ عزم و ہمت، مسلسل جد و جہد، پیہم عمل اور ہر طرح کی قربانی سے کام لیں۔ کاش میری یہ کمزور و حقیر آواز علمائے کرام اور مشائخ عظام تک بھی پہنچ سکے۔ اور وہ اپنے سارے وقت اور ساری قوتوں کے ساتھ تحریک اقامت دین کے لئے اٹھ کھڑے ہوں۔

تحریک اقامت دین کو کامیاب بنانے کا موزوں ترین وقت یہی ہے۔ اس لئے کہ انسان اپنے خود ساختہ نظاموں کا تجربہ کر کے تنگ آ چکے ہیں۔ ہر نظام نے دنیا میں ظلم اور فساد ہی پھیلایا۔ اب وہ آسانی سے سمجھ سکتے ہیں کہ دنیا میں ظلم و فساد کی جڑ انسان کی حکمرانی و قانون سازی ہے۔ اگر ہم نے اس وقت کو بھی ضائع کر دیا۔ تو شاید یہ ایک ایسی غلطی و غفلت ہو گی۔ جس کی تلافی ہم بعد میں بھی نہ کر سکیں۔

وما علینا الا البلاغ

معاونین خط و کتابت کرتے وقت چٹ نمبر کا حوالہ ضرور دیا کریں۔

(مینیجر)

فکاہات

تجاہل عارفانہ وعامیانہ

(ملا کہن چکر بقلم ود وات خود)

ہم اپنا تعارف تو کرا چکے ہیں۔ اور شانِ نزول بھی بتلا چکے ہیں۔ تو گویا اب ہم آپ کے نزدیک جانے پہچانے اور سمجھے اور سمجھائے ہوئے ہیں۔ اما بعد اب جو ہم کچھ کہنے بیٹھے تو حیران ہیں کہ کیا لکھیں اور کیوں لکھیں؟ اگر ہم آپ کی مذہبی حالت کو تختۂ مشق بنائیں اور آپ کی اخلاقی اور مذہبی حالت کا آئینہ آپ کے سامنے کریں تو آپ طیش میں آکر اُسے زمین پر دے ماریں گے اور عالم تصور میں ہمارا منہ نوچ لیں گے۔ اور اگر ہم آپ کی سیاسی حالت کو زیر بحث لاکر اس پر ماتم کریں تو پھر بھی آپ چیں بجبیں ہوں گے اس لئے کہ آپ میں سے کچھ مجاہد تو شریمتی کانگریس کے فریب حسن میں مبتلا ہیں۔ کچھ حضرات "بی مسلم لیگ" کے عشق میں سودائی ہیں۔ . . . . . "کچھ آزاد ہیں یعنی اسلام قوم وطن، اخلاق اور ذمہ داری سے آزاد، اور صرف اپنے مطلب کے پرستار۔ ان میں سے بھی کوئی وزارت کا شیدائی، کوئی عہدہ کا متمنی، کوئی عزت و وقار کا طلبگار، کوئی قومیت کا علمبردار اور کوئی وطن کا پرستار۔ اور اللہ کے یہ سب بندے اپنی اپنی جگہ اسلام کے ہمدرد، قوم کے عاشق، اور خادمانِ خلق ہیں سب کے سب مخلص ہیں۔ دیندار ہیں، با اخلاق ہیں، قائدانہ صلاحیتوں کے واحد مالک ہیں۔ ایثار و قربانی کا پیکر ہیں۔ اور ہندوستان میں نظامِ باطل سے قوت و اقتدار کی بھیک مانگ کر اللہ کی حکومت قائم کرنے اُٹھے ہیں۔

ایسی حالت میں کس کا دل گردہ ہے۔ جو ان میں سے کسی کو ٹوکے۔ کسی پر تنقید کرے۔ اور کسی کو اصلاح حال کی طرف توجہ دلائے۔ پس آپ کا مذہب اور آپ کی سیاست صاف ہمارے ہاتھ سے بچ کر نکل گئی اور آپ بجز بیت تمام ہماری تنقید و نکتہ چینی سے محفوظ ہو گئے۔ اور یہی سچی بات ہے۔ ہم برسوں سے مسلمانوں کی دل آزاری کر کر تھک چکے ہیں۔ ہم ہارے اور مسلمان جیتے۔ مسلمان اچھے بھلے مؤحد، عاشق رسول، دیندار متقی مجاہد اور جنت کے مالک ہیں۔ اس کے ثبوت میں ہم ان کے اخباروں، لیڈروں اور کانفرنسوں والے اخلاق دیوبندیت و بریلویت زدہ مولویوں بلکہ مولاناؤں تک کے وعظ فتوے، درس اور مضامین۔ پیروں کے اشغال و اعمال، مریدوں کی نیاز مندی و اطاعت کیش خانقاہوں کی رونق، عرسوں کے فیوض و برکات مسجدوں کی بے رونقی و ویرانی، شراب خانوں و قحبہ خانوں کی چہل پہل، عدالتوں کے مکر و فریب، سینماؤں کے بے پناہ ہجوم الغرض بہت سے مشہور و مشہود محسوس و مرغوب اور روشن و چمکدار ثبوت پیش کر سکتے ہیں۔

اس کا خلاصہ یہ نکل آیا کہ عہد حاضر کے مسلمان ایسے پکے اور سکہ بند مسلمان ہیں۔ کہ ان کی مسلمانی کو کفر، شرک، بدعت، معصیت، بغاوت اور غفلت سے کوئی خطرہ نہیں، کلمہ پڑھنے کے بعد ان کو ہر قسم کی آزادی ہے۔ جو جی چاہے کریں۔ بہر حال بخشے بخشائے اور جنتی ہیں۔ رہا ایمان و عمل صالح کا مطالبہ سو یہ پرانے زمانہ کے اسلام کی بات ہے۔ اور صحابہؓ کے زمانہ کا قصہ ہے۔ اس زمانہ کے مسلمانوں کو ایمان و عمل صالح کی ضرورت نہیں وہ چاہے سر سے لے کر پیر تک شرک و بدعت میں دھنس جائیں پتھر کے بتوں کو چھوڑ کر زندہ و مردہ پیروں، تعزیوں اور حکومت تک کو پوج ڈالیں۔ بہر حال سچے اور پکے مسلمان ہیں رہے ہم جو مسلمانوں سے نہایت دردمندی اور منت و لجاجت کے ساتھ کہتے ہیں۔ کہ اللہ کے بندو دین اور دینی مقاصد و کلیات کو سمجھو۔ ایمان کے مقتضیات پورے کرو، اپنے اندر اسلامی اوصاف و خصائص پیدا کرو۔ اور دنیا پر مومن و مجاہد بن کر چھا جاؤ دنیا کی مادہ پرست قوموں کو بندوقوں تلواروں توپوں ٹینکوں اور ہوائی جہازوں اور بموں سے نہیں بلکہ اخلاق سے فتح کرو۔ سو ہم جھک مارتے ہیں۔ جہاں لیڈروں کی چل رہی ہو۔ وہاں بیچارے ملا گھن چکر کی کون سنتا ہے۔

بس ہم ہارے اور مسلمان جیتے۔ اللہ سلامت رکھے مولویوں اور پیروں کو جو مسلمانوں کو اور ان کے دین و ایمان کو سنبھالے بیٹھے ہیں۔ اور ان کو دنیا کی ہوا نہیں لگنے دیتے۔

ہمیں ہنسی آتی ہے مسلمانوں کے ان مفکروں اور مدبروں کی باتوں پر جو کہتے ہیں کہ مسلمان ایک ہولناک دور انقلاب سے گذر رہے ہیں۔ اگر اس وقت مسلمانوں نے اپنی انفرادیت اور قومی حیثیت کو اسلامی حیثیت سے برقرار نہ رکھا۔ تو وہ سیل انقلاب میں خس و خاشاک کی طرح بہ جائیں گے۔ ہمیں تو کہیں بھی سیل انقلاب نظر نہیں آتا۔ پھر انقلاب سے ڈرنا اور ڈرانا کیا؟ ہم بچے تو ہیں نہیں کہ ہیّا سے ڈر جائیں۔ جو خدا سے نہیں ڈرتے وہ انقلاب سے کیوں ڈریں۔ انقلاب خدا سے بڑا نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ۔ ۔

"مسجدیں مرثیہ خواں ہیں کہ نمازی نہ رہے"

مصلحین قوم اور رہبران ملت کان کھول کر سن لیں۔ کہ تجاہل، جہالت، بے وقوفی، صحافت مآبی، مذہب سے لاپروائی، سیاست سے بے خبری۔ بیوقوفی، سادہ لوحی اور قدامت پرستی ہماری اولین فطرت ہے۔ اور ہماری قومیت کا بہترین تمغائے امتیاز ہے۔ ہم اس کو کیسے کھو دیں۔ ان کو معلوم ہونا چاہئے کہ بارگاہ خداوندی سے ہمیں جو خلعت و اعزاز عطا ہوا تھا وہ "ظلوم اور جہول" تھا۔ اگر ہماری یہ ضروری صفت ہم سے کسی وقت بھی منفک ہو جائے تو ہم درجۂ انسانیت سے گر جائیں اور کونسا بے وقوف مسلمان ہے جو اس خسارے کو قبول کرے۔

امابعدہٗ کہنا ہے یہ حقیر فقیر پر تقصیر کہ وہ مولوی لوگ جو ہمیں درس دیا کرتے ہیں کہ ظلم کی جگہ عدل اور جہل کی جگہ علم حاصل کرو وہ ہمیں درجۂ انسانیت سے گرانا چاہتے ہیں ہم ایسا ہرگز نہیں کریں گے ہمیں خوب اچھی طرح معلوم ہے۔ اور سلسلہ روایات کی تفتیش اور اصول درایت کی تنقید سے متحقق ہو رہے کہ حضرت

آدم نے شیطان کے چکمے میں آکر شجر ممنوع کا پھل کھایا تھا۔ اور ان کے نسل میں ان کو خلافت کے لئے یہ پوری زمین بلا شرکت غیرے ملی تھی۔ سوچیے کیسے ہو سکتا ہے کہ ہم علم سینہ بسینہ کی بدولت یہ زمین اپنے قبضہ میں نکال کر کفار کے قبضہ میں دے رہے ہیں۔ فلہذا ظلم اور جہل بہت اچھی چیز ہے اور ہم علم و عقل کو بہت بری چیز سمجھتے ہیں۔ ہم اپنی ان آنکھوں سے بار دوربین کی مدد سے دیکھ رہے ہیں کہ یورپ والے علم و عقل ہی کی وجہ سے جہل کو سے گردہ اور بھیڑیے بن گئے ہیں۔

پس اچھی طرح ثابت ہو گیا کہ مسلمانوں کو مسلمان بن جانے، اسلامی مسالک و نظریہ اختیار کرنے کی دعوت دینا اس وقت بالکل بیکار شے ہے۔ اس کی جگہ ان کو اس وقت لیڈری کی ضرورت ہے اور ان کا کلکٹر، کمشنر تحصیلدار تھانیدار اور چپراسی بن جانا برحق ہے۔ یہی ترقی کا راستہ ہے۔ باطل ہیں وہ جو کہتے ہیں کہ قومیں ذہنیت و اخلاق کے بننے سے بنتی اور ذہنیت و اخلاق کے بگڑ جانے سے ذلیل و خوار ہوتی ہیں۔ ہم ترقی کے لئے سوائے ملازمت اور عہدے کے اور کسی چیز کو ضروری نہیں سمجھتے۔ ہم دیکھ رہے ہیں کہ بداخلاق اور عیاش قومیں ہواؤں میں اڑ رہی اور دنیا پر حکمرانی کر رہی ہیں۔ اس لئے بداخلاقی اور عیاشی بہت اچھی چیز ہے۔ اور ہم اپنے نوجوانوں کو مشورہ دیتے ہیں کہ وہ عرسوں میں رنڈیوں کے مجرے اور ڈانس خوب کرایا کریں۔ اور ان کے گلوں میں نوٹوں کے ہار ڈال کر پاکستان زندہ باد کے نعرے لگایا کریں۔ سینما دیکھنے کو فرض سمجھیں، اپنی ہوس سانی کی آگ بجھاتے وقت اپنی قوم کی بیواؤں کا خیال رکھا کریں تاکہ قوم کا پیسہ قوم والیوں ہی کے پاس رہا کرے۔ شراب خانوں کو زینت و ترقی دیں۔ فیشن پرستی و آوارگی کو اپنا مقصد حیات سمجھیں۔ آخرت کے خوف کو اپنے نزدیک نہ پھٹکنے دیں، دولت و عزت کو سب کچھ سمجھیں۔ اور معبود شکم کے سامنے سرنگوں ہو جائیں

کیوں صاحب ٹھیک ہے نا ہم ہارے اور مسلمان جیتے۔ اللہ بس باقی ہوس۔ پھر ملیں گے اگر آپ نے چاہا۔ لیجئے آداب عرض۔

(نذیر الحق)

زرّیں ارشادات

۱۔ اعمال کا دارومدار نیت پر ہے۔

۲۔ کبھی ہونی بات اختیار سے باہر ہو جاتی ہے۔ نہ کبھی بری بات پر انسان اختیار رکھتا ہے۔

۳۔ برے ہم نشینوں سے تنہائی بہتر ہے

۴۔ نہ زیادہ نہ ہنسو کہ زیادہ ہنسنا دل کو مردہ کرتا ہے۔

۵۔ خدا کے نزدیک وہ زیادہ شریف ہے۔ جو پرہیزگار زیادہ ہے۔

۶۔ وہ عمل بہتر ہے جو اگرچہ تھوڑا ہو لیکن ہمیشہ رہنے والا ہو

۷۔ مسلمان ایک دوسرے کے لئے آئینہ ہے۔

۸۔ اوسط کام سب کاموں سے بہتر ہے

۹۔ منافق کی خدا کے سامنے عزت نہیں۔

۱۰۔ نیک آدمی وہ ہے جس نے اچھا کام کیا۔ اور فائدہ پہنچایا

تذکرۃ الصالحات

اُمّ المؤمنین حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا

(۲)

از ڈاکٹر خواجہ محمد ایوب صاحب بھیروی

حضرت عائشہؓ صدیقہ کو ہی یہ فخر حاصل ہوا کہ سرِّدارِ دو عالمؐ نے آپ کے سینۂ مبارک سے ٹیک لگانے کی حالت میں جان جانِ آفرین کے سپرد کی اور انہیں کا حجرہ پیغمبر آخر الزمان کی آخری آرامگاہ بنا۔ حضور علیہ السلام کی وفات کے بعد آپ نے اپنی زندگی کی چالیس کٹھن ترین منزلیں گذاریں۔ مگر دنیا جانتی ہے کہ اتنی طویل عمر آپ کی اطاعت پابندی کی حامل و نمونۂ درسِ عالم بنی۔ ہمارے قلوب میں آپ کی قدر و منزلت دوگنی بڑھ جاتی ہے جب ہم کو معلوم ہوتا ہے کہ جس دن حضورؐ کا وصال ہوا اس دن کی شام کو گھر میں فقر و فاقہ تھا۔ اور نام خدا کے سوا کچھ نہ تھا حضورؐ کے وصال کے دو ہی سال بعد آپ اپنے والد سے بھی محروم ہو گئیں۔ آپ کے بعد خلافتِ فاروقی میں آپ کو بارہ ہزار روپیہ وظیفہ ملتا رہا۔ سیدنا فاروقؓ کو پہلوئے رسول میں دفن ہونے کی اجازت دینے والی ذاتِ گرامی بھی حضرت عائشہ صدیقہ ہی کی تھی۔

آپ کی ایام بیوگی کا اہم ترین واقعہ شہادتِ عثمانؓ ہے۔ بعض دشمنوں نے یہ مشہور کر دیا تھا۔ کہ ان کی شہادت میں آپ کا بھی ہاتھ ہے۔ مگر آپ فرماتی ہیں خدا کی قسم میں نے کبھی پسند نہ کیا کہ آپ کی کسی قسم کی بے عزتی ہو اگر میں نے ایسا پسند کیا ہو تو خدا میری بھی ایسی ہی بے عزتی کرے نیز فرماتی ہیں خدا کی قسم میں نے کبھی پسند نہیں کیا کہ وہ قتل ہوں اگر کیا ہو تو میں بھی قتل کی جاؤں"

سیدنا عثمانؓ کی شہادت کے بعد ملک میں عام غم و غصہ کا تلاطم برپا تھا۔ ان کے بعد سیدنا علی مرتضیٰؓ نے بارِ خلافت سنبھالا۔ حضرت عثمانؓ ابھی محاصرہ میں ہی تھے کہ حضرت عائشہؓ حج کو چلی گئی تھیں۔ جب واپس ہوئیں تو یہ تمام دردناک اور تباہ کن واقعات معلوم ہوئے۔ سُن کر تلملا اٹھیں اور یاس انگیز لہجے میں فرمایا۔

و لو ان قومی طاوعتنی سراتھم

لا نقذتھم من الحبال او الخبل

اگر میری قوم کے سردار میری بات مانتے۔ تو میں ان کو اس خطرہ سے باہر لے آتی۔

پھر وہ مکہ معظمہ چلی گئیں اور اصلاحِ حال کی طرف توجہ مبذول فرمائی۔ حج کا موسم تھا۔ حرمین کے چھ سو آدمیوں نے لبیک کہا۔ اور یہ مختصر سا لشکر بصرہ کی جانب روانہ ہوا۔ لوگ لشکر کے ساتھ ساتھ چلتے جاتے تھے اور اسلام کی بے کسی اور دردناک مصیبت پر گریہ و کناں تھے کہ آہ آج اسلام کو یہ بھی دن دیکھنے نصیب ہوئے

اور خود مادرِ اسلام مسلمانوں کے مقابلے میں سرِ لشکر بن کر وادیٔ نجد و تکالیف میں پا بہ رکاب ہیں۔ لوگ جوق در جوق شامل لشکر ہو رہے تھے حتیٰ کہ اختتام منزل پر تین ہزار سپاہیوں کی جمعیت ہو گئی۔ اور انہوں نے بصرہ کے باہر پڑاؤ ڈال دیا۔ اور پیام شہر و شہر ہا بالآخر جمعہ کے دن فریقین کی طرف سے عوام کے سامنے دونوں اپنے اپنے طرز عمل کے جواز میں تقاریر ہوئیں۔ ان تقاریر میں سے حضرت عائشہ کی تقریر کا ایک فقرہ ہے "کہ اس میں بدف سوال بن گئی ہوں کہ میں کیوں فوج لے کر نکلی ہوں۔ میرا ہرگز ہرگز مقصد گناہ کی تلاش اور فتنہ کی جستجو نہیں ہے بلکہ میں تو ان کو پامال کرنا چاہتی ہوں۔ میں جو کچھ کہہ رہی سچائی اور انصاف کے ساتھ اتمام حجت اور تنبیہ کے لئے کہہ رہی ہوں۔ اور خدائے پاک سے میری دعا ہے کہ وہ اپنے پیغمبر پر درود نازل فرمائے۔ اور اس کا جانشین پیغمبروں کی بہتر جانشینی کے ساتھ تم پر مقرر کرے۔"

مگر ان تقریروں سے کچھ فائدہ نہ ہوا۔ اور اصلاح کی کوئی شکل نہ نکل سکی۔ دونوں لشکر مقابلے میں صف آرا ہوئے۔ اور بہت کچھ رد و کد کے بعد حضرت عائشہ کا بصرہ پر قبضہ ہوا۔ اس وقت حضرت علیؓ کی طرف سے عثمان بن حنیف والیٔ بصرہ تھے۔

اس لڑائی کا اصلی مقصد اصلاح مسلمین اور قصاص قتل عثمان تھا۔ جیسا کہ خود حضرت عائشہ خاص خاص آدمیوں کے نام خطوط میں تحریر فرماتی ہیں کہ "امابعد لوگوں کو ان کی امداد و حفاظت سے باز رکھو۔ اور اپنے اپنے گھروں میں گوشہ نشین ہو جاؤ۔ اس جماعت نے عثمان بن عفان کے ساتھ جو کچھ سلوک کیا اور امت کے اتحاد کو جس طرح پراگندہ کیا۔ کتاب الٰہی اور سنت نبوی کی مخالفت کی اسی پر بس نہیں کی بلکہ احکام دین اور کتاب الٰہی پر لوگوں کو آمادہ کرنے کے سبب اس نے ہم کو کافر بنایا۔ اور ہماری نسبت نازیبا باتیں کہیں جنہیں امت نے ان کی مخالفت کی اور ان کے اس فعل کو برا گناہ سمجھا۔ اور ان کو خطاب کرکے کہا تم امام کے قتل پر قانع نہیں ہو۔ جو اپنے پیغمبر کی بیوی سے اس لئے بغاوت کرتے ہو کہ وہ تم کو حق کا فرمان دیتی ہے۔ اور چاہتے ہو کہ ان کو اور یارانِ پیغمبر اور رہبرانِ اسلام کو قتل کر ڈالو۔ لیکن وہ اور عثمان بن حنیف (والی بصرہ) جاہل عوام اور مجرم زادوں کی جمعیت لے کر لڑنے پر آمادہ ہوا۔ ہم نے چھاؤنی کے کچھ سپاہیوں کی حفاظت حاصل کی۔ چھبیس دن تک یہی حال رہا۔ ہم ان کو حق کی طرف بلاتے تھے۔ اور کہتے تھے کہ حق کے درمیان حائل نہ ہو جاؤ۔ لیکن انہوں نے غداری اور خیانت کی۔ طلحہ اور زبیر بیعت کر لینے کا بہانہ کرتے تھے آخر ایک سفیر دریافت حال کے لئے مدینہ بھیجا۔ وہ اصلی واقعہ دریافت کرکے آیا۔ انہوں نے پھر بھی حق کو نہ پہچانا۔ اور اسی پر بس نہ کیا بلکہ ایک دفعہ تاریکی میں چھپ کر میرے قیام گاہ میں گھس آئے کہ مجھے مار ڈالیں۔ وہ دہلیز تک پہنچ چکے تھے۔ ایک آدمی آگے آگے راستہ بنا رہا تھا۔ کہ قیس رباب اور آزد کے چند آدمی میرے دروازے پر پہرہ دیتے ان کو ملے۔ آسیائے جنگ نے گردش کی اور مسلمانوں نے ان کو قتل کر ڈالا۔ خدا نے تمام اہل بصرہ کو طلحہ اور زبیر کی رائے پر متفق کر دیا۔ قصاص لے لینے کے بعد ہم معاف کر دیں گے۔ یہ واقعہ ۲۶ ربیع الآخر ۳۶ھ کو واقع ہوا۔ (منقول از سیرۃ عائشہ ص ۱۵۷ – ۱۵۸)

اس واقعہ کی خبر جب حضرت علیؓ کو مدینہ منورہ میں ہوئی تو سات سو آدمیوں کا ایک لشکر ہمراہ لے کر

نکلے کوفہ میں ان کے ہمراہ سات ہزار آدمی ہو لئے. اور بصرے پہنچتے تک بیس ہزار آدمیوں کی جمعیت ہو گئی. ادھر حضرت عائشہ کے لشکر میں تیس ہزار بہادر سپاہی تھے بھائی بھائی کے مقابلے پر صف آرا تھے. محبت و اخوت پر حق طلبی کا جوش حاوی تھا. تلواریں نیام سے نکلنے کے لئے بیتاب تھیں. مگر دل خون کے آنسو رو رہے تھے.

باہمی صلح کی کوششیں جاری تھیں. اور بہر دو فریق صلح پر آمادہ ہو گئے. عوام مطمئن ہو گئے. مگر فتنہ پسندوں نے اس میں اپنی خیریت نہ سمجھی اور اس فرقہ سبائیہ نے جو حضرت علیؓ سے زیر سرکردگی تھے اور شبخون مار دیا. پھر کیا تھا آتش جنگ کے خطرناک شعلے بلند ہو گئے. حضرت علیؓ اور حضرت عائشہؓ سپاہیوں کو روک رہے تھے مگر یہ طوفان رکنے سے نہ رکنے والا تھا. حضرت عائشہ کی فوج منتشر تھی. معرکہ گھمسان کا ہو رہا تھا. دشمن حضرت عائشہؓ کے آہنی ہودج پر تیروں کا مینہ برسا رہے تھے اور ازدیوں کا بہادرانہ نعرہ تھا۔

یا امنا خیر ام نعلم اما ترین کم شجاع یکلم

اے ہماری ماں اے ہماری بہتر ماں جس کو ہم جانتے ہیں دیکھتیں کہ کتنے بہادر زخمی کئے گئے۔

... لا منة لنا لعصمہ اور ان کے ہمراہ رہا

... لے ...

یا عیشو لن تراعی کل بنیک بطل شجاع

اے ہماری ماں اے عائشہ گھبرائیے نہیں. آپ کے سب بیٹے دلیر بہادر ہیں۔

نحن بنو ضبة اصحاب الجمل والموت علینا من العسل

ہم بنی ضبہ زندہ اور اس اونٹ کے پاسبان ہیں. موت ہم کو شہد سے زیادہ شیریں ہے

نحن بنو الموت اذا الموت نزل ننعی ابن عفان باطراف الاسل

ہم موت کے آغوش میں پلے ہیں جب موت اترتی ہے ہم عفان کے بیٹے عثمان کا اعلان مرگ نیزوں کی نوکوں سے کرتے ہیں۔

ردوا علینا شیخنا ثم بجل ہمارے اس سردار کو واپس کر دو پھر کوئی بات نہیں۔

بہرکیف حضرت عائشہؓ کے لشکر کو شکست فاش ہوئی حضرت علیؓ نے ان کو نہایت عزت سے ان کے طرفدار بصریوں کے گھر میں اتارا اور اس کے بعد محمد بن ابی بکر کی زیر نگرانی چالیس معزز عورتوں کے ہمراہ حجاز کی طرف روانہ کر دیا۔ اس کے بعد تمام عمر وہ مدینہ رسول کی مجاور رہیں۔ اور اپنی خطا سے اجتہادی پر سخت گریہ کیا کرتی تھیں کہ کاش آج سے بیس برس پہلے میں نیست و نابود ہو چکی ہوتی۔

بخاری شریف میں ان کی وصیت ہے کہ مرنے کے بعد مجھے روضۂ نبوی میں آپ کے ساتھ دفن نہ کرنا بقیع میں اور ازواج کے ساتھ ... کیونکہ میں نے آپ کے بعد ایک جرم کیا ہے۔

یہ لڑائی تاریخ اسلام میں جنگ جمل کے نام سے موسوم ہے. گو حضرت علیؓ اور حضرت عائشہؓ کے درمیان خونریز اتفاقی جنگ ہو گئی تھی. مگر دونوں کے دل کدورت سے بالکل صاف تھے اور اس صفائی کے بہت کچھ تاریخی شواہد موجود ہیں جن کو طوالت مضمون کے خوف سے نظر انداز کیا جاتا ہے۔

حضرت علیؓ کی خلافت صرف چار سال رہی. ان کے بعد امیر معاویہؓ تخت حکومت پر جلوہ گر ہوئے. اور بیس برس تک بار خلافت اٹھائے رہے. ان کی اٹھارہ سالہ

خلافت تک حضرت عائشہ صدیقہ زندہ رہیں۔ مگر کوئی اہم واقعہ پیش نہیں آیا۔ ۵۸ھ ۱۷ رمضان کو آپ نے وفات پائی۔ اِنّا للہ وانا الیہ راجعون۔

صحیح بخاری وغیرہ میں ہے کہ عائشہ کو عام عورتوں پر اسی طرح فضیلت ہے۔ جس طرح ثرید کے کھانوں کو عام کھانوں پر۔

حضرت عائشہ ہی وہ خوش نصیب حرم رسول ہیں۔ جن کے بستر پر جبریل امین نازل ہوئے۔ اور جن کو دو بار آپ نے بشری آنکھوں سے دیکھا۔ اور آپ کی عصمت وعفت کے متعلق گواہی دی۔ وہ آپ ہی کی ذات گرامی ہے۔ جس کی بدولت تیمم کا حکم عام ہوا۔ آپ فرمایا کرتی تھیں کہ میں فخر سے نہیں بلکہ امر واقع کے طور پر کہتی ہوں کہ خدا نے مجھے نو باتیں عطا فرمائی ہیں وہ یہ کہ خواب میں فرشتے نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے میری صورت پیش کی۔ سات برس کی عمر میں میرا حضور سے نکاح ہوا۔ اور نو برس کی عمر میں میں نے خانۂ رسول آباد کیا۔ میرے سوا حضور کی کوئی کنواری بیوی نہ تھی۔ میرے بستر کے سوا کسی حرم رسول کے بستر پر وحی نازل نہیں ہوئی۔ میں ہی حضور کی سب سے چہیتی بیوی تھی۔ میری شان تقدس میں آیات قرآن نازل ہوئیں میں نے جبریل امین کو اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ حضور نے میرے ہی آغوش میں وصال فرمایا۔"

آپ کے اوصاف حمیدہ۔ فضل وکمال اور علمی قابلیتوں کو سمجھنے کے لئے حضرت ابو موسیٰ اشعری کی روایت کو ذہن نشین کر لینا کافی ہے کہ "ہم صحابیوں کو کوئی ایسی مشکل بات کبھی پیش نہیں آئی کہ جس کو ہم نے عائشہ سے پوچھا ہو۔ اور ان کے پاس اس کے متعلق کچھ معلومات ہم کو نہ ملی ہوں۔ اسی طرح امام زہری لکھتے ہیں کہ" عائشہ تمام لوگوں میں سب سے زیادہ عالم تھیں۔ بڑے بڑے اکابر صحابہ ان سے پوچھا کرتے تھے۔" عروہ بن زبیر کا قول ہے کہ "میں نے حلال وحرام و علم و شاعری اور طب میں اُمّ المؤمنین عائشہ سے سے بڑھ کر کسی کو نہیں دیکھا۔"

آپ سے اجتہادی مسائل اس قدر وابستہ ہیں۔ کہ اگر ان کا ذکر چھیڑ دیا جائے تو ایک مستقل باب باندھنے کی ضرورت پڑے گی۔ اس کو قصداً ترک کرتا ہوں۔

حضرت عائشہ کی کل روایتیں دو ہزار دو سو دس ہیں جن میں سے صحیحین میں دو سو چھیاسی حدیثیں ان کی روایت سے داخل ہیں۔ ان میں سے ایک سو چوہتر حدیثیں دونوں میں مشترک ہیں۔ چون حدیثیں صرف بخاری شریف میں ہیں۔ اور اٹھاون صرف مسلم میں ہیں۔ اس لحاظ سے کل بخاری میں دو سو اٹھائیس اور مسلم میں دو سو بتیس حدیثیں اور بقیہ دیگر کتب احادیث میں ہوئیں۔

اُمّ المؤمنین کے اُن تمام احسانات کو جو آپ نے صرف عورتوں کے مسائل کو حل کر کے طبقہ نسواں پر کئے ہیں اگر گنواؤں تو آپ کے فضائل ومناقب کا دفتر بے پایاں ہو جائے۔ ایسی بزرگ ومحسنہ شخصیت پر خدا کی لاکھ لاکھ رحمتیں وبرکتیں ہوں۔ آمین۔

کمیونسٹوں کا فتنہ

(۲)

(از جناب شورش کاشمیری)

کمیونسٹوں کا مسلم لیگ میں داخلہ

جناح خضر مذکرات کے منقطع ہوتے ہی، مسلم لیگ صوبہ پنجاب میں کمیونسٹ قدم دھرنے لگے۔ اور اپنی جماعت کا رکن رہ کر مسلم لیگ کی "تنظیم کے لئے اپنی خدمات پیش کیں۔ چنانچہ مسلم اسٹوڈنٹس فیڈریشن پنجاب سے بھی ایک مشترکہ معاہدے کی رُو سے ناطہ جوڑا اور مختلف شہری مجالس میں داخل ہونا چاہا۔ لیکن مسٹر محمد علی جناح نے انقطاع گفتگو کے فوراً بعد طلبا نے اسلامیہ کالج لاہور کے ایک عظیم جلسہ میں تقریر کرتے ہوئے کمیونسٹوں کو ڈانٹ پلائی اور کہا خبردار مسلم لیگ میں تمہارے لئے کوئی گنجائش نہیں ہے۔

اس ڈپٹ کے فوراً بعد مسٹر جناح سری نگر چلے گئے، ڈاکٹر محمد اشرف جو کمیونسٹ ہائی کمان سے تعلق رکھتے ہیں، کشمیر پہنچے۔ وہاں "قائد اعظم" سے ملاقات کی۔ اور کمیونسٹ پارٹی کی طرف سے لیگ کی تنظیم کے لئے پیشکش کی لیکن مسٹر جناح رضامند نہ ہوئے۔ اس پر ڈاکٹر اشرف نے ایک بیان میں اظہار افسوس بھی کیا۔

شروع میں کمیونسٹوں نے اپنی جماعتی رکنیت کو بحال رکھتے ہوئے داخلہ کی خواہش کیوں ظاہر کی، اور بعد میں جماعت سے بظاہر استعفیٰ دے کر کیوں شریک ہوگئے؟ — اس میں کوئی بڑا فرق نہیں صرف معمولی سا فرق ہے۔ ایک تو اس وقت کمیونسٹ پارٹی اپنے "مسلم" ارکان کو بالکل علیحدہ نہیں کرنا چاہتی تھی۔ دوسرے ملکی سیاست نے ابھی وہ پلٹا نہیں کھایا تھا جو گاندھی جی کی رہائی کے بعد ایک قدرتی امر تھا۔

ویسے تو گاندھی جی ہی نے کمیونسٹ پارٹی سے محاسبہ کیا، جیسا کہ مسٹر جوشی اور گاندھی جی کی خط و کتابت سے ظاہر ہے۔ لیکن لیڈروں کی رہائی اور ملکی فضا کے رُخ بدلتے ہی کمیونسٹوں پر کانگرس کے ہر محاذ سے اعتراض ہونے لگے۔ اور پنڈت جواہر لال نہرو سے لے کر ایک معمولی رضا کار تک کی زبان سے کمیونسٹوں کو کانگرس سے نکال دو یا نکل جانا چاہیئے کی آوازیں بلند ہونے لگیں۔ اور نتیجۃً کمیونسٹوں کو ملک کی اس عظیم الشان قومی تحریک سے بطور ایک قومی مجرم کے الگ ہونا پڑا۔

پنڈت جواہر لال نہرو، سردار پٹیل اور ان کے ہم نوا "ان تحریک مقاطعۃ کے علمبردار نے آج "مسلمان کمیونسٹوں" کی زبانیں مسلم لیگ کی اسٹیج پر ان دونوں ہی کے خلاف کھلتی اور اپنے مقاصد کی تبلیغ کرتی ہیں، وہ مقاصد کیا ہیں، انہیں سمجھنے سے پہلے یہ جاننا ضروری ہے کہ کمیونسٹ اس وقت قومی اسٹیج سے نکالے جا چکے ہیں۔ اور ان کا اپنا اسٹیج بے قدر و قیمت (Valueless) ہو گیا ہے۔ صرف مسلم لیگ کا ایک اسٹیج ہی ان کے مقاصد کے بوقلموں معرکوں کی جولانگاہ بن سکتا تھا سو اس پر اپنے عقائد کی پوری پوری نمائش کے ساتھ نظر آ رہے ہیں۔

خوفناک سازش

روزنامہ "نوائے وقت" اپنے ایک ممنوا مسلم لیگی روزنامے

"ایسٹرن ٹائمز" کی مسلمان کیمونسٹوں سے کسی نشست کے سوال پر برافروختگی کو زیربحث لاتے ہوئے اپنی اشاعت مؤرخہ ۲۰ نومبر ۱۹۴۵ء میں رقمطراز ہے:۔

"ہمیں معلوم ہے کہ مسلم لیگ میں جو کیمونسٹ آئے ہیں انہوں نے اپنی کیمونزم چھوڑ نہیں دی جو شخص ایسا کہتا ہے وہ دھوکا دیتا ہے ہمیں یہ بھی معلوم ہے کہ یہ لوگ اس لئے لیگ میں نہیں آئے کہ اُن کا اپنا انفرادی نظریہ یہ ہے کہ مسلم لیگ مسلمانوں کی جماعت ہے اس لئے اس کا ساتھ دینا چاہیئے بلکہ یہ فیصلہ اُن کی مرکزی جماعت کا ہے کہ اس وقت بہتر یہی ہے کہ مسلمان کیمونسٹ مسلم لیگ میں جاکر کام کریں۔ ہمیں اس کا بھی علم ہے کہ جب کیمونسٹ پارٹی کا فیصلہ فیصلہ یہ ہو گا کہ یہ لوگ لیگ سے نکل آئیں تو اس کی تعمیل بھی اسی طرح کی جائے گی جس طرح لیگ میں داخلہ کے حکم کی تعمیل کی گئی۔ مگر یہ سب کچھ جاننے کے باوجود ہم مسلم لیگ میں کیمونسٹوں کے داخلے کے مخالف نہیں، وہ بڑے اچھے کارکن ہیں۔۔۔۔!

فغاں کہ مجھ غریب کو حیاتِ کا یہ حکم ہے
سمجھ ہر ایک راز کو مگر فریب کھائے جا

کیمونسٹوں کی وفاداری اب بھی دوہری ہے۔ اور جو لوگ کیمونسٹ پارٹی کے طریقہ کار کو جانتے ہیں وہ ہرگز یہ ماننے کو تیار نہیں کہ کیمونسٹوں کی وفاداری کا مرجع صرف مسلم لیگ ہے کسی کیمونسٹ کو اسمبلی میں بھیجنا لیگ کی ایک نشست کو ضائع کرنا ہے"۔

یہ سطور محتاج تبصرہ نہیں۔ ہر لفظ میں ایک شرح مضمر ہے افسوس نوائے وقت کا اقبالی مدیر۔ اسمبلی کی نشست کو ضائع ہوتے نہیں دیکھ سکتا۔ لیکن اپنی ملت کے پورے ڈھانچے کو سمجھا ہوا متاعِ ایمانی کے لئے "آن آپ کے کارکنوں" کے کام میں کوئی خطرہ محسوس نہیں کرتا۔

جب ہم ان کی "ملحدانہ" مساعی کا جائزہ لیتے ہیں۔ اور اقبال کے ہم آہنگ ہو کر "بے دین دانش فروشوں سے احتراز" کی تلقین کرتے ہیں۔ تو اس کی معافی پیشانی شکن آلود ہو جاتی ہے، خیر ۔۔۔ سے

ان کو آتا ہے پیار پر غصہ　　ہم کو غصے پہ پیار آتا ہے

لینن نے اشتمالی کارکنوں کی ہدایت کے لئے ایک کتاب Where to begin (آغاز کیسے ہو) لکھی ہے۔ اس کتاب میں مختلف امور کے پہلوؤں کی تصریحات موجود ہیں۔

"اپنے دشمنوں کے خلاف منظم جدوجہد کیسے کرو گے"۔

اس ضمن میں لینن لکھتا ہے: "ایسی سب جماعتیں جو ہمارے پروگرام کے خلاف ہیں ہماری جانی دشمن ہوتی ہیں۔۔۔ ہم لوگوں کا سب سے پہلا فرض یہ ہے کہ ہم ایسی تمام جماعتوں کو جو سرمایہ داری کے متحدا ڈے ہوں یا جن جماعتوں کے ذریعہ سرمایہ داروں کے مفاد کی حفاظت ہو یا حکومت جس جماعت کو تقویت دیتی ہو ضرور توڑ دیں۔۔۔۔۔۔ لیکن توڑیں کس طرح ۔۔۔ ہم ان جماعتوں پر اس وقت فتح پا سکتے ہیں۔ جب اُن جماعتوں کے پیش پیش رہنے والے لیڈر یا بڑے سرمایہ دار لیڈروں کو آپس میں جدا جدا کرنے میں کامیاب نہ ہو جائیں۔

ہم ان سب جماعتوں کے خلاف چند کامریڈز منظم شدہ گروہوں میں جدوجہد کرنے کے لئے بھیجیں۔۔۔۔

اس جدوجہد میں خاص کر یہ خیال رکھا جائے کہ جو مذہبی سوسائٹیاں ہیں اُن کے خلاف سب سے پہلے منظم پراپیگنڈا کرو۔

تشریحات لینن کی ہدایت بالا کے معیار پر اس وقت تک جو نتائج پیدا ہوئے ہیں، انہیں نگاہ میں رکھنا نہایت ضروری ہے

(۱) کمیونسٹوں کا یقین ہے کہ مسلم لیگ سرمایہ داروں کا متحدہ اڈہ ہے۔ جیسا کہ ڈاکٹر اشرف اور مسلم لیگ کے کارکن عبداللہ ملک کی تحریروں سے ثابت کیا گیا ہے۔ حکومت اس جماعت کو تقویت دیتی ہے۔ اس کا توڑنا فرض ہے۔

(۲) چند تربیت یافتہ کامریڈ (میاں افتخار الدین، دانیال لطیفی، عطاء اللہ جہانیاں اور عبداللہ ملک وغیرہ) اس مقصد کے لئے شریک ہو چکے ہیں اور صوبہ دفتر پہ ان کا قبضہ ہے۔

(۳) یونینسٹ پارٹی اور مسلم لیگ کے سرمایہ داروں کی باہمی چپقلش کو وسیع کرنے میں ان کا قوی ہاتھ ہے۔

(۴) پنجاب مسلم لیگ میں اس تفریقی مشن کا نتیجہ — وہ تین دھڑے ہیں، جن میں تصادم پیدا ہونا اپنے موقع پر نہایت ضروری ہے

(۵) احرار ہی ایک مذہبی جماعت ہے، جس کے خلاف اس طبقہ کی طرف سے منظم پروپاگنڈا ہو رہا ہے اور ان کے بنیادی عقیدے کی رو سے اس میں جھوٹ سچ کی تمیز قطعاً نہیں ہے۔

پروفیسر ویلفیرڈ سمتھ آف ایف۔ سی کالج لاہور نے جو انجمن احباب سویٹ یونین کے صدر ہیں ایک ضخیم کتاب۔ Modern Islam in India ذرہ بہ حاضر کا اسلام لکھی ہے۔ اس میں مجلس احرار کے محاسن و معائب بیان کرتے ہوئے جہاں اس جماعت کو دنیا کی پہلی مسلم اشتراکی تحریک ظاہر کیا ہے وہاں اسے کیمونزم کا عظیم الشان دشمن لکھا ہے۔

اس طرز کی اسلامی تحریک کو مٹانا جو خالص اسلامی ذہن کی داعی اور ایک عالمگیر اسلامی معاشرہ کی متمنی ہو اور اپنے عقیدے کی بنیاد مذہب پر رکھ کر قربانی و ایثار کی ایک شاندار تاریخ بنا چکی ہو کیمونسٹ سہار نہیں سکتے چنانچہ وہ مسلمانوں کی سیاست کے کھوکھلے عناصر کی وقتی ہماہمی میں شریک ہو کر سب سے زیادہ مجلس احرار ہی کو نشانۂ ملامت بنا رہے ہیں۔

مسلم لیگ میں شرکت سے پہلے کیمونسٹ پارٹی" کا ہمنوا قرار دینے پر مصر تھے۔ اور اس طرح حکومت سے اس کے خاتمہ کے متدعی۔ جیسا کہ ۴۳-۱۹۴۲ء کے "قومی جنگ" اور "پیپلز وار" کی تحریروں سے ظاہر ہے لیکن اب مسلم لیگ کی اسٹیج پر پراپاگنڈے کے نئے موضوع ایجاد کئے جا رہے ہیں۔ اور طے شدہ پالیسی کے مطابق منظم پراپاگنڈا کیا جا رہا ہے، صرف اس لئے کہ مجلس احرار لادینی کے ہر گوشے سے متنفر ہے۔ اور بقول سمتھ کیمونزم کی عظیم دشمن، یعنی اس کے (احرار) کے پیغام کا خلاصہ ہے کہ

قرآن میں ہو غوطہ زن اے مردِ مسلمان
اللہ کرے تجھ کو عطا جدّتِ کردار

اسی کتاب کے صفحہ ۱۰۷، ۱۰۸ پر ذیل کی عبارت "تخریبی دستے" کے عنوان سے مندرج ہے:—

"جن پارٹیوں کو توڑنا ہو اُن میں اپنے سمجھدار تربیت یافتہ چند ایک کامریڈ بھیج دینے چاہئیں، جو ان سرمایہ دار پارٹیوں کے ممبر بن جائیں اس کے فوراً بعد پروگرام کو عملی جامہ پہنانے کی کوشش کریں۔ ہر ایک کامریڈ اپنے کو سرگرم ممبر ثابت کرے آہستہ آہستہ اس طرح جانفشانی

سے کام کرنے سے سب کامریڈ جو اُس پارٹی کے ممبر ہیں اثر و رسوخ پیدا کریں گے، جب عوام کی ہر سرگرمی اور ہر انقلابی جدوجہد میں سب سے پیش پیش رہ کر اُس پارٹی میں کام کرتے رہیں گے تو وہ کامریڈ ضرور ہر دلعزیز ہو جائیں گے۔ اُس وقت ان کمیونسٹوں کو چاہیئے جو ان پارٹیوں میں کام کر رہے ہیں اپنے رفیقوں کے ساتھ جو اُن کے ہمراہ اُس پارٹی کو توڑنے کے لئے کئے گئے ہیں اکثریت کو اپنے ساتھ ملا لینے کے بعد کوئی معمولی سی تجویز پیش کر کے اپنی ہم خیال اکثریت کا اندازہ لگائیں۔ جب یہ سمجھ لو کہ تمہارے ساتھ اکثریت کی ہمدردیاں ہیں۔ تو پھر اُس وقت تم اپنے گروپ کو یہ حکم دو کہ تمام اِس جماعت کے عہدیدار اور معتبر رکن بدل کر ان پر اکثریت سے اپنا قبضہ کر لو۔ جس کے نتیجے کے طور پر وہ پہلی جماعت ٹوٹ جائے گی۔ اور تمہاری جماعت اُس تلاطم خیز گروہ کے ذریعہ قائم ہو گی"۔

یہ ہے مسلم لیگ میں کمیونسٹوں کے داخلے کی اصل غرض و غایت، جو اقبالیات کا ماہر یعنی "نوائے وقت" کا مدیر "سمجھنے" کے باوجود اچھے کارکن مل جانے پر خوش ہے اور صوبہ لیگ کو چند اشخاص کے اقتدار کی خاطر ہر بُرائی کے استقبال پر آمادہ ہے۔

جیسا کہ اوپر عرض کیا گیا، ہم اُصول پاکستان سے برہم نہیں، اور نہ انہیں مسلمانوں کے قومی استحکام سے چڑ ہے وہ تو صرف دین و سیاست کی علیحدگی کے ذہن کو اسلام کے لئے خطرناک سمجھتے ہیں، اور مسلم لیگ اسی ذہن کی نمائندہ بن کر مسلمان اُمرا کے لئے ایک ملک طلب کر رہی ہے۔

اگر ایسا نہیں تو مسلم لیگ اسلامی معتقدات کو ضعف پہنچا کر کیوں کیوں اُن عناصر کو جمع کر رہی ہے، جو اسلام کے نزدیک ہر لحاظ سے سزاوار تعزیر ہیں اور جنہیں قرآن مجید کی رُو سے مسلمانوں کی امامت تو کجا مسلمانوں کی صفوں میں شمار کرنا بھی معیوب ہے۔

مسلمان شاید نہ سمجھیں۔ اور غالباً مسلم لیگ نے بھی اِس نافہمی کی بنا پر اشتمالی عقائد کو اسلام کا جزو سمجھ کر کمیونسٹوں کو رکنیت لیگ کی اجازت مرحمت فرمائی ہے لیکن کمیونسٹوں کے چہرے کی اس عُریانی کے بعد صورت حال سے علانیہ اغماض ایک افسوسناک اور رنجدہ امر ہے۔ اور یہی راستہ لادینی کی طرف جاتا ہے۔ جس کی مزاحمت پر احرار کو مطعون کیا جا رہا ہے

کمیونسٹ محاذ کی برکتیں

کمیونسٹوں نے مسلم لیگ میں اپنی شرکت سے دو طرح کے فائدے اُٹھائے ہیں۔ اس معاملے کو سہل طریق سے سمجھنے کے لئے ایک کو داخلی فائدہ اور دوسرے کو خارجی فائدہ کہہ سکتے ہیں۔

خارجی فائدہ (۱) روس اپنے طے شدہ پلان کے مطابق اسلامی آبادیوں میں اپنے اثرات پیدا کرنا چاہتا ہے۔ اور ان پیوست جغرافیائی حدود کے پچاس کروڑ مسلمان باشندوں کو مختلف ملکوں کی اشتمالی جماعتوں کے توسط سے اپنی معین نہج پر لانے کا متمنی ہے۔

(۲) کمیونسٹ اس کی اس خواہش کے خدمتگذار ہیں اور مختلف ملکوں میں اُن کے مخصوص حالات کو سامنے رکھ کر ففتھ کالم کی حیثیت میں کام کرتے ہیں۔

(۳) ہندوستانی کمیونسٹ پارٹی کے مسلم ارکان اسی مقصد

کو نے کر مسلم لیگ میں شریک ہوئے، جس سے انہیں صورتِ حال پہ کھنے اور فراہم کرنے میں مسلمانوں کے عوامی ذہن کی تائید مل رہی ہے۔

(۳) مسلمانِ ہندوستان نے انتخابی معرکہ کی سرکوبی ہی کو پاکستان کی جیت سمجھ لیا ہے۔ اور اپنی تمام تر توجہات اس پر لگا دی ہیں، حالانکہ بہت سے آزاد پاکستان خطرے میں ہیں۔ اور ان کی قومی زندگی مخدوش ہو چکی ہے۔

مزدور راج کے خداوند سٹالین کی گرسنہ آنکھیں بار بار دردہ دانیال کا مطالبہ کر رہی ہیں۔ اور ایران میں روسی استعماریت اپنا کھیل کھیلنے میں مصروف ہے۔

مسلمانوں کے بین اسلامی ذہن کا نتیجہ خلافت کی تحریک تھا۔ سامراجی طاقتوں کی بندر بانٹ پر سیخ پا ہونے والے کیمونسٹ آج روس کی اس شرمناک چیرہ دستی پر خاموش ہیں، اور ہندوستان میں مسلمان اقوام کے نعرۂ حق خود ارادیت کی حمایت کے پس پردہ آذربائیجانوں کے "حق خود مختاری" کی روسی تگ و تاز کو جائز ٹھہرایا جا رہا ہے۔

یعنی مسلمانوں کا بین اسلامی ذہن جس کا مظہر کبھی تحریک خلافت تھی، اول تو لیگ کے پاکستانی ذہن کی خود غرضی پر قربان ہو گیا، دوسرے کیمونسٹوں نے اس ذہن کے با لخیر خاتمہ ہی میں اپنی بین الاقوامی حکمت عملی کی سلامتی سمجھی۔ یہ کتنی بڑی خدمت ہے۔ کہ آج نہ برطانوی استعمار کے خلاف، اسلامی ممالک پر کوئی آواز موجود ہے۔ اور نہ روسی دراز دستیوں پر کوئی مؤثر احتجاج، غالباً کیمونسٹوں کے داخلہ مسلم لیگ کی یہ پہلی قیمت ہے۔ جو مسلم لیگ نے ان کی خدمات کے صلے میں اسلامی ممالک کے مسئلہ پر مجرمانہ چپ سادھ اختیار کر کے ادا کی ہے۔

(۵) کیمونسٹ پارٹی کی رائے ہے کہ اسلامی ممالک کے باشندے جس قسم کے حالات میں سے گذر رہے ہیں۔ ان میں فوری اشتمالیت کے امکانات بہت وسیع ہیں۔ مسٹر محمد شفیع مرحوم نے بھی گول میز کانفرنس میں ہندوستانی مسلمانوں کی معاشی حالت کے پیش نظر اس امر کی طرف اشارہ کیا تھا، ہندوستانی کیمونسٹ پارٹی کے "مسلمان" ارکان اپنے "دائرہ ہائے کار" میں ان امکانات کو قریب تر لانے اور "متوقع" "نتائج" پیدا کرنے کی دُھن میں منہمک ہیں۔

داخلی فائدہ۔ (۱) کیمونسٹوں کو اپنے مقاصد کی اشاعت کے لئے مطلوبہ اسٹیج مل گیا ہے۔

(۲) وہ اپنی خاص لائنوں پر دین سے خالی الذہن نوجوانوں کو تربیت دے رہے ہیں۔ اور ان میں تدریجاً اشتمالی رنگ پیدا کرنے میں ساعی ہیں۔

(۳) مذہبی رجحانات کے خلاف، حسب دلخواہ نئی پود میں زہر پیدا کر رہے ہیں۔ اور ہر دینی ادارہ ان کی زد پر ہے

(۴) مدیر "نوائے وقت" انہیں اچھے کارکن کہہ کر قبول کرنے پر آمادہ ہے۔ لیکن اشتمالیت کے یہ تخریبی دستے مسلمان نوجوانوں میں اپنا پورا اثر پیدا کر رہے ہیں اور بالارادہ معاشی سوچ کا ذہن پیدا کیا جا رہا ہے۔ جس ذہن کا مستقبل قریب و بعید میں ہندوستانی کیمونسٹ کے حق میں چلے جانا ایک طبعی امر ہے

(۵) کیمونسٹ لٹریچر کی بکثرت اشاعت کی جا رہی ہے۔ اور مسلمانوں کی صفوں میں گھس کر انہیں اپنے مخصوص طریقوں سے مسحور کیا جا رہا ہے۔

(۶) لینن کہتا ہے کہ دوسری جماعت میں شریک ہونے والے کامریڈوں کو ہمیشہ اپنے خاص الفاظ اور مقررہ

مصطلحات میں جوان کے ذہنی رجحان کی نمائندہ ہوتی ہے گفتگو کرنی چاہیئے تاکہ ان کا تصور دوسروں کے اذہان میں بھی راسخ ہو جائے۔ اور ظاہر ہے کہ زبان اپنی نوعی ساخت کی رو سے ایک خاص خیال پیدا کرتی ہے۔ اور مخصوص مصطلحات کا بار بار استعمال مخصوص شعور کی پرورش کرتا ہے میاں افتخار الدین اور دوسرے کمیونسٹ حضرات کی تقاریر اسی پالیسی ہی کا نمونہ ہیں۔

(۲) مسلم لیگ کے متقدر حصے کا دماغ دینی لحاظ سے بالکل تہی ہے۔ اور مذہب ایک پرائیویٹ معاملہ سمجھا جاتا ہے۔

رہا نوجوانان مکتب کا نقشہ جو نعرہ "پاکستان" کا ہراول دستہ ہیں۔ ان کی حالت بقول اقبال یہ ہے ؎

گرچہ مکتب کا جواں زندہ نظر آتا ہے
مردہ ہے مانگ کے لایا ہے فرنگی سے نفس

اس وضع کی نوجوان کھیپ کو "کیمونزم کی روسی ایجنسی" سے محفوظ رکھنا بعید محال ہے۔ اور پھر یہ جانتے ہوئے کہ عہد حاضر کا دین سے ناواقف نوجوان، انگریزی طرز تعلیم کے گہوارہ میں پل کر سماجی و معاشی مسائل کے سوچ اسی ڈگر پر چلے گا۔ جہاں سے کیمونزم کی الف بے شروع ہوتی ہے۔

کیمونسٹوں کو اپنے ماحول میں رہنے کی اجازت دینا اسلامی روح کا منتقلاً نقصان نہیں تو اور کیا ہے۔ اقبال مرحوم نے اسی بنا پر تو کہا تھا کہ ؎

وہ فریب خوردہ شاہیں جو پلا ہو کرگسوں میں
اسے کیا خبر کہ کیا ہے رہ و رسم شاہبازی

مجلس مرکزیہ حزب الانصار کا سولھواں ۱۶ سالانہ عظیم الشان اجتماع

علماء کرام کی روح پرور تقاریر اور چند اہم تجاویز

مورخہ ۱۵-۱۶-۱۷ مارچ بروز جمعہ ہفتہ، اتوار بمقام جامع مسجد بھیرہ کل ہند انصار تبلیغی کانفرنس کے عظیم الشان اجلاس منعقد ہوئے۔ جس میں ملک کے طول و عرض سے کئی ہزار مندوبین و سامعین شامل ہوئے۔ بانی حزب الانصار حضرت مولٰنا ظہور احمد بگوی نور اللہ مرقدہ کے انتقال کے بعد یہ پہلی سالانہ کانفرنس تھی۔ اس لئے اراکین حزب الانصار اور علاقہ کے مسلمانوں نے کانفرنس کو پُر رونق بنانے اور ہر طرح کامیاب کرنے کی پوری کوشش کی تھی بحمد اللہ تعالےٰ مولانا مرحوم کی یہ یادگار ہر لحاظ سے ترقی پذیر رہی۔ اور یہ سولھواں سالانہ اجتماع ہر جہت سے کامیاب ترین ہوا۔ پنجاب کے بکثرت علماء کرام، مشائخ عظام اور قائدین ملت نے اجلاس میں شریک ہو کر اپنے علمی اور روحانی فیوض و برکات سے حاضرین کو مستفیض فرمایا۔ مشائخ طریقت، علماء کرام اور مبلغین اسلام میں سے مندرجہ ذیل حضرات

رونق افروز اجلاس ہوئے۔

پیرزادہ مولانا محمد بہاء الحق صاحب قاسمی امرتسری، حضرت صاحبزادہ محبوب الرسول صاحب قبلہ۔ قاضی احسان احمد صاحب شجاع آبادی مولانا مفتی عطا محمد صاحب رتوی مولانا محمد حنیف صاحب سجادہ نشین کوٹ مومن۔ مولانا محمد علی صاحب جالندھر حضرت مولانا محمد بخش صاحب مدرس مدرسہ امینیہ دہلی۔ مولانا بشیر احمد صاحب پسروری مولانا درویش محمد صاحب۔ مولانا محمد اسمٰعیل صاحب خوشابی مولانا قاضی محمد اکرم صاحب قطبی ملتانی۔ مولانا لال حسین صاحب اختر۔ مولانا ملیتق الرحمٰن صاحب۔ مولوی امیر الدین صاحب جلال آبادی۔ مولانا سید منتصر شاہ صاحب۔ مولانا محمد حسین صاحب شوق۔ مولانا حبیب اللہ صاحب امرتسری۔ مولانا محمد کامل دین صاحب مولانا محمد عالم صاحب چھچوی۔ مولانا نور محمد صاحب۔ مولانا محمد حنیف صاحب لائل پوری مولانا قاضی عبد القادر صاحب۔ قاضی محمد رضا صاحب۔ مولانا محمد سرور صاحب مولانا حکیم محمد زبیر صاحب۔ حکیم حافظ ثناء اللہ صاحب حکیم مولوی عبد المجید صاحب سیفی۔ مولوی حافظ خان محمد صاحب۔ مولوی محمد عبید اللہ صاحب۔ مولوی محمد رفیق صاحب۔ مولوی محمد شریف صاحب۔ مولوی حافظ عبد الرحمٰن صاحب مولوی عبد الرشید صاحب۔ مولوی سید نذیر شاہ صاحب۔ مولوی محمد سعید صاحب میانوی مولوی سید محمد شاہ صاحب بھیروی۔ مولانا قاری عبد الرحیم صاحب لائل پوری۔ مولانا سراج الدین صاحب کاکاخیل مولانا شفیق اللہ صاحب۔ مولانا بشیر احمد صاحب ذوالنون۔ مولوی غلام یٰسین صاحب

اور دیگر کئی حضرات نے شرکت فرمائی۔

آلہ کبر الصوت کا انتظام کیا گیا تھا۔ مستورات کے لئے پردہ کا علیحدہ انتظام تھا۔ لنگر خانہ میں باہر سے تشریف لانے والے عام مہمانوں اور ہزارہا منتدین کے کھانے کا بلا معاوضہ انتظام کیا گیا تھا ہزارہا اشخاص کے قیام و طعام کا بندوبست حزب الانصار کی طرف سے کیا گیا تھا۔

۱۵ر مارچ بروز جمعہ پروگرام کے مطابق تمام اراکین حزب الانصار رضاکار اور عام مسلمان ہزاروں کی تعداد میں ۱۲ بجے اسٹیشن پر گئے۔ اور ۱۲ بجے کی گاڑی سے تشریف لانے والے علماء کرام کا نہایت شاندار استقبال کیا۔ اور وہاں سے ایک نہایت شاندار و بارونق جلوس روانہ ہوا۔ عمدہ اور مزین گھوڑوں پر سواروں کا ایک گروہ آگے آگے تھا۔ اس کے بعد مدرسہ قادریہ کے چھوٹے بچے تھے۔ اس کے بعد مدرسہ عزیزیہ کے طلبہ تھے۔ اس کے بعد حزب الانصار کے رضاکار تھے۔ جو مختلف جیوش میں تقسیم کئے گئے تھے جیش صدیقی۔ جیش فاروقی۔ جیش عثمانی۔ جیش حیدری اور ان کے بعد عام مسلمان نظم و ترتیب کے ساتھ جا رہے تھے۔ ان کے بعد آنے والے علماء کرام تانگوں میں سوار آ رہے تھے۔ اور ان کے بعد اونٹ تھے۔ یہ بارونق اور پرشوکت جلوس شہر کے بازاروں۔ اور جابجا مزین و خوبصورت تیار کئے ہوئے دروازوں سے گذرتا ہوا جامع مسجد پہنچا۔ اذان ہوئی اور مولانا مفتی عطا محمد صاحب رتوی نے نماز جمعہ پڑھائی۔

پہلا اجلاس نماز جمعہ سے فراغت کے بعد ۳ بجے سے لے کر ساڑھے پانچ بجے عصر تک پہلا اجلاس ہوا

تلاوت قرآن مجید اور نعت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے اول حضرت مولانا ظہور احمد بگوی رحمۃ اللہ علیہ کی روح مبارک کے ایصال ثواب کے لئے فاتحہ وسورۂ اخلاص پڑھا گیا۔ اس کے بعد مولانا مرحوم کے جانشین اور حزب الانصار کے موجودہ امیر مولانا الحاج افتخار احمد صاحب بگوی کے انتخاب کی تصویب اور تمام حاضرین جلسہ سے اس کی منظوری کی تحریک پیش کی گئی جو بالاتفاق منظور ہوئی۔ اس تحریک کو پیش کرتے ہوئے مولانا محمد بہاء الحق صاحب نے مختصر سی تقریر بھی ارشاد فرمائی۔ اور اس کے بعد بالاتفاق یہ فیصلہ بھی کیا گیا۔ کہ موجودہ کانفرنس کی صدارت کے بھی فرائض مولانا افتخار احمد صاحب ہی سرانجام دیں۔ چنانچہ آپ صدر جلسہ منتخب ہوئے۔ اور آپ نے افتتاحی تقریر کی۔ اور "عرض حال" کے نام سے مطبوعہ خطبۂ صدارت حزب الانصار کے اغراض ومقاصد اور تبلیغی کارنامے۔ اور مولانا مرحوم کی وفات کے بعد ایک سال کی روئداد سنائی۔ اور اس کی مطبوعہ کاپیاں حاضرین میں تقسیم بھی کی گئیں۔ آپ کے بعد مولانا امیر الدین صاحب جلال آبادی نے ولولہ انگیز اور مؤثر تقریر کی۔ لوگوں کو سکرات موت کے شدائد واہوال اور برے عقائد واعمال کے انجام بد سے ڈرایا۔

دوسرا اجلاس

رات کے ساڑھے نو بجے سے لے کر بارہ بجے تک رہا۔ جس میں قاضی احسان احمد صاحب شجاع آبادی نے اپنے ارشادات عالیہ سے حاضرین کو مستفیض فرمایا۔ اور قرآن پاک کی آیات وشواہد سے ثابت کیا۔ کہ کتمان حق اور احکام دینی کا اخفاء ایک سخت ترین جرم ہے۔ اور اسی کی وجہ سے قوموں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت اور خدائی غضب نازل ہوا کرتا ہے۔

تیسرا اجلاس

بروز شنبہ ۹ بجے سے شروع ہو کر ۲ بجے تک جاری رہا۔ تلاوت قرآن مجید اور نعتیہ نظموں کے بعد مولوی حبیب اللہ صاحب امرتسری نے تقریر فرمائی۔ قاضی احسان احمد صاحب نے کمیونزم اور روس کی موجودہ غاصبانہ اور ظالمانہ روش کے خلاف مدلل اور پرجوش تقریر کی۔ اور روسی سازشوں اور ہندوستان میں روس کے ایجنٹوں کی موجودہ کارگذاریوں اور مختلف لباسوں میں جلوہ گر ہو کر کمیونزم پھیلانے کا ذکر کیا۔ اور آخر میں وہ تجویز پیش کی جو آئندہ سطور میں آپ ملاحظہ فرمائیں گے۔ آپ کے بعد مولوی امیر الدین صاحب جلال آبادی نے دو گھنٹے تقریر کی۔ اور حاضرین کو محظوظ کیا۔

چوتھا اجلاس

تین بجے سے ساڑھے پانچ بجے تک جاری رہا۔ مولانا بشیر احمد صاحب پسروری۔ مولانا محمد حنیف صاحب سجادہ نشین کوٹ مومن۔ مولانا محمد بہاء الحق صاحب قاسمی۔ مولانا سیاح الدین صاحب کاکاخیل نے تجاویز پیش کیں۔ اور ہر ایک نے اپنی تجویز کی توضیح وتشریح کے طور پر تقریر فرمائی۔ پھر مولوی عتیق الرحمن صاحب نے مرزائیت کی تردید میں ایک مدلل تقریر فرمائی۔ اور آخر میں امیر حزب الانصار مولانا افتخار احمد صاحب بگوی نے مختصر تقریر فرما کر نماز عصر کے لئے اجلاس کو برخاست کر دیا۔

پانچواں اجلاس

ساڑھے نو بجے رات سے ساڑھے

بارہ بجے تک جاری رہا۔ تلاوت کلام اللہ اور نعتیہ نظموں کے بعد مولانا محمد اسمٰعیل صاحب خوشابی نے اطاعت رسول کے موضوع پر بہترین علمی تقریر فرمائی۔ آپ کے بعد مولانا محمد علی صاحب جالندھری نے دو گھنٹہ پر جوش تقریر فرما کر لوگوں کو مستفید کیا۔ آپ نے تاریخی واقعات کی روشنی میں ثابت کیا۔ کہ جب سے انگریز ہندوستان میں آئے ہیں اس وقت سے لے کر اب تک ہر زمانہ میں انگریزوں نے اور انگریز مزاج دیسیوں نے علماء کرام کی جماعت حقہ کو مٹانے اور ہر طریقہ سے ان کو ذلیل وخوار کر کے نیست و نابود کرنے کی کوشش کی ہے۔ لیکن علماء کرام نے ہزار ہا تکلیفیں برداشت کر کے اور ان کی ہر طرح کی ذلتوں اور رسوائیوں کو قبول کر کے اپنی اسلامی روایات کو اسلامی تہذیب کو اسلامی علوم کو اور اسلامی آثار ونقوش کو محفوظ رکھا۔ حکومت نے ہر طرح سے ان سے بے اعتنائی برتی۔ معاش اور فراغ خاطر سے روٹی ملنے کے تمام راستے ان کے لئے مسدود کئے گئے۔ تاکہ علماء مجبور ہو کر اپنے مدارس اور دینی علوم کو چھوڑ کر کالجوں اور یونیورسٹیوں کی طرف انگریزی تعلیم اور انگریزی تہذیب وتمدن کی طرف مائل ہو جائیں مگر انہوں نے بھوک پیاس کی شدت برداشت کی۔ ان کی روزی پراگندہ رہی لیکن انہوں نے کسی حالت میں دین کو نہیں چھوڑا۔ مولانا موصوف کی یہ تقریر نہایت مؤثر تھی۔ اور ایک ایک حرف تیر ونشتر کا کام دینے والا تھا۔

چھٹا اجلاس بعد از مارچ بروز یکشنبہ کو ۹ بجے سے شروع ہو کر ڈیڑھ بجے تک رہا۔ مولانا مفتی عطا محمد صاحب ریاستی، مولانا محمد حسین صاحب شوق ہیلانوی، مولوی قطبی صاحب ملتانی۔ اور مولوی الیاسین صاحب اختر نے اپنی تقاریر سے حاضرین کو مستفیض فرمایا۔

ساتواں اجلاس بعد از نماز ظہر ۳ بجے سے شروع ہو کر ساڑھے پانچ بجے تک رہا۔ جس میں مولانا درویش محمد صاحب نے شیعیت کی تردید میں ایک مؤثر و دلنشین تقریر فرما کر حاضرین کو محظوظ کیا۔ آپ کے بعد قاضی احسان احمد صاحب نے آخری پر جوش اور ولولہ انگیز تقریر فرما کر حاضرین کو مسحور کر دیا۔ آپ کی تقریر کے بعد آخری دعا مانگی گئی۔ امیر حزب الانصار مولانا افتخار احمد صاحب نے حضرات علمائے کرام اور آنے والے تمام مہمانوں اور حاضرین جلسہ کا شکریہ ادا کیا۔ اور پھر بخیر و عافیت کامیابی کے ساتھ جلسہ کے ختم ہونے پر اللہ تعالے کا شکریہ ادا کر کے کانفرنس کے اختتام کا اعلان کر دیا۔

ہنگامہ خیز قراردادیں

حزب الانصار کی اس عظیم الشان سالانہ تبلیغی کانفرنس میں مندرجہ ذیل تجاویز بالاتفاق پاس ہوئیں۔

(۱) اراکین و معاونین حزب الانصار کا یہ سالانہ اجتماع مولانا ظہور احمد بگوی مرحوم کے انتقال پر نہایت رنج اور الم کا اظہار کرتا ہے۔ اور ان کی عظیم الشان دینی خدمات اور اعلائے کلمۃ الحق کا اعتراف کرتا ہے۔ اور بارگاہ رب العزت میں دعا کرتا ہے کہ مولا کریم مرحوم کی ان دینی خدمات کو قبول فرمائے اور ان کو جنت الفردوس عطا فرمائے۔

نیز (ب) مولانا ظہور احمد مرحوم کی جانشینی کے
لئے مولانا افتخار احمد صاحب کے انتخاب کو متفقہ
طور پر منظور کرتا ہے۔ اور متفقہ طور پر حزب الانصار
کا امیر تسلیم کرتا ہے اور مولانا افتخار احمد صاحب
بگوی کو پوری پوری اعانت و معاونت کا یقین
دلاتا ہے

نیز (ج) اور حزب الانصار کے اغراض و مقاصد کا
جو ۲۳ جمادی الاولیٰ ۱۳۴۹ھ مطابق اکتوبر
۱۹۲۹ء میں وضع کئے گئے تھے۔
اعادہ کرتا ہے۔ اور ان کی پابندی کا متفقہ طور پر
عہد کرتا ہے۔

اغراض و مقاصد

(۱) اندرونی و بیرونی حملوں سے اسلام کا تحفظ
(۲) تبلیغ و اشاعت اسلام
(۳) اصلاح رسوم بہ اتباع شریعت اسلامیہ
(۴) احیاء و اشاعت علوم دینیہ

نیز (د) اغراض و مقاصد کے حصول و تکمیل کے
لئے جو طریق کار مولانا مرحوم نے تجویز کیا تھا۔ اجلاس
حاضرہ کا یہ اجتماع اس کو مستحسن سمجھتا ہے! اور اس
کے تواصل و تعاون کے لئے مولانا افتخار احمد صاحب
موجودہ امیر حزب الانصار کے ساتھ تجدید عہد کرتا
ہے۔

محرک۔ مولانا محمد بہاء الحق قاسمی امرتسری
مویدین۔ مولانا محمد حنیف صاحب سجادہ نشین کوٹ مومن
و حکیم عبد المجید صاحب سیفی۔ اور دوسرے حاضرین مجلس علماء
کرام۔

(۲) مجلس مرکزیہ حزب الانصار کا یہ سالانہ اجتماع
مولوی دوست محمد صاحب مبلغ حزب الانصار
اور مولانا احمد یار صاحب مرحوم مبلغ حزب الانصار
کی وفات پر رنج و الم کا اظہار کرتا ہے۔ اور بارگاہ
رب العزت میں دعا کرتا ہے کہ خداوند قدوس
ان کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے۔ نیز ان کے
پسماندگان سے ہمدردی کا اظہار کرتا ہے۔

حکومتِ روس پر لعنت

(۳) مجلس مرکزیہ حزب الانصار بھیرہ کا یہ عظیم الشان
اجتماع حکومتِ روس کی اس روش پر جو اس نے
ایران اور ٹرکی اور عراق کے متعلق اختیار کر رکھی
ہے دلی اضطراب اور تشویش کا اظہار کرتا ہے۔
اور حکومتِ روس کی اس مسلم آزار روش کی
مذمت کرتا ہوا دعا کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسلامی
ملکوں کو اغیار کی دستبرد سے محفوظ رکھے۔

محرک:۔ قاضی احسان احمد صاحب شجاع آبادی۔
مؤید:۔ حکیم عبد المجید صاحب سیفی

برطانیہ اور امریکہ کی یہود نواز پالیسی کی مذمت

(۴) حزب الانصار کا یہ عظیم الشان جلسہ فلسطین کے متعلق
عربوں کے مطالبات کو حق بجانب سمجھتا ہے اور حکومتِ
برطانیہ و حکومت امریکہ کی یہود نواز پالیسی کی پرزور
مذمت کرتا ہوا ان حکومتوں سے مطالبہ کرتا ہے
کہ وہ اس پالیسی کو جلد از جلد ترک کر کے مسلمانان
عالم کی بڑھتی ہوئی بے چینی کو دور کریں۔

محرک۔ مولانا بشیر احمد صاحب پسروری
مؤید۔ مولانا درویش محمد صاحب ناظر اسلام

مسلم لیگ سے مطالبہ

(۵) حزب الانصار بھیرہ کا یہ عظیم الشان نمائندہ اجتماع مسلم لیگ سے مطالبہ کرتا ہے کہ وہ لیگ سے کمیونسٹ (دہریوں) اور مرزائیوں اور ان لوگوں کو جنہوں نے تبرا ایجی ٹیشن میں تبرائیوں کو امداد دی تھی خارج کر کے اہل حق کو مطمئن کرے

محرک۔ مولانا محمد حنیف صاحب سجادہ نشین کوٹ مومن

مؤید:۔ حکیم عبدالمجید صاحب سیفی

تحریک مدح صحابہ کی حمایت

(۶) حزب الانصار بھیرہ کا یہ عظیم الشان اجتماع مدح صحابہ کے سلسلہ میں مسلمانان لکھنؤ کی گرفتاری پیران کی خدمت میں ہدیہ مبارکباد پیش کرتا ہوا حکومت یو۔ پی سے مطالبہ کرتا ہے کہ وہ مسلمانوں کے اس جائز و معقول مذہبی و اخلاقی حق کو تسلیم کر کے دانشمندی کا ثبوت پیش کرے۔

محرک۔ مولانا محمد بہاء الحق صاحب قاسمی

مؤید۔ مولانا لال حسین صاحب اختر

دینی جبری تعلیم طباعت قرآن وغیرہ

(۷) مجلس مرکزیہ حزب الانصار کا یہ عظیم الشان سالانہ نمائندہ اجتماع حکومت پنجاب کے سامنے اپنے ان چار مطالبات کا اعادہ کرتا ہے۔ جو کئی سال سے پیش کئے جا رہے ہیں۔

(الف) جس سکول میں ۵۰ فیصدی سے زائد مسلم طلبہ ہوں۔ وہاں مسلمان بچوں کی ابتدائی مذہبی تعلیم کا انتظام سرکاری خرچ پر کیا جائے۔

(ب) قرآن کی طباعت و اشاعت بحق مسلمانان مخصوص کر کے قرآن کے احترام کے لئے بھی قانون نافذ کیا جائے۔

(ج) جمعہ کے روز مسلم ملازمین کے لئے نماز جمعہ کے لئے کم از کم تین گھنٹے کی تعطیل ہونی چاہیئے

(د) ضلع ایکٹ کے مقدمات کے فیصلہ کے لئے مسلم ججوں کا تقرر کیا جائے۔

محرک۔ مولانا عبد سباح الدین صاحب کاکاخیل

مؤید۔ حافظ حکیم ثناء اللہ صاحب لاہوری

علماءِ ملّت کی حق گوئی

کارِ جواں مرداں حق گوئی و بے باکی
اللہ کے بندوں کو آتی نہیں روباہی

(از مولوی محمد امین صاحب جھنگوی)

تاریخ کی ورق گردانی سے پتہ چلتا ہے کہ زمانۂ سابق میں علمائے حق نے تیر و خنجر کے سایہ میں اعلان کرتے ہوئے اسلامی حکم امر بالمعروف کو ہمیشہ قائم رکھا ہے جب کہیں شہنشاہِ وقت یا اور کسی ذی رعب ہستی سے فعلِ نمایاں دیکھتے تو برسرِ دربار ورثۃ الانبیاء تیغ براں بن کر کلمۂ حق تیغ و خنجر کے سایہ میں کہتے ہوئے شاہِ وقت کو متنبہ کر دیتے اور الساکت من الحق شیطان اخرس کا موجب نہ بنتے۔ وضاحت کے لئے دو چار مثالیں پیش کرتا ہوں۔

حضرت معاویہؓ نے جب مدینہ کی طرف بیعت یزید کے لئے خط لکھا۔ کہ یزید کو میرے بعد خلیفہ مان لو۔ تو عبدالرحمٰن بن ابی بکر نے قاصد کو برجستہ جواب دیا اتدعون الی الملک قلیتہ کیا ہرقل کے قانون کی طرف دعوت دیتے ہو۔ اور خلافت کو ورثہ قرار دے کر یزید کو امیر المومنین کہلواتے ہو۔ ہم ہرگز ماننے کے لئے تیار نہیں خلیفہ بالمشاورۃ ہوگا۔ خلافت کی حق دار اگر اولاد ہوتی تو حضرت صدیق اپنے صاحبزادے کو حضرت عمر عبداللہ کو جانشین قرار دیتے بنوامیہ کے عہد میں اکابر محدثین خلفاء کو غلطیوں سے روکنے کے عوض قید و بند ترک موالات برداشت کیں لیکن کلمۂ حق کانوں میں پہنچا کر رہے۔ حضرت سعیدؒ بن مسیب تابعی نے ایک دفعہ خلیفہ شام کے قاصد کو کہا بنوامیہ کو تم کس حال میں چھوڑ آئے ہو۔ کہا اس حال میں نہیں چھوڑا کہ وہ لوگوں کو بھوکا رکھتے ہیں۔ اس حق گوئی کا ان کو یہ صلہ ملا کہ موسم سرما میں بدن پر ٹھنڈا پانی ڈال کر درے لگوائے گئے۔ قید کیا گیا۔ اہل شہر کو ترک موالات پر مجبور کیا گیا۔ اسی اثنا میں قاصد شاہی فرمان لے کر حاضر ہوتا ہے۔ آپ اس کو لے کر بکری کے منہ میں دے دیتے ہیں۔ بکری چبا جاتی ہے۔ فرماتے ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے ۱۳۲ھ میں جب زمانہ نے کروٹ بدلی شام اجڑ کر عراق آباد ہوا۔ حکومت کی باگ ڈور بنوامیہ سے بنو عباس کے ہاتھ میں آئی۔ سادات عظام نے حجاز میں علم خلافت بلند کیا۔ منصور عباسی کے مظالم کی پرواہ نہ کرتے ہوئے سراج الائمہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے فتویٰ دیا کہ منصور کی بیعت شرعاً ناجائز ہے۔ امالی عالی مقام اس بات سے آگاہ تھے کہ یہ وہی ہیں جنہوں نے بنوامیہ کی قبروں میں بھی آرام سے نہ سونے دیا۔ ان کی ہڈیاں جلا کر راکھ کر دیں۔ لیکن حق بجانب سادات عظام دیکھتے ہوئے فتویٰ شائع کر دیا۔ سادات کی ناکامیابی کے بعد جب منصور دوبارہ ملک پر قبضہ کرتا ہے تو سب سے پہلے امام صاحب کو دربار میں بلوا کر منصب قضا پر مجبور کرتا ہے۔ امام صاحب انکار کرتے ہیں۔ انکار کی آڑ لے کر امام صاحب کو قید خانہ کی تنگ و تاریک کوٹھڑی میں محبوس

کرتا ہے۔ پورے چار برس امام اس کال کوٹھڑی میں گذارتے ہیں۔ یہ اسی فتویٰ کا صلہ تھا۔ جو امام صاحب نے منصور کے خلاف دیا تھا۔ کیا شیخ سعدی کا واقعہ آپ کی نظر سے نہیں گذرا۔

بلا کو جیسے فرمانروا کو بر سر دربار ظالم کہنے سے نہیں جھجکتے۔ جس کا ظلم اس کے نام سے ظاہر ہے۔ اور دنیا اب اس کے نام سے بھی ڈر رہی ہے۔ ابن تیمیہ نے سلطان آنا قان پر اس کے دربار میں بیٹھ کر لعنت بھیجی۔ مولانا شمس الدین نے سلطان شمس الدین کے دربار میں کھڑے ہو کر بے باکی کے ساتھ دعائے ہلاکت کی۔ آپ کو حطیط کے الفاظ یاد نہیں۔ جس نے حجاج جیسے ظالم فرمانروا کو بر سر دربار کہا۔ کہ تو دنیا میں سب سے بڑا خدا کا دشمن ہے۔ کیا امام شافعیؒ کا واقعہ یاد نہیں۔ منصور کے ناک پر مکھی بیٹھتی ہے۔ امام سے مخاطب ہو کر کہتا ہے خدا جانے یہ کس لئے پیدا کی گئی ہے۔ امام صاحب نے برجستہ ہو کر جواب دیا کہ ظالموں کا غرور توڑنے کے لئے۔

ذیل میں لسان الحق امام احمد بن حنبل کا واقعہ بادنیٰ تفصیل پیش کرتا ہوں۔ تاکہ آپ کو صحیح طور پر معلوم ہو جائے کہ دنیا میں یہ ایک ہی ایسا فرقہ ہے۔ جس نے دنیا کے خوفناک ترین سزاؤں اور مہلک ترین انسانوں کے سامنے کلمۂ حق کا فرض ادا کیا۔ جب ۲۱۸ھ میں مامون نے دنیا کے علماء سے منوانا چاہا کہ قرآن مخلوق ہے۔ جن بزرگوں نے عزم و استقلال کے ساتھ مامون کی مخالفت کی۔ ان سب میں سے پہلا نمبر امام صاحب کا ہے۔ مامون نے والی بغداد کو خط لکھا۔ علماء بغداد سے اس عقیدہ کے متعلق امتحاناً پوچھا جائے۔ والی کے سوال کے جواب میں امام صاحب نے فرمایا میں تو صرف یہ جانتا ہوں کہ خدا کا کلام ہے اور بس۔ والی بغداد نے مامون کو یہ خط بایں مضمون تحریر کیا۔ مامون نے کہا۔ امام صاحب کو پابہ زنجیر کر کے دربار میں بھیج دو۔ امام کے پہنچنے سے پہلے مامون کا انتقال ہو جاتا ہے معتصم مسند خلافت پر متمکن ہوتا ہے (وہ بھی اس عقیدہ میں بھائی سے کم نہ تھا) معتصم نے مناظرہ کے لئے علمائے معتزلہ کو بلوا کر امام صاحب سے مناظرہ کرایا۔ (تفصیلاً رسائل مولانا ابو الکلام آزاد کا مطالعہ کریں) امام صاحب نے مسئلہ کو بدلائل واضح کر دیا لیکن معتصم کے سر میں نشۂ حکومت تھا۔ کہا یا اقرار کرو یا جیل خانہ منظور کرو۔ امام نے قید کو اقرار پر ترجیح دیتے ہوئے مع دو بیڑیوں کے جیل خانہ میں جلوہ افروز ہوئے معتصم نے جب اس حالت میں بھی مقر نہ پایا تو چار بیڑیوں کا حکم دیا۔ جب امام نے اس سزا کی بھی پرواہ نہ کی۔ تو معتصم نے آخری فیصلے کے لئے دربار میں بلایا۔ امام صاحب کو حاضری کے لئے اونٹ پر بٹھایا گیا۔ پاؤں میں اتنی بوجھل زنجیریں تھیں۔ فرماتے ہیں مجھے ڈر تھا کہ منہ کے بل زمین پر نہ گر پڑوں۔ دربار میں ننگی تلواروں کے نیچے پوچھا گیا فرمایا مجھے کتاب و سنت کے بغیر اور کوئی چیز قبول نہیں۔ آخری فیصلہ دربار سے کوڑوں کا ہوتا ہے۔ امام کا جسم اقدس ننگا کر کے جلاد کوڑا مارتا ہے۔ پہلے پر فرمایا بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ دوسرے پر لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔ تیسرے پر القرآن کلام اللہ غیر مخلوق۔ چوتھے پر لن یصیبنا الا ما کتب اللہ اس طرح ہر کوڑے پر آیت پڑھتے جاتے تھے۔ عین اسی حالت میں امام صاحب کا ازار بند کھل کر ڈھیلا ہو جاتا ہے۔ آسمان کی طرف منہ کر کے کہتے ہیں۔ خدایا اگر میں حق پر ہوں تو مجھے بے پردہ نہ کر۔ ازار کھلنے سے رک جاتا ہے بیہوشی کے

عالم میں زمین پر گر پڑتے ہیں۔ یہ وہ دن کے ساتھ جسم اقدس کو روندا جاتا ہے۔ یہ تھا عزم راسخ اتنے مصائب کی برداشت کی لیکن حق سے انحراف نہ کیا۔ قید و بند کی سختیاں جھیلیں۔ کوڑوں کو سہا لیکن حق کا دامن نہ چھوڑا۔ اسلام کی آن کو بٹہ آن نہ کیا۔ بالآخر جب ۲۴۱ھ میں انتقال ہوتا ہے آٹھ لاکھ مرد بیس ۶۰ ہزار عورتیں شریک جنازہ ہوتے ہیں۔ گلیوں میں قدم رکھنے کی جگہ نہیں ملتی۔ یہ نظارہ دیکھ کر اسی دن بیس ہزار یہودی نصرانی مسلمان ہوتے ہیں

ہر کہ حق باشد چو جاں اندر تنش
خم نگردد پیش باطل گردنش
خوف را در سینۂ او راہ نیست
خاطرش مرعوب غیر اللہ نیست
پیش فرعونے سرش افگندہ نیست
ماسوائے اللہ را مسلماں بندہ نیست

کیا خاک کربلا کا ذرہ ذرہ اس بات کی شہادت نہیں دے رہا کہ حق باطل کے سامنے سر دے دیتا ہے لیکن جھکا نہیں کرتا ہے

سر داد نہ داد دست در دست یزید
حقا کہ بنائے لا الہ است حسین (اجمیری)

کٹا کر گردنیں دکھلا گئے وہ کربلا والے
کبھی بندے کے آگے جھک نہیں سکتے خدا والے

علمائے سلف نے دنیا میں اس بات کا سکہ جما دیا کہ دنیا میں خدا تعالیٰ کے ایسے بزرگ ہیں۔ جو دنیا کے ہلک ترین مسئلہ قید خانہ کی کوٹھڑی جلا وطنی محرومی مال و ملک کے خوف سے حق کہنے سے باز نہیں آتے دنیا کے مصائب بخوشی گوارہ کرتے ہیں۔ لیکن حق نہیں چھپاتے۔

آخیر میں اقبال کے دو شعروں پر اکتفا کرتا ہوں۔

ع

لہو فقیروں کا سوز یقیں سے تھا جب گرم
وہ نوچتے تھے گریباں بادشاہوں کے
رہی نہ سینے میں جب سے حلاوتِ ایمان
سمٹ کے رہ گئے گوشوں میں خانقاہوں کے

تبلیغی کتابیں

کشف التلبیس مصنفہ مولانا سید ولایت حسین شاہ صاحب دیوری. یہ کتاب شیعوں کے مشہور رسالہ نور ایمان کے جواب میں لکھی گئی ہے شیعوں کا یہ رسالہ لاکھوں کی تعداد میں طبع ہو کر ہزارہا سُنّی نوجوانوں کی گمراہی کا باعث بن چکا ہے شیعہ رؤسا کی طرف سے سنیوں میں مفت تقسیم ہوتا رہتا ہے شیعوں کی اس ظلمت کفر کا عقلی و نقلی دلائل سے تہذیب پیرایہ میں بلیغ رد اس کتاب میں موجود ہے شیعوں کے تمام مطاعن و اعتراضات کے جوابات دیئے گئے ہیں قیمت حصہ اول ۴ر دوم ۴ر حصہ سوم ۴ر مکمل طلب کرنے پر ۱۰ر محصولڈاک علاوہ۔

برق آسمانی جس میں مرزائے قادیان کے اپنے قلم سے اس کے اپنے سوانح عقائد و عبادات و معاملات و کارنامے تفصیل کے ساتھ درج کئے گئے ہیں. علاوہ ازیں خلیفہ نورالدین و مرزا محمود کے سوانح حیات اور ان کے عقائد وغیرہ بیان کرنے کے بعد حیات مسیح کے مسئلہ پر عقلی و نقلی دلائل جمع کئے گئے ہیں. اس کتاب نے مرزائیوں کا ناطقہ بند کر دیا ہے ۔ ۸ر

جریدہ شمس الاسلام کا شیعہ نمبر المعروف

صور اسرافیل جو اگست سنہ میں شائع ہو کر خراج تحسین حاصل کر چکا ہے. اس میں بڑی خوبی یہ ہے کہ شیعہ صاحبان کے حق میں کہیں سخت الفاظ استعمال نہیں کئے گئے مختلف زمانے گوناگوں حوالوں اور ان کی مستند کتابوں اور غیر مسلم مصنفین کی تحریروں سے ناقابل تردید مختصر اور جامع الفاظ میں نقشہ کھینچا گیا ہے. اور جس میں مدح صحابہ و تبرا پر قرآن مجید احادیث نبی کریم اقوال ائمہ، سادات، صوفیائے کرام کے ارشادات اور عقلی و نقلی براہین سے مکمل روشنی ڈالی گئی ہے۔ اور اسلامی جرائد و اکابر ملک کے افکار و آراء کے اقتباسات کے علاوہ سیزدہ صد سالہ اسلامی تاریخ میں سے تبرا بازی کے ہولناک تاریخ بیان کئے گئے ہیں. حجم ۱۲۲ صفحہ قیمت ۸ر محصولڈاک صرف چند نسخے باقی رہ گئے ہیں۔

تازیانہ نقشبندیہ مؤلفہ مولانا حکیم حافظ عبدالرسول صاحب بکھروی اس کتاب میں مرزائے قادیانی کے اُن اعتراضات کا مدلل جواب دیا گیا ہے. جو اس نے صوفیائے کرام پر کئے تھے. قیمت صرف ۴ر علاوہ محصولڈاک۔

اجتناب الحنفیہ اس رسالہ میں صدہا علمائے اسلام کے فتاوی جمع کئے گئے ہیں. جن میں دلائل واضح اور براہین قاطع سے فرقہ رافض و مرزائیہ کا ارتداد اور رافضی و مرزائی سے سنی عورت کا نکاح ناجائز ثابت کیا گیا ہے. حجم ۱۰۰ صفحہ قیمت ۴ر

قاتلان حسین اس میں نہایت محققانہ طریقہ سے حضرات شیعہ کی معتبر کتابوں کی مستند روایات سے ثابت کیا گیا ہے کہ رسول خدا کے نواسے اور حضرت علی کے لخت جگر سیدنا حضرت حسینؓ کو کربلا میں بلا کر طرح طرح کے مظالم میں مبتلا اور نہایت بے رحمی سے شہید کرنے والے شیعہ اور پیشوایان مذہب شیعہ تھے: اس کتاب کو ضرور دیکھئے تاکہ شیعوں کی شیعیت کی حقیقت کھل جائے. صفحات ۹۶ کتابت دلفریب. طباعت دیدہ زیب. کاغذ دبیز. قیمت صرف دس آنہ علاوہ محصولڈاک۔

تحفہ مرزائیہ یعنی جریدہ شمس الاسلام کے دسمبر ۱۹۳۲ء کا ایڈیشن. جو قادیان نمبر کے نام سے موسوم ہوا تھا. اس میں نہایت عمدہ مضامین قادیانیوں کے رد میں

درج ہوئے ہیں. قیمت ۴ر

حقیقت تشیع | مؤلفہ پیر قطبی شاہ صاحب. مذہب شیعہ کے سربستہ رازوں کا انکشاف. فی سینکڑہ پانچ روپے. فی نسخہ ۱ر

ہدایات القرآن | عیسائیوں کے مشہور رسالہ حقائق قرآن کا بلیغ رد نیز اسی رسالہ کے ذریعہ مرزائیوں کے مغالطات بھی دور ہو سکتے ہیں. عیسائی لاکھوں کی تعداد میں حقائق قرآن کو ہر سال مفت تقسیم کرتے ہیں لہٰذا ہدایات القرآن کی وسیع اشاعت نہایت ضروری ہے. فی نسخہ ۱ر

کتاب تحقیق المرام فی منع القرأۃ خلف الامام | تصنیف لطیف حضرت مولانا مفتی پیر غلام رسول صاحب قاسمی امرتسری رحمۃ اللہ علیہ اس میں حضرت مصنف مرحوم نے حنفی مذہب کی تائید کرتے ہوئے امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ پڑھنے پر قوی دلائل پیش کئے ہیں. قیمت ۸ر علاوہ محصولڈاک.

رسالہ خیر جاری در ردِ مذہب خاکساری | از تصنیف پیرزادہ مولانا محمد بہاء الحق صاحب قاسمی امرتسری.

قیمت ایک آنہ (۱ر)

مظلوم قوم | تصنیف مولوی محمد بخش صاحب مسلم بی. اے اس کتاب میں مصنف نے اچھوتوں پر ہندوؤں کے مظالم اور اسلامی مساوات و اسلامی تعلیمات کو مؤثر پیرایہ میں بیان کرکے اچھوتوں کو اسلام کی دعوت دی ہے۔

قیمت ۵ر علاوہ محصولڈاک

اسلامی جہاد | راولپنڈی میں فوج محمدی کے عظیم الشان کیمپ منعقدہ ۸-۹-۱۰ دسمبر ۱۹۴۲ء میں انصار سپاہیوں سے آلہ مکبر الصوت پر خطاب. جس میں اسلامی جہاد کی حقیقت اور فوج محمدی کے نصب العین کو واضح کیا گیا ہے. اور عہد حاضرہ کی بعض نمائشی عسکری تنظیموں پر بے لاگ تبصرہ کیا گیا ہے. از حضرت مولانا ظہور احمد صاحب بگوی امیر مجلس مرکزیہ حزب الانصار بھیرہ قیمت. ۲ر علاوہ محصولڈاک

مشرقی فتنہ | علامہ عنایت اللہ مشرقی کے کفر پرور خیالات پر لاجواب تنقید از قلم جناب سید ابوالاعلیٰ صاحب مودودی مدیر ترجمان القرآن.
قیمت فی نسخہ ۲ر علاوہ محصولڈاک

ضربِ کاری بر مذہب خاکساری | علامہ عنایت اللہ مشرقی کے عقائد اور اس کی تحریک خاکساری کے متعلق علماء مصر و بیت المقدس وٹرکی و مکہ معظمہ کے حنفی، شافعی، مالکی اور حنبلی علمائے کرام کے فتاویٰ کا مجموعہ قیمت فی نسخہ ۲ر محصول علاوہ۔

خاکساری فتنہ | خاکساری لعنت کے خلاف یہ پہلی کتاب ہے جس نے ہندوستان کے علماء کرام کو بیدار کیا. جس کو پڑھ کر ہزاروں مسلمانوں کا ایمان مشرقی علامہ کی دستبرد سے محفوظ ہوا. اور جس کو دیکھ کر خاکساروں کی جماعت کثیر نے خاکساریت سے توبہ کر لی. اس کتاب کی مقبولیت عامہ کا اندازہ اس واقعہ سے ہو سکتا ہے کہ تین سال کے عرصہ میں چار دفعہ ہزاروں کی تعداد میں چھپ چکی ہے. از مولانا پیرزادہ محمد بہاء الحق قاسمی قیمت فی نسخہ ۲ر محصولڈاک ۱ر

ملنے کا پتہ منیجر جریدہ شمس الاسلام بھیرہ (پنجاب)

Registered No. L. 2650 December, 1945

شمس الاسلام

SHAMS-UL-ISLAM, BHERA

Printed at the Manohar Press, Sargodha & Published from the Office of "Shamas-ul-Islam, Bhera, (Pb.) by M. Ghulam Hussain, Editor, Printer & Publisher.

بیادگار رئیس ملت حضرت مولانا الحاج ظہور احمد صاحب بگوی رحمۃ اللہ قدس سرہ

زیر ہدایت مولانا الحاج افتخار احمد صاحب بگوی امیر حزب الانصار بھیرہ (پنجاب)

سالانہ چندہ	
معاونین سے	۵ر
غیر ممالک سے	للعہ

سالانہ چندہ	
عوام سے	[illegible]
طلبہ سے	[illegible]

منجانب

حزب الانصار بھیرہ (پنجاب)

اللہ کے دین کے مددگاروں کا گروہ

اغراض و مقاصد (۱) اندرونی و بیرونی حملوں سے اسلام کا تحفظ، تبلیغ و اشاعت اسلام (۲) اصلاح رسوم باتباع شریعت اسلامیہ، احیاء و اشاعت علوم دینیہ

طریق کار (۱) جریدہ شمس الاسلام کا اجراء (۲) دار العلوم عزیزیہ جامع مسجد بھیرہ جو اپنے مختلف شعبوں کے ذریعہ اسلام کی بہترین خدمت انجام دے رہا ہے (۳) مبلغین کے ذریعہ ملک کے طول و عرض میں اسلامی زندگی پیدا کی جا رہی ہے (۴) عظیم الشان سالانہ کانفرنس (۵) امیر حزب الانصار کا مبلغین کے ہمراہ سالانہ تبلیغی دورہ (۶) یتیم خانہ (۷) کتب خانہ (۸) جامع مسجد بھیرہ کی مرمت (۹) مسلم نوجوانوں کی تنظیم

جریدہ کے قواعد و ضوابط

۱۔ رسالہ انگریزی ماہ کی ۱۱ تاریخ کو پابندی وقت سے شائع ہوتا ہے۔ مضامین ہر ماہ کی پندرہ تاریخ کو وصول ہونے چاہئیں۔ مدیر کا مضمون نگار صاحبان کی رائے کے ساتھ متفق ہونا ضروری نہیں ہے۔

۲۔ ارکان حزب الانصار کے نام جریدہ مفت بھیجا جاتا ہے۔ چندہ رکنیت کم از کم چار آنہ ماہوار یا تین روپیہ سالانہ مقرر ہے۔

۳۔ عام سالانہ چندہ عمر معاونین سے صر طلبہ سے ۲ر مقرر ہے۔ نمونہ کا پرچہ ۲ کے ٹکٹ موصول ہونے پر بھیجا جاتا ہے۔

۴۔ رسالہ باقاعدہ جانچ پڑتال کے بعد بذریعہ ڈاک بھیجا جاتا ہے۔ بعض رسائل راستہ میں تلف ہو جاتے ہیں۔ ایسی صورت میں خریدار کی طرف سے مہینہ کے اخیر تک اطلاع موصول ہونے پر رسالہ دوبارہ بھیجا جاتا ہے۔ اطلاع نہ ملنے کی صورت میں دفتر ذمہ دار نہ ہوگا۔

۵۔ جواب کے لئے جوابی کارڈ یا ٹکٹ آنا چاہیئے۔ ۶۔ بیرنگ ڈاک اور خطوط واپس ہوں گے۔

جملہ خط و کتابت و ترسیل زر بنام **غلام حسین منیجر رسالہ شمس الاسلام بھیرہ (پنجاب) ہونی چاہیئے**

سرخ پنسل کا نشان یہاں ان حضرات کے پرچہ پر سرخ پنسل کا نشان لگا دیا گیا ہے جن کے چندہ کی میعاد اس پرچہ کے ساتھ ختم ہو چکی ہے۔ ان حضرات کی خدمت میں درخواست ہے کہ آئندہ سال کا چندہ بذریعہ منی آرڈر جلد روانہ فرمائیں۔ اگر خدانخواستہ کسی وجہ سے آئندہ خریداری کا ارادہ نہ ہو تو بذریعہ پوسٹ کارڈ ہمیں [illegible] فہرست میں مطلع کریں۔ خاموشی کی صورت میں آئندہ ماہ کا پرچہ بذریعہ وی۔ پی ارسال خدمت ہوگا جس کا وصول کرنا آپ کا اسلامی فرض ہوگا۔ (غلام حسین منیجر شمس الاسلام)

حضرت مولانا ظہور احمد بگوی

اے شہیدِ ملت عالی ہمم والا تبار — اے فقیہِ اعظم و بطلِ جلیل ذی وقار
تیرے دم سے گلشنِ علم و عمل تھا پُر بہار — تیری مرگِ ناگہاں نے کر دیا سینہ فگار
جذبۂ احقاقِ حق سے دل ترا سرشار تھا — لشکرِ اعدائے دین سے برسرِ پیکار تھا
تیرے سینے میں تھی ایماں کی تجلّی جلوہ گر — پائے استقلال میں آئی نہ لغزش عمر بھر
فہم و تدبیر و بصیرت میں تھا یکتائے زماں — عزت و عظمت کا تیری معترف ہے اک جہاں
ہیں تیرے رشحاتِ خامہ دل نشین و دل ستاں — حکمتِ ایمان و عرفاں کا پیامِ جاوداں
کس قدر پُر جوش و درد انگیز ہر تقریر تھی — روح پرور اور معنی خیز ہر تحریر تھی
آہ تجھ پر گردشِ افلاک غالب آ گئی — تیرہ بختی زندگی ضو فشاں پر چھا گئی
مرگِ ظالم نے نہ چھوڑا گوہرِ نایاب کو — خون کے آنسو رلائے حلقۂ احباب کو
عالم و فاضل یہاں موجود ہیں گو بے شمار — لیکن ایسا مخلص و بے لوث بے حد جاں نثار
مردِ مومن والہ و گرویدۂ دینِ متیں — وائے بدبختی کہ ہم کو مل نہیں سکتا کہیں
یاد کر کے تیرے الطاف و کرم مہر و وفا — وصفِ اخلاص و مروت خوبیٔ صدق و صفا
ناصرِ محزوں عقیدت مند دیرینہ ترا — دردِ مہجوری و حسرت میں رہے گا مبتلا

تیری تربت پر ہمیشہ بارشِ انوار ہو
خلق مصروفِ دعا ہو رحمتِ غفار ہو

(خواجہ غلام جیلانی ناصر بھیروی)

اسلام کی عالمگیر تعلیمی برکات

(از جناب سید علی مجدی الحسینی بھوپال)

ہندوستان میں تعلیم طرز تعلیم اور ان سب سے بڑھ کر تعلیم کی صحیح غرض و غایت کا سوال عرصہ سے موضوع بحث چلا آ رہا ہے۔

بنی نوع انسان نے جو کچھ ذہنی و اخلاقی ارتقا ہر ملک میں ہر زمانہ میں حاصل کیا ہے۔ اس کی مکمل تاریخ سے تعلیمی ترقی کی تاریخ مرتب ہوتی ہے کہ کن کن حالات و کیفیات میں اور کس کس ماحول سے گذرتے ہوئے اولاد آدم نے تہذیب و تمدن کو منظر تخلیق پر چہرہ پرداز کیا ہے۔

تاریخ کے اس تاریک دور کو جس پر جہالتوں اور نادانیوں نے کثیف حجابات حائل کر دیئے ہیں، چھوڑ کر جب ہم زمانہ قدیم کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہندوستان اور چین کی نورانی پیشانی پر تعلیمی اصول و نکات جگمگاتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ یہاں کا نظام تعلیمی چار برنوں [illegible] پر مشتمل اور روایات قدیمہ کا حامل تھا۔ اسی طرح ہندوستان یہاں گرو اور چیلے کا باہمی تعلق جس قدر تعلیمی اور اخلاقی پابندیوں کا نمونہ ہوتا تھا اس کی ہلکی سی جھلک مذہبی مدرسوں اور پاٹ شالوں میں آج بھی دیکھی جا سکتی ہے۔ اعلیٰ نصاب تعلیم ادب و فلسفہ اور قانون صرف برہمنوں کے لئے مخصوص تھا۔ چونکہ ان کی تعلیمی ذہنیت میں مذہبی ذہنیت پرتو انداز تھی۔ اس لئے تعلیم کا مطمح نظر نفس کشی دنیا سے بیزاری اور دنیوی بندھنوں سے گلوخلاصی نروان قرار پایا۔ یہی وجہ ہے کہ جسمانی تربیت کا نہ کوئی انتظام تھا اور نہ خیال بلکہ اس سے یک گونہ نفرت ہی تھی تخیل پرستی کے عقیدہ نے قوائے عملیہ کو تربیت سے بیگانہ کر دیا تھا۔

یہ تھا ہمارا قدیم ہندوستان اسی کے ساتھ جب ہم سرزمین ایشیا کے دوسری تاریخی قوموں پر نظر ڈالتے ہیں۔ تو ہم کو بہت کچھ شباہت عقائد و خیالات میں جلوہ فرما دکھائی دیتی ہے۔ اگر ہندوستان کی تاریخ کا رشتہ قدیم کی تاریخی قوموں سے باندھ دیا جائے تو پھر اس مشابہت اور مناسبت کی توجیہ کی ضرورت نہیں لیکن اگر اس تعلق تاریخی کو بھی تسلیم نہ کیا جائے تو پھر ایشیائی قوموں کی مذہبی یکرنگی و ہم خیالی کو ماننا پڑتا ہے یہودی قوم [illegible] ہزار سال سے مختلف [illegible] سربلندی، نگونساری، عروج و زوال کے ساتھ سرگرم خرام ہے۔ اسی قوم نے دنیا کے سامنے ایک پاکیزہ اخلاقی نظام پیش کر کے تعلیمی اصول کی طرف بھی رہنمائی کی ہے۔ ان کے یہاں مقصد تعلیم سراسر مذہبی پرستش و پرہیزگاری ہے۔ طریقہ تعلیم خانگی ہے۔ جس کا رواج ہمارے نیچے کھچے مکاتب کی صورت میں اب بھی موجود ہے۔ استاد و شاگرد کا رشتہ پدر و فرزند کے رشتہ سے

مضبوط سمجھا گیا ہے۔

لیکن ان کے یہاں بھی جسمانی تربیت کا کوئی نظام مقرر نہیں کیا گیا تھا۔ سب سے پہلا وہ ملک جس نے جسمانی تربیت کو اہمیت دی وہ خطۂ یونان ہے۔ اس میں دو شہر قابل توجہ ہیں۔ اسپارٹا اور ایتھنز۔

اہل اسپارٹا کی تعلیم کا دارومدار جسمانی ورزش پر ہے۔ اخلاقی تعلیم میں بھی ضبط نفس۔ اعتدال پسندی و میانہ روی کے پہلوؤں پر زیادہ زور دیا جاتا تھا۔ گویا پوری تعلیم آج کل کی فوجی تعلیم کے تربیت کے مماثل تھی مگر اس کے ساتھ اساتذہ کا احترام، والدین کی اطاعت اور مروجہ طریقوں سے وابستگی بھی ان کا طرۂ امتیاز تھا۔

اس کے برخلاف اہل ایتھنز کے یہاں جسمانی و ذہنی تربیت کو مساوی درجہ دیا گیا تھا۔ لیکن جمہوریہ کی طرف سے جسمانی تعلیم ہی کا انتظام تھا۔ اور فنون لطیفہ و ادب کے مدارس عوام کی کوششوں کے مرہون منت ہوتے تھے۔

ہاں سولن نے اپنے حکومتی قانون میں ادب و فنون لطیفہ اور دوسرے پیشوں کی تعلیم کو ضروری قرار دیا۔ جس کی وجہ سے ادبی مدارس کو یونان میں بہت فروغ حاصل ہوا۔ اور ان مدارس کی بدولت ہر قسم کے علوم و فنون کا رواج ہوا۔ اور یہیں سے معلمین کا ایک خاص گروہ سوفسطائیہ کو عروج حاصل ہوا۔ جنہوں نے بحث و مباحثہ اور منطقی مغالطہ کے چکر میں لوگوں کو پھانس کر لفاظی اور سطحی علوم و معلومات کی دلدل میں لا کھڑا کیا اس تخریبی تحریک کے کامیاب ہونے سے یونان میں تنگ نظری و کوتاہ فہمی اور زبان درازی عام طور سے پھیل گئی۔ اور انہوں نے تعلیم کا مقصد منفی قرار دیا۔

اگر اس تحریک کی بیخ کنی و استیصال کے لئے سقراط و افلاطون اور ارسطو جیسے حکمائے عالم پیدا نہ ہوتے تو یونان کا نام تاریخ میں ثبت نہ ہوتا۔ سقراط وہ زبردست حکیم ہے جس نے نہ صرف یونان کی شہرت کو بام ثریا پر پہنچایا۔ بلکہ تعلیم کے صحیح اصول کی بنیاد قائم کی۔ مناظرانہ طرز کلام جس کی وجہ سے سوفسطائیوں نے عوام کی ذہنیت کو تباہ کر دیا تھا۔ کو خود بھی اختیار کر کے ان کے حربوں کو ان پر الٹ کر صحیح غور و فکر کا طریقہ بھی بتایا۔ پہلے وہ غلط خیالات سطحی معلومات کا مضحکہ اڑا کر قلعی کھولتا ہے۔ پھر خود سوالات قائم کر کے مخاطب کو بھول بھلیوں میں پھنسا دیتا ہے۔ تاکہ اس کو اپنی نادانی اور ذہنی پستی کا احساس ہو۔ جو بقول افلاطون تحصیل علم کے لئے پہلا قدم ہے۔ خوش قسمتی سے سقراط کو جس کو اپنے ہی اہل ملک کے ہاتھوں زہر کا پیالہ پینا پڑا افلاطون جیسا بلند پایہ شاگرد ملا۔ جس نے سقراط کے طریقہ استدلال ہی کو نہیں عام کیا بلکہ ریپبلک (جمہوریت) کتاب لکھ کر ساری دنیا پر احسان کیا ہے۔ تاریخ کے صفحات پر یہی پہلی تصنیف ہے جس نے تعلیم کے اہم مسئلہ کو ایک زبردست فن کی حیثیت بخشی۔ افلاطون نے جس جمہوری حکومت کا نقشہ اپنی کتاب میں بنایا ہے وہ اس کی خیالی دنیا کی تصویر ہے۔ اور عملی دنیا سے بہت کم واسطہ رکھتی ہے۔ لیکن اس کے باوجود جو اصول تعلیم اس نے متعین کئے ہیں۔ ان میں اکثر آج تک رواج پذیر و مقبول ہیں۔

افلاطون ہی پہلا حکیم ہے جس نے تعلیم نسواں کی آج سے دو ڈھائی ہزار برس پہلے حمایت کی۔ اور جس پر جوش و مدلل انداز سے اس کی طرف داری کی ہے

وہ آج بھی قابلِ رشک و تقلید ہے۔ مگر خاندانی حکمرانی کے نشہ میں غلام اور پیشہ ور لوگوں کو تعلیم سے محروم رکھا ہے۔

اس نے مقصدِ تعلیم علم کو علم کی غرض سے سیکھنا قرار دیا۔ اور خالص افادی نقطۂ نظر کی طرف توجہ نہ دی۔ جیسے کہ اس کے حریف گروہ سوفسطائیہ نے شہرت و ناموری کو ٹھہرایا تھا۔ چنانچہ تعلیم کی تعریف ان لفظوں میں کی ہے۔ تعلیم وہ عمدہ خصلت ہے جو بچوں میں خوشی غمی، محبت و نفرت کے خیالات کو ضبط و اعتدال کے ساتھ ظاہر کرنے کی قدرت پیدا کرتی ہے۔ اس کے تعلیمی اصول یہ ہیں۔

(۱) نادانی اور ناواقفیت کی مضرتوں کا احساس ہی تعلیم کی بنیاد ہے۔

(۲) علم کا تعلق براہِ راست نظامِ تمدن سے ہے سیاسی حالات ہمیشہ تعلیمی نظام پر اثر انداز ہوں گے۔

(۳) علم کا مقصد متعلم کی عمدہ تربیت کرنا ہے اور بس۔

(۴) جماعت اور افراد کا باہمی تعلق ایک تعلیمی مسئلہ ہے۔

(۵) فنونِ لطیفہ ذہنی و عملی تعلیم کے درمیان رابطہ کا کام دیتے ہیں۔ ان اصول کی روشنی میں افلاطون ایک فطرتاً باقی انسان (آئیڈیلسٹ) کی حیثیت سے نمایاں ہے لیکن ارسطو جس نے افلاطون کے بعد شہرت و عزت پر کامیابی حاصل کی اس کے نظریات بہت کچھ مختلف ہیں۔

ارسطو کے خیال میں تعلیم کا مقصد سکونِ خاطر و اطمینانِ قلبی کا حصول ہے۔ کیونکہ وہ کہتا ہے کہ علم نیکی اور بھلائی پیدا کرنے کا ذریعہ ہے۔ اس لئے تعلیم کے انتظام کو حکومت کا اہم فرض گردانتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ جب تعلیم کی غایت ایک ہی ہے۔ تو تعلیم بھی یکساں ہونا چاہیے۔ اور اس کی ذمہ داری افراد پر نہیں بلکہ ملک پر ہے۔ اس لئے اس کو غیر متعلق افراد کے ہاتھوں میں نہیں چھوڑا جا سکتا۔ ہاں اگر حکومت کے انتظام ناقص و ناکارہ ہوں تو تعلیم کا انتظام بطور خود ضروری ہے۔ ارسطو کے اصولِ تعلیم میں ورزش جسمانی تربیت ذہنی سے زیادہ اہم ہے۔ وہ اس کو ایک مستقل مضمون مانتا ہے۔ اس کے بعد اہلِ روما نے یونانیوں کے نقشِ قدم پر چلنے کی کوشش کی اور انہیں دونوں طریقوں کو اختیار کیا جو اہلِ اسپارٹا اور اہلِ ایتھنز نے قائم کئے تھے۔ لیکن چونکہ ان میں فوجی اسپرٹ غالب تھی۔ اس لئے تعلیم کی وہ اہمیت نہ رہی جس کی وہ مستحق تھی۔ لیکن عیسائیت کے ابتدائی دور میں کوئنٹلین ایک زبردست مدبر پیدا ہوا۔ جس نے پھر نئے سرے سے تعلیم اور اساتذہ کی عظمت کے ترانے گائے۔

اس نے تعلیم کا مطمحِ نظر اخلاق فاضلہ کو ٹھہرایا۔

اور اُستاد کو ماں باپ سے زیادہ اہم قرار دیا۔

وہ نجی تعلیم کی بجائے مدارس کی تعلیم کا زبردست حامی ہے۔ کیونکہ بچوں کی صحبت و معیت اور مقابلہ کی وجہ سے قوائے ذہنیہ و عملیہ میں تحریک پیدا ہوتی رہتی ہے لیکن کوئنٹلین کے مقابلہ میں پلوٹارک (جو اس کے بعد ایک بہترین حکیم و مؤرخ مانا جاتا ہے۔ اس کا مخالف ہے۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ قدیم جمہوریت کے مٹ جانے کے بعد پلوٹارک نے ترقی کا مرکز حکومت کے

بجائے خاندان کو قرار دیا ہے۔ وہ تعلیم کو خانگی و انفرادی تسلیم کرتا ہے۔ صرف اعلیٰ تعلیم کے لئے مدارس کی ضرورت کو مانتا ہے۔ یہ تھی وہ مختصر تعلیمی تاریخ (جو اہل اسلام کے تہذیب و تمدن میں قدم رکھنے سے پہلے) عہد بہ عہد ہندوستان و چین اور یونان میں ظہور پذیر ہوئی جب اسلام کا قافلۂ تہذیب تمدن کے میدان میں خیمہ زن ہوا تو اس نے ایک ایسی عظیم الشان علمی و عملی تحریک پیدا کی کہ اس کے عملی آثار تعلیمی مساعی کے نقوش دنیا کے ہر ہر گوشے سے آج تک آشکارا ہیں۔ اہل اسلام نے اپنے پیغمبر کی روایات (جس میں فرمایا گیا ہے علم کی تلاش و جستجو جاری رکھو اگرچہ چین تک ہی پہنچنا پڑے) پر اس طرح عمل کیا کہ آج دنیا کے جس خطہ پر نظر دوڑائیے وہاں اہل اسلام کے کارروائی کے نشانات ملیں گے۔

مسلمان سب سے پہلی قوم ہے جس نے خاص طور پر غلاموں کی تعلیم کو نہ صرف جائز رکھا بلکہ زبردست اہمیت دی۔ افلاطون نے تو اپنے جمہوری نظام میں غلاموں کو داخل ہی نہیں کیا تھا۔ اور پلوٹارک نے صراحۃً تحریر کر دیا کہ میرے اصول تعلیم فقط امرا کے لئے ہیں۔ تاریخ تعلیم کے صفحات میں یہ پہلا باب ہے جو مسلمانوں کی بدولت تاریخ میں درج ہوا۔ کہ غلاموں کے لئے بھی تعلیم ضروری ہے۔

اسلام کی پہلی صدی میں ہی مدارس کا جال تمام شہر میں پھیلا ہوا نظر آتا ہے۔

مسلمانوں کے یہاں تعلیم کا مقصد تزکیہ باطنی اور تربیت قلبی ہے لیکن اس کے ساتھ جسمانی تربیت کا لحاظ رکھا جاتا تھا۔ خلیفہ سوم حضرت عثمان غنی کا حکم والدین کو یہ تھا کہ اپنی اولاد کو تیراکی شہسواری سکھاؤ اور عمدہ اخلاقی اشعار یاد کراؤ۔ مسلمانوں نے ادبیات کے سلسلے میں جو ترقی کی ہے دنیا کی کوئی قوم مقابل نہیں ہو سکتی۔

اساتذہ کی جلالت و بزرگی کے لئے یہی کافی ہے کہ اس کو روحانی باپ تسلیم کیا گیا ہے۔ اور خلیفہ چہارم حضرت علیؓ کے ارشاد کے مطابق ہر وہ شخص جس نے ایک حرف بھی سکھایا وہ استاد شمار کیا جاتا ہے۔ خود قرآن پاک انسانی شرف کا مدار حقائق اشیاء کے علم کو ٹھہرایا گیا ہے۔ نہ ان عبادات و مذہبی مراسم کو جو بے عملی جمود و تعطل پیدا کریں

اور سب سے بڑا انقلاب جو اسلامی معلمین نے اس کائنات عمل میں برپا کیا ہے وہ یہ ہے کہ انہوں نے علم کی بنیاد ایمان و یقین مشاہدہ و تجربہ پر رکھی جس کی رہنمائی قرآن حکیم نے فرمائی ہے۔ اور ان افلاطونی تصورات سے شدید بغاوت کی جن کے ماتحت سارا تمدن ایک بندھے ٹکے نظام سے وابستہ ہو کر رہ جاتا ہے جس میں کہیں حرکت نہیں تغیر نہیں تبدیلی نہیں سکون و جمود کے علاوہ انسانی زندگی اور کچھ نہیں اسلامی تعلیم نے مشاہدہ اور حقیقت پسندی کو معیار علم قرار دے کر طریق تحقیق کو دنیا میں سب سے پہلے رائج کیا۔ اور جدید سائنس نے سب سے پہلے اسی وقت دریچۂ علم و حکمت سے سر نکالا جب حکمائے اسلام نے استقرائی طریق تحقیق کو بنیاد بنا کر فطرت اور انسانی تاریخ کی توجیہ شروع کی۔

نظام، امام ابن تیمیہ امام ابن حزم اور ابن الہیثم نے یونانی منطق کی دھجیاں بکھیر کر رکھ دیں اور فلسفہ

زندگی کا منشا و محور سکون و جمود کے بجائے حرکت و عمل کو قرار دے کر اپنی تعلیمات کے ذریعہ دنیا میں پھیلا دیا۔
یہی وجہ ہے کہ ایک صدی ہی میں علوم مذہب و ادب اور فنون لطیفہ میں جو کچھ ترقی کی گئی ہے تاریخ عالم اس کی نظیر پیش کرنے سے عاجز ہے۔

ابھی دوسری صدی مکمل نہیں ہونے پائی ہے کہ علوم نقلیہ و دینیہ اور علوم لسانیہ کی ایجادات کے ساتھ علوم طبعی کے بھی گہوارے اسلامی ممالک بن جاتے ہیں۔

تیسری صدی یونان، روما اور ہندوستان و چین کے تمام علوم فنون اسلامی سانچوں میں ڈھل کر انسانی تہذیب و تمدن کے بیش بہا ذخیرے بنجاتے ہیں۔ دور عباسی کے ابتدائی دور کے علمی کارنامے اس قدر شاندار اور درخشاں ہیں کہ چشم عالم آج تک آئینہ حیرت بنی ہوئی ہے۔ تاریخ عالم کے وہ ذریں اوراق ہیں کہ ان کو خارج کر دینے سے کتاب تہذیب انسانی نامکمل رہ جاتی ہے۔

دور رشید میں بیت الحکمت کا قیام مجلس حکماء و عقلاء کا انعقاد دار الکتب (لائبریری) کا شہر بشہر اہتمام تیسری اور چوتھی صدی کے زبردست تعلیمی کوائف ہیں جن کی تفصیل ایک مستقل کتاب کی محتاج ہے۔ اسلامی تعلیم کے اس اعلیٰ نصب العین نے اس پژمردہ و خزاں رسیدہ عالم میں نئی بہار پیدا کر دی۔ یقین و عمل کی اس مؤثر تعلیم نے معلمین میں حقیقی آزادی کی روح پھونک دی۔ اور اہل علم کی بھی عظمت اور پاکیزہ بزرگی کے ایسے اعلیٰ نمونے پیش کئے کہ تاریخ تعلیم میں مینارہ روشنی کا کام دے رہے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ حکومت و سلطنت کے زبردست شان و شکوہ اور ہیبت و جبروت کے باوجود ارباب تعلیم نے کبھی ماتحتی و فرمانبرداری قبول نہیں کی۔ انہوں نے اپنی عزت و سربلندی کے تحت حکومت کے علی الرغم بٹھائے۔ اور اپنے دائرہ اقتدار میں کسی کی حکمبرداری کو قابل پذیرائی نہیں سمجھا حریت خیالی و سرفرازی کی ہزارہا داستانیں تاریخی اوراق کی آج بھی سامان زینت بنی ہوئی ہیں

ائمہ اسلام میں سب سے زیادہ اصول تعلیم کی طرف جس نے توجہ فرمائی وہ امام غزالیؒ کی برگزیدہ شخصیت ہے۔ اپنی مشہور عالم کتاب احیاء العلوم میں ایک مستقل باب اس مقصد کے لئے باندھا ہے۔

آپ نے سب سے پہلے علوم ضروری و اختیاری کی تقسیم کی ہے۔ اور ان علوم و فنون میں سے ہر ایک علم کے مقام و درجہ کو متعین فرما کر مکمل رہنمائی کی ہے۔

درس و تدریس کے آداب اور استاد و شاگرد کے فرائض بیان کئے ہیں۔ یہاں ہم امام صاحب کے ارشاد کردہ فرائض کو ان کی اہمیت کی وجہ سے بیان کئے بغیر آگے نہیں بڑھ سکتے۔

استاد کے فرائض ہشتگانہ ٹھہرائے ہیں:

۱۔ طالب علم کے ساتھ کامل شفقت اور اپنے فرزند کی طرح پیش آنا۔

۲۔ تعلیم کے لئے معاوضہ و شکریہ کا خیال تک نہ کرنا۔

۳۔ شاگرد کی مکمل خیرخواہی و ہمدردی۔

۴۔ تادیب و سرزنش اشارہ و کنایہ کے طور پر کرنا۔

۵۔ اپنے علم و فن کے علاوہ دوسرے علوم و فنون کی ناقدری و کم مائیگی کا اظہار کرنا۔

۶۔ طالب علم کی ذہنیت کے مطابق فہمائش

۷۔ ہر ایک شاگرد سے مساویانہ برتاؤ کہ احساس کمتری کا خیال بھی پیدا نہ ہو۔

۸۔ علم کو پورے اعتماد و یقین سے پڑھانا۔ یہ ہیں اُستاد کی ذمہ داریاں۔ اب اس کے مقابل شاگرد کی پابندیوں کو بھی ذکر کر دیا جاتا ہے تاکہ اس روشن زمانہ میں بھی امام کی بالغ نظری اور دور بینی کا اندازہ کیا جاسکے۔ شاگرد کے لئے دس باتوں کا لحاظ رکھنا ضروری بتایا ہے۔

۱۔ رذائل و خصائل بد سے پاکیزگی۔

۲۔ تعلقات دنیوی سے دوری اور ترک وطن۔

۳۔ معلم کی کامل فرمانبرداری

۴۔ آغاز تعلیم میں اخلاقی مسائل اور اختلافات علماء کی واقفیت سے گریز و پرہیز تاکہ عقلی حیرت زدہ ہو کر علوم ہی سے نہ نفرت کرنے لگے

(۵) پسندیدہ علوم میں سے ہر ایک علم سے بقدر ضرورت واقفیت۔

۶۔ علوم ضروریہ کی اولین تحصیل۔

۷۔ کسی فن کی مکمل مہارت و تجربے کے بغیر آگے نہ بڑھایا جائے۔

۸۔ تحصیل علم کا مقصد باطن کی آراستگی۔

۹۔ علوم کے مراتب کو پہچاننا تاکہ صحیح قدر شناسی کی جاسکے۔

۱۰۔ تمام ان ذرائع پر قابو پالینا جن سے تحصیل علوم عمدہ طریقہ سے مکمل ہو سکے۔

یہ ہیں اس امام عالی مقام کے ارشادات و ہدایات جو ایک ہزار سال پہلے تمام عالم انسانی کی تعلیمی منصوبہ بندی کے متعلق ظاہر فرمائے گئے تھے۔ اور ان میں سے کتنے خیالات آج بھی اسی طرح تر و تازہ شگفتہ و شاداب ہیں۔ جیسے اس زمانہ میں تھے۔ امام کے خیالات افلاطون کی نظریات تصورات۔ ارسطو کے منطقیانہ نکات کی طرح خیالی نہ تھے۔ بلکہ امام نے تعلیم و معلم کی بھٹی میں کود کر اس زر کامل عیار کو حاصل کیا تھا۔ اور درس و تدریس کے دریائے بیکراں میں غوطہ زنی کر کے تجربات و اصول تعلیم کے موتیوں کو نکالا تھا۔ جیسا کہ پہلے بیان کیا گیا ہے۔ ابتدائے اسلام میں پیغمبر اسلام نے مسجد نبویؐ کو اسلام کی پہلی درسگاہ بنا کر اور اصحاب صفہ کو اولین طلبہ کا مقام عنایت فرما کر تعلیم و معلم کا تاریخی معیار مقرر فرما دیا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ پہلی اور دوسری صدی ہی میں اسلام کے مختلف مرکزی شہروں مدینہ۔ مکہ۔ کوفہ۔ بصرہ۔ دمشق۔ بغداد۔ قاہرہ نیشاپور و بخارا میں اس قسم کے مختلف مدارس کا جال پھیل گیا تھا۔ یہاں اس امر کا واضح کرنا بھی ضروری ہے کہ اسلام سے پہلے افلاطون کے مدرسۃ العلوم یا ارسطو کی درسگاہ اور کونٹلین یا پلوٹارک کے مدرسوں کی حیثیت صرف خانگی و نجی تعلیم گاہوں یا پرائیویٹ مدرسوں سے زیادہ نہ تھی۔

ہاں روما کے آخری دور میں اس کی جھلک ضرور ملتی ہے۔ لیکن باقاعدگی سے غالباً جس قوم نے اسکول کا افتتاح کیا وہ مسلمان ہی ہیں۔ اور آگے بڑھ کر

لینے کی اجازت دی جائے تو یہ عرض کردینا بھی بے جا نہ ہوگا۔ کہ ان میں بہت سی درسگاہوں کی حیثیت آج کل کی اصطلاح میں کالج بلکہ یونیورسٹی سے کم نہ ہوتی تھی۔

اگرچہ موجودہ قانونی اصطلاح میں یونیورسٹی کے لئے جو شرائط ضروری ہیں اس اعتبار سے نہیں کہا جا سکتا کہ کونسی پہلی یونیورسٹی ہے مگر اس امر کے تحریر کردینے میں کوئی حرج نہیں کہ بقول علامہ شبلی مرحوم نظامیہ بغداد مفہوم کے اعتبار سے دنیا کی پہلی اور مکمل یونیورسٹی کہے جانے کی مستحق ہے۔ جس کو نظام الملک طوسی جو الپ ارسلان ملکشاہ کا وزیراعظم تھا) نے قائم کیا تھا۔ نظامیہ بغداد کا افتتاح ۴۵۹ھ سے اسی شاہانہ انداز سے ہوا جیسا کہ آج کل ہوا کرتا ہے۔ اور عجیب حسن اتفاق یہ ہے کہ امام غزالی اس یونیورسٹی کے سب سے پہلے فارغ التحصیل طالب علم ہیں جنہوں نے اس کی مسند صدارت کو رونق بخشی۔ اس کے صدر یا پرنسپل کو یہ اعزاز ہوتا تھا کہ قاضی القضاۃ کے جلیل القدر عہدہ پر فائز ہوتا تھا۔

یہاں اس امر کا اظہار بھی ضروری ہے کہ اس یونیورسٹی کے قیام پر علمائے ماوراء النہر میں صف ماتم بچھ گئی تھی کہ اس کے بعد تحصیل علم کی غرض و غایت حصول جاہ و عزت ہو جائے گی۔

اس یونیورسٹی کے نمونہ پر دمشق، قاہرہ، غرناطہ اور قسطنطنیہ میں یونیورسٹیاں قائم ہوئیں پہلا فوجی مدرسہ خلیفہ عبدالمومن نے قائم کیا۔ جس میں نوشت و خواند اور ریاضی کے علاوہ شہسواری نیزہ بازی تیراندازی کشتی بانی اور تیراکی کی بھی تعلیم دی جاتی تھی۔ اور جانبازی مصنوعی لڑائی کے ذریعہ جنگ کی مشق (ٹریننگ) کرائی جاتی تھی۔

فتح صقلیہ (سسلی) کے بعد جب مسلمانوں کی تہذیب و تمدن کے اثرات عام یورپ میں فروغ پذیر ہوئے اور عیسائی طلبہ نے کلیسا کے تحکمانہ اقتدار کی زد سے بچ بچ کر اور چھپ چھپ کر تعلیمی سفر اختیار کئے تو غرناطہ، اشبیلیہ، طلیطلہ اور قرطبہ کی درسگاہوں نے ان کے لئے اپنی آغوش محبت وا کی۔ مسلمانوں کی انہیں علمی فیاضیوں اور معارف نوازیوں کا نتیجہ تھا کہ ایک صدی میں یورپ کے اندر علمی تحریکات اٹھ کھڑی ہوئیں۔ یورپ کی سب سے پہلی یونیورسٹی بارہویں صدی عیسوی میں اور اس کے بعد پیرس یونیورسٹی کا قیام عمل میں آیا۔ اہل اسلام کی آزاد خیالی و علوم پروری کا اس سے زیادہ روشن ثبوت اور کیا ہو سکتا ہے کہ یورپ بھر میں جو استنادی تعلیم پھیلی ہوئی تھی اس کا خاتمہ ہو گیا۔ قرون وسطیٰ کی تعلیمی خصوصیت ہی یہ تھی کہ بادشاہوں اور پادریوں کے احکام کی کورانہ تقلید کی جاتی تھی۔ علوم طبعی میں فقط ارسطو یا افلاطون کا حوالہ کافی ہوتا تھا۔ اس لئے اس زمانہ میں تخیل میں اختراع تھا نہ ذہن میں جدت طرازی۔ جب چودہویں صدی میں قسطنطنیہ پر دنیا کے علمی خزانے کھل گئے اور کلیسا کی استنادی تعلیم سے نفرت پیدا ہوئی اور انسانی دماغ میں غلامانہ قیود سے چھٹکارے کا خیال موجزن ہوگیا۔ اور ایک نئی فضا اور تعلیمی تحریک کی کائنات عالم میں داغ بیل ڈال دی گئی۔ چنانچہ ڈاکٹر لیبان اس تحریک کا کھلے دل سے اعتراف کر کے عربوں کی خدمت میں خراج تحسین پیش کرتا ہے۔

عربوں کے اندلس میں دسویں صدی میں ہونے کی بدولت یورپ کے ایک گوشہ میں علم و ادب کا چرچا باقی رہا۔ جو ہر جگہ یہاں تک کہ قسطنطنیہ میں بھی متروک ہو گیا تھا۔ اس زمانہ میں بجز عربی سرزمین اندلس کے اور کوئی مقام نہ تھا۔ جہاں علوم کی تحصیل ممکن ہو۔ یہیں وہ خاص اور معدود اشخاص جن کو علم کا شوق تھا تحصیل کے لئے آتے تھے۔ پندرھویں صدی تک کسی ایسے مصنف کا حوالہ نہ دیا جاتا تھا۔ جس نے عربوں سے نقل نہ کیا ہو۔

تو سیو ریناں نے لکھا ہے۔ اسپرٹ بزرگ نے جو کچھ پایا ابن سینا سے پایا۔ اور سینٹ ٹامس کو اس کا سارا فلسفہ ابن رشد سے ملا۔ اس اجمالی صورت حال کے بعد یقیناً کہا جا سکتا ہے کہ یورپ میں احیائے علوم کا دورہ عہد اصلاح اور مارٹن لوتھر کی تعلیمی تحریک اور اسٹورم کومی نس کے نظام تعلیم اسلام کی عالمگیر تعلیمی تحریکات کے سلسلہ کی زرین کڑیاں ہیں جنہوں نے عالم انسانیت کو بام عروج پر پہنچانے میں بیش بہا مدد دی ہے

۵ اے باد صبا این ہمہ آوردۂ تست

شذرات

(از ابن الانور سید محمد انظر شاہ قیصر کاشمیری)

جن حضرات نے موجودہ اسلامی اور عربی مدارس کی قدیم تاریخ اور ان کے پس منظر کا صحیح مطالعہ کیا ہے وہ جانتے ہیں کہ اگرچہ اس طرح کی علمی درسگاہیں مسلمان بادشاہوں کے زمانہ میں بھی اسلامی علوم و فنون کی ترویج و تشہیر کی گراں قدر خدمات انجام دیتی رہی ہیں۔ اور یہ طریقہ تو قدیم زمانہ میں عام تھا کہ ہر عالم کسی اور کام کو اپنا ذریعہ معاش قرار دیتا تھا۔ لیکن اپنا کچھ نہ کچھ وقت بچا کر وہ انفرادی طور پر طلباء کو پڑھاتے اور قرآن و حدیث کی اس درسی خدمت کو اپنے ذمۂ ہمت پر فرض جانتا تھا۔ اور اس طرح شہر بہ شہر اور قریہ بہ قریہ ہر عالم کے ارد گرد طلباء کا ہجوم اس طرح جمع رہتا تھا جس طرح کہ چشمۂ شیریں پر پیاسے مردم و مرغ و مور اپنی طلب کے تقاضا اور اپنی پیاس کی شدت سے بیتابانہ جمع ہو جاتے ہیں۔ لیکن جب وہ وقت آیا کہ ہندوستان میں اسلام کا علمی، روایتی اور ثقافتی بنیادیں غیر قوم کی تہذیب و تمدن کے آتے ہوئے طوفان اور چڑھتے ہوئے سیلاب سے گرنے اور منہدم ہونے لگیں۔ اور انگریزی کی تعلیم و ترویج حکومت جابرہ کی طرف سے اس کی ذمہ دارانہ پرورش و نگہداشت کی بدولت عربی اور فارسی کی تعلیم و تدریس کا یہ شوق ختم ہونے لگا تو اس وقت زعمائے اسلام کو اسلام کی اصل طاقت اور اصل جوہر کو باقی رکھنے کے لئے اس کے سوا اور کوئی تدبیر نظر نہ آئی کہ وہ جا بجا مدرسے قائم کریں اور ہر مدرسہ میں اسلام کی روحانی عظمت و بزرگی اور اس کی مقدس تعلیمات کو باقی رکھے

کے لئے جو کچھ ان سے بن پڑے وہ کوشش کر گذریں
موجودہ عربی مدارس کی تاریخ ہمارے سامنے نہیں۔

صرف چند ایسے حضرات جو مسلمانوں کی موجودہ اور گذشتہ نسل کے درمیانی واسطہ کا کام دیتے ہیں اور جو اپنے علم وفضل کے لحاظ سے معتمر اور اپنی کبرسنی کے اعتبار سے چراغ دم صبح اور آفتاب سر کوہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اس سلسلہ کی ساری تفصیلات صحیح طریقہ پر جانتے ہیں۔ اور انہی سے کبھی یہ جا کر پوچھئے کہ دیوبند اور سہارنپور کے مدرسے کیوں بنے، کس طرح بنے اور ان سے کیا کام لیا گیا؟ یہاں خود مجھے بھی عربی مدارس کی تاریخ بیان کرنا مقصود نہیں صرف ان کی عظمت و اہمیت کی طرف ایک اشارہ کرتے ہوئے یہ بتانا ہے۔ کہ عربی مدرسوں کی یہ ٹوٹی پھوٹی عمارتیں صرف مولویوں کو ڈھالنے کے کارخانے اور آثار قدیمہ میں شامل کئے جانے کے قابل قدیم طرز کے مکانات نہیں بلکہ سچ یہ ہے کہ یہ وہ آہنی قلعے ہیں جو جدید تہذیب و تمدن اور دہریت والحاد کے بڑھتے ہوئے سیلاب کے مقابلہ میں مضبوطی اور سنگینی کی ایک شان دلربائی کے ساتھ اس طرح کھڑے ہیں کہ ذرا ان کا قدم پیچھے کو نہیں ہٹتا۔ اور کبھی ان کا سر نیچے نہیں جھکتا۔ عربی مدارس کے اور فیوضات کا تو کیا ذکر کیجئے میرا تو یہ جی چاہتا ہے کہ جس مدرسہ میں مجاہد کبیر حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ سے عالم ربانی، حضرت محدث کشمیری سے فاضل متبحر مولانا سندھی سا ذکی انسان، حضرت مفتی محمد کفایت اللہ سا بے نظیر فقیہ، حضرت علامہ عثمانی سا بے تکان بولنے اور لکھنے والا محقق حضرت مولانا مدنی سا انتھک مجاہد مولانا سجاد بہاری مرحوم سا جامع کمالات فاضل اور دوسرے ہزاروں علماء اور صلحاء پیدا ہوئے۔ ان مدرسوں کی خاک کو سرمہ بنا کر آنکھوں میں رکھ لوں۔ بارہا ایسا ہوتا ہے کہ شدید ذہنی مصروفیت کے عالم میں دارالعلوم دیوبند کے قریب سے گذرتا ہوں تو نو تعمیر دارالطلبہ کے نئے کمرے اور نئی درسگاہیں دیکھ کر عرق مردہ میں نیا خون دوڑ جاتا ہے۔ اور اس کی خوشی ہوتی ہے کہ اگر ایک طرف شیطان اپنے کاروبار کو پھیلا رہا ہے۔ اور شیطانی قوتیں روز بروز طاقت پکڑتی جا رہی ہیں تو خدا کا یہ بہت بڑا فضل و احسان ہے کہ بعض غیور غریب مسلمانوں کو یہ توفیق حاصل ہے کہ وہ اپنی گاڑھے پسینہ کی کمائی صرف کرکے ان مدرسوں کو بنانے سنوارنے پر متوجہ ہیں۔ اور وہ لوگ جنہیں ان عربی مدارس کی علمی اور عملی خدمات سے واقفیت اور ان کے وجود کی صحیح قدر وقیمت کا اندازہ ہے وہ میری اس مسرت کو بے محل قرار دیں گے۔

لیکن افسوس ہے کہ یہ عربی مدارس جو گذشتہ ایک صدی سے اسلام کی تعلیمات کی آخری پناہ گاہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اور جو اس وسیع ملک میں انگریزی تعلیم اور دہریت والحاد کے سربرآوردہ اور شوریدہ سر فتنوں کے مقابلہ میں یکہ و تنہا اپنے انہی قدیم ہتھیاروں اور پرانے داؤ پیچ سے کام لے رہے ہیں۔ اب روز بروز اندرونی بدنظمی اور بے راہ روی کا شکار ہوتے جاتے ہیں، عربی مدارس کے منتظمین سے یوں تو شکایتیں بہت ہیں اور جی چاہتا ہے کہ جو کچھ دل

تک ہے وہ سب زبان پر آجائے کہ شاید اس طرح عربی مدارس کی اصلاح احوال کی کوئی شکل نکلے میرے دل وجگر میں جو زخم لگے ہوئے ہیں وہ شاید کسی پر اثر کریں اور کوئی خدا کا بندہ اپنے اثر و رسوخ سے عربی مدارس کی تجدید واصلاح کی عملی شکلیں نکالنے اور پیدا کرنے پر آمادہ ہو جائے۔ مگر غمزدہ عاشق کا کسی ایک فرصت ہی میں معشوق کی ساری داستان ہجر و فراق بیان کر دینے کا ارادہ کر لینا خلاف مصلحت ہے کہ مبادا مزاج یار برہم ہو جائے۔ اور شکوے شکایتوں کا سلسلہ لامتناہی دوست کی طبع نازک پر گراں گذرے اس لئے سردست صرف دو چیزیں عرض کرنے کی جرأت کرتا ہوں۔

(۱) اول یہ ہے کہ اکثر حضرات نے عربی مدارس کو اپنے لئے ایک نہایت آسان ذریعہ معاش قرار دے لیا ہے۔ اور عربی مدارس کے نام پر وہ محض اپنی شکم پری کا کام کر رہے ہیں۔ جب اور کام نہیں چلتا اور سہولت وعزت کے ساتھ معاش نہیں پیدا کر سکتے تو اپنے شہر اور اپنے قصبہ میں ایک مدرسہ جاری فرما دیتے ہیں دو چار طالب علم ادھر ادھر سے پکڑ لاتے ہیں محلہ والے ان کے کھانے کا انتظام اپنے ذمے لے لیتے ہیں۔ ایک آدھ مدرس یوں ہی گرا پڑا کہیں سے فراہم کر لیتے ہیں۔ اور اعلان ہو جاتا ہے کہ فلاں شہر میں علم وعرفان کی بارش۔ شہر اور مضافات شہر کی شدید ضرورتوں پر ایک شاندار عربی مدرسہ کا قیام؟ جہاں عربی اور دینی تعلیم کا بہترین انتظام عمل میں لایا گیا ہے۔ اور اخیر میں مطلب کی یہ بات کہ چندہ کی تمام رقمیں پتہ مندرجہ ذیل پر ارسال فرمائی جائیں۔ مجھے اچھی طرح معلوم ہے کہ اس نام پر متعدد مقامات پر لوگ اپنا ذاتی کاروبار چلا رہے ہیں۔ ان کے قائم کردہ مدرسوں کی حقیقت کچھ نہیں۔ نہ وہاں مدرسین موجود ہیں نہ طلبہ کا اجتماع ہے۔ نہ کتابیں ہیں نہ پڑھنے پڑھانے کا سلسلہ مگر یہ لوگ محض اپنے پروپگنڈے اور ظاہری لیپا پوتی سے خوب چندے وصول کرتے اور انہیں اپنی ذاتی ضرورتوں میں صرف کرتے ہیں۔ مجھے ایسے لوگوں سے ذاتی کوئی مخالفت نہیں اور نہ ان کے ان مضبوط وستحکم ذرائع معاش پر (خدانخواستہ) رشک وحسد کا کوئی ارادہ ہے مرزا غالب نے کسی ایسے جاہل گو شاعر کو جو شاعری کسب زر کے لئے کرتا تھا۔ اور اپنی بد ذوقی سے شاعری کے گلے پر کند چھری پھیرا کرتا تھا مشورہ دیا تھا کہ "شعر چرا می گوید رسن می تافت، بوریہ می بافت، ہیزم می فروخت، کفن می دوخت"؟

تو مجھے بھی ان حضرات سے صرف یہ عرض کرنا ہے کہ حضرت روٹی کمانے کھانے کا ارادہ ہے تو کوئی اور کام کر لیجئے ہزار قسم کی تجارتیں اور ہزاروں کاروبار ہیں۔ جن میں جان ماریئے تو اس سے اچھی روٹی کمایئے آخر اپنی روٹی کے لئے دین کو آلہ کار بنانے کی کیا ضرورت ہے۔ اس موقعہ پر یاد آیا کہ شیخ الاسلام حضرت علامہ سید محمد انور شاہ صاحب کشمیری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی زندگی کے آخری سال ڈابھیل کے ایک ایسے اجتماع میں جہاں بہت سے علماء موجود تھے آنسوؤں کے تار اور مظلومانہ ہچکیوں کے درمیان اس مجمع علماء کو خطاب فرمایا تھا کہ۔

حضرات! دین کی حفاظت وصیانت کے معاملہ میں

عام لوگوں سے آپ کے فرائض کچھ زیادہ ہیں کہ آپ حضرات تو روٹی اس دین کے نام پر کھاتے ہیں۔ ارے بھائی اگر دین کی محبت نہیں اور خلوص دل سے اس کی خدمت نہیں کر سکتے تو اپنی روٹی ہی کے خیال سے کچھ کرو۔ پیٹ کا دھندہ ہی چلانے کے خیال سے دین کی حمایت کر جاؤ۔

اور اگر توفیق الٰہی اور شامل حال ہو تو اس بدقسمتی اور حرماں نصیبی پر انسان کو ہزار آنسوؤں سے رونا اور اس کے ضمیر کو محاسبۂ آخرت کے ڈر سے بید مجنوں کی طرح لرز اٹھنا چاہیئے کہ وہ روٹی کمانے کے لئے دین الٰہی کا ایک آلۂ کار بنا رہا ہے۔ مقصد محض کسب زر ہے۔ اور نام رہ گیا ہے دین کی خدمت و حفاظت اور تعلیمات اسلامی کی ترویج و اشاعت! کاش یہ حضرات حق تعالیٰ کی ان لگانہ قوتوں کا احساس فرمائیں اور جانیں کہ اس غفلت شعاری اور فرض ناشناسی کی بہت بڑی سزا ہے۔ اتنی بڑی، اتنی مہیب اور اتنی طویل کہ انسان اسے کبھی برداشت نہیں کر سکتا۔

(۲) یہ تو ان نام نہاد مدارس کا حال ہے۔ جن کے وجود و عدم کی کوئی حقیقت نہیں۔ اور صرف اپنے ذریعۂ معاش کے طور پر ان لوگوں نے جن کا سامنے ملک میں ایک جال سا پھیلا رکھا ہے۔ مگر جو مدارس باقاعدہ چل رہے ہیں۔ جہاں مدرسین اور طلبہ کا اجتماع ہے درسگاہوں اور مجروں کا انتظام ہے۔ دفتری اور انتظامی عملہ موجود ہے۔ بڑے بڑے کتب خانے اور بڑی تنخواہوں پر کام کرنے والے ارباب انتظام ہیں اور بلاشبہ جن کی خدمات کا پایہ بہت بلند اور جن کے وجود کی برکات بہت کثیر ہیں

اُن میں بھی یہ ناقابل فراموش نقص موجود ہے کہ سائنس کے اس دور میں جب امریکہ فضائیں کی طاقتوں سے "ایٹم بم" دریافت کر کے صرف ۲۴ گھنٹے میں جاپان کے شہر ہیروشیما اور اس کی لاکھوں کی آبادی کے دھوئیں اڑا دیئے۔ اور جب انسان ترقی کرتے کرتے بے تکلف پانی کی گہرائی میں گھوم رہا ہے۔ اور گھنٹوں اور دنوں تک پانی کی تہ میں رہ سکتا ہے۔ جب طیاروں کے ذریعہ آسمان پر اڑنا روزمرہ کا ایک معمولی مشغلہ بن گیا ہے جب ریڈیو لاسلکی اور ٹیلیفون نے ایک شہر کو دوسرے شہر سے، ایک ملک کو دوسرے ملک سے اور ایک اقلیم کو دوسری اقلیم سے آہنی زنجیر کی کڑیوں کی طرح باہم مربوط کر دیا ہے ایسے دور میں ان مدارس میں ابتک الف سے لے کر ی تک ساری تعلیم اس قدیم طرز پر ہو رہی ہے جیسی آج سے صدیوں پہلے ہوتی تھی۔ ظاہر ہے کہ قرآن و حدیث کے طرز تعلیم میں تو کوئی تغیر نہیں ہو سکتا۔ مگر یہ کیا بوالعجبی ہے کہ اب تک ان مدارس میں جغرافیہ، حساب، سیاست، تاریخ اقتصادیات اور معاشیات کو داخل درس نہیں کیا گیا۔ اور ان ضروری شعبوں میں یہاں کے فارغین و فضلا کی استعداد کچھ بھی نہیں ہوتی۔ جو حضرات یہاں سے پڑھ کر نکلتے ہیں وہ دوسری جگہ جا کر اس طرح کے مدارس و مکاتیب سے وابستہ ہو جائیں تو دوسری بات ہے۔ ورنہ خود انہوں نے بھی محسوس کیا ہو گا کہ زندگی کے عام شعبوں میں سے وہ کسی ایک میں بھی کامیابی کے ساتھ نہیں چل سکتے۔ اور طرز تعلیم کے بنیادی نقائص کی وجہ سے یہ تیرۂ خاکدان اس وسعت و کشادگی کے باوجود ان پر تنگ ہو کر رہ جاتا ہے۔ پھر اس سلسلہ میں بھی یہ ایک دقت درپیش ہے کہ اگر ان جدید مضامین کو اسی شکل میں

جس شکل میں وہ اب پڑھائے اور پھیلائے جا رہے ہیں اپنا یا جائے تو دیوبند کا طرز تعلیم اور ذہنی رجحان کے اعتبار سے علیگڈھ نہ سہی. مگر آج سے پندرہ بیس سال اُدھر کے ندوہ بن جانے میں کوئی کسر نہیں رہتی. اس لئے ضرورت ہے کہ سب حضرات علماء کسی ایک جگہ جمع ہو کر اولاً ان جدید مضامین کو اپنے یہاں داخل درس کرنے کی ضرورت پر غور فرمائیں اور ثانیاً وہ طریقہ تلاش کریں جس سے یہ تیز اور گرم قسم کی چیزیں معتدل ہو کر ہمارے مزاج کے موافق بن سکیں. اور ہم انہیں پڑھ کر وہ کچھ نہ بن جائیں جو علیگڈھ کے آزاد خیال طلبہ بن گئے ہیں. یہ مسئلہ بہت اُلجھا ہوا ہے. اس طرح کہ ضروریں انہیں اپنا لینے کا تقاضا کرتی ہیں. اور خود یہ چیزیں اپنی موجودہ شکل میں ہمارے لئے مضرت سے خالی نہیں لیکن اب بھی مسلمانوں میں ایسے ارباب علم وفضل کی کمی نہیں جو سوچ سمجھ کر ان مشکلات کا حل نکال سکتے ہیں. ضرورت مدارس عربیہ کے ارباب اہتمام و انتظام میں اپنے فرائض کو پہنچاننے اور انہیں پورا کرنے پر مستعد و متوجہ ہو جانے کی ہے.

تذکرۃ الصالحین

حضرت مولانا سید اصغر حسین صاحبؒ (۳)

(از جناب مولانا مفتی محمد شفیع صاحب)

ایک مرتبہ احقر علیل ہوا تو عیادت کے لئے دیوبند ہی سے یہ پرچہ تحریر فرمایا۔

مکتوب سیزدہم

جناب مفتی صاحب۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ آپ کی علالت سے بہت افسوس ہوا۔ دعا کرتا ہوں۔

لاَضعف اللہ الضعیف فاننی[1]
لآخذ من حالاتہ بنصیب

(بندہ اصغر حسین)

پھر ایک مرتبہ احقر نے اپنی شدید علالت کی اطلاع دی۔ تو تحریر فرمایا۔

مکتوب چہاردہم

آپ کا خط پڑھ کر دنیا آنکھوں میں تاریک ہو گئی۔ بہت غم ہوا۔ انشاء اللہ صحت ہو جائے گی۔ اور دوسری صورت میں بھی کچھ فکر عقلاً و شرعاً نہیں۔ البتہ طبیعت انسانی سب میں مشترک ہے تعویذ کو دھو کر رکھ لیں۔ تھوڑا تھوڑا پیویں۔ اور سرسوں مع کپڑے کے سفید کپڑے میں لپیٹ کر بازو پر باندھ لیں۔ میں انشاء اللہ پانچ بجے آکر باقی ترکیب بتلادوں گا۔ (بندہ اصغر حسین)

مکتوب پنجدہم از راندھیر

بعد السلام علیکم۔ بخدمت حضرات مالکان ازمتہ لفتاوی دامت برکاتہم۔

دعا ہے کہ آپ حضرات بعافیت ہوں۔ احقر بھی مع اپنے امراض لطیفہ و باطنیہ و مرض جہالت کے بخریت ہے۔ اور احیاء العلوم کا الباب الثانی حق فوائد العزلۃ دغوائلہا وکشف الحق فی فضلہا مطالعہ کر رہا ہے۔ ہر دو مکرمان اپنی خیریت اور والد ماجد کی حالت سے مطلع فرمائیں۔ یعنی ایک پرچہ کسی کو لکھ کر دے دیں کہ نور احمد کو دیدے یا خطوط کے طاق میں ڈالدے۔

(خطوط مرض وفات)

مکتوب شش دہم از گوکسولی مورخہ ۱۹ رجب سنہ ۱۳۶۳ھ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ دعا خیر۔ تھانہ بھون کا[2]

---

[1] متنبی کے ایک شعر میں معمولی سا تغیر فرما کر لکھا ہے۔

[2] احقر اس وقت تھانہ بھون گیا ہوا تھا۔ وہیں یہ گرامی نامہ پہنچا۔ سیدی و مرشدی حضرت حکیم الامت قدس سرہ کی وفات اس وقت سے ایک سال پہلے ۱۶ رجب سنہ ۱۳۶۲ھ کو ہو چکی تھی۔ حضرت میاںؒ پر اس کا اثر آخر عمر تک رہا۔ اسی کے تاثرات اس گرامی نامہ میں ہیں۔

محمد شفیع ۱۲

زیادہ فرمایا۔ اچھا ہے غم تازہ ہو کر قلب کے زنگ کو دور کرے۔ اور فیوض بھی حاصل ہوں۔ آہ ایک[1] سال گذر گیا۔ اور اسی طرح ہزاروں برس گذر جائیں گے ماشاء اللہ۔

عطیہ گرامی ابغض[2] الاشیاء و احبا۔ موصول ہوا۔ دن رات کے احسانات میں شکریہ کہاں تک۔ خطوط[3] مکرمات اور بشاشت سے صحت پر استدلال؟ لذیذ بود[5] حکایت دراز تر گفتم ٹھہر جاتا ہے دل الخ

(بندہ عاجز اصغر حسین عفا اللہ عنہ از کوہ کسولی ۱۹ رجب ۶۳ھ)

مکتوب ہفدہم از راندیر

حضرت مفتی صاحب ادام اللہ فضلہم السلام علیکم و رحمۃ اللہ۔ بیمار پرسی کے خط سے تسلی ہوئی۔ اور فرحت جزاکم اللہ تعالیٰ متعلقین و عزیزان و عزیز محمد زکی وغیرہ کے حالات علالت اور ہمشیرہ صاحبہ وغیرہ و محترم والدہ صاحبہ کی تکالیف سن کر بہت اور افسوس اور دل سے بہت دعا نکلی۔ حق تعالیٰ رحم و کرم فرمائیں۔ اور آپ کو تیمار داریوں اور خدمات کے ثوابات سے مشرف فرما کر اطمینان بخشیں گھر سے جتنے خطوط آئے بیماریوں کا حال جلیل کو سرسام ہو جانا۔ اور سب کا بخار میں مبتلا ہو جانا۔ حاجی بلال کی نانی صاحبہ کا وفات پا جانا بہت پریشانیوں کے خطوط آئے۔ دہلی سے عزیز محمد صدیق نے بھی یہی لکھا کہ گھر ہسپتال بنا ہوا ہے۔ حق تعالیٰ سب جگہ رحم و کرم فرمائیں۔ گھر میں اور لڑکی کو اور فرزند عزیز زکی کو سلام مسنون پہنچاویں اور سب کو دعا اور سیٹھ بشیر احمد کو سلام۔

مکتوب ہژدہم از راندیر

بندہ عاجز پندرہ دن بمبئی میں بخار میں مبتلا اور حکیم مسعود احمد گنگوہی کے زیر علاج رہا۔ اخیر میں اُن کے والد ماجد بھی تشریف لے آئے۔ راندیر پہنچ کر دو چار دن بعد پھر بخار وغیرہ میں مبتلا ہو گیا پانوؤں اور کمر میں ایک قسم کا شدید درد کا دورہ ہوتا ہے۔ قوت سامعہ دو ثلث زائل ہو گئی۔ کانوں میں شور رہتا ہے۔ کبھی بمبئی جا کر حکیم صاحبان کے

---

[1] عجیب اتفاق ہے کہ آج جب راقم الحروف یہ خطوط جمع کر رہا ہے تو حضرت میاں صاحب کی وفات پر پورا ایک سال گذر گیا ہے۔ اور اب حضرت موصوف کے یہی جملے بجائے حضرت حکیم الامت کے خود حضرت میاں صاحب پر صادق ہیں۔ عبرت کا مقام ہے ؎

بچ رہا ہو جو کوئی جوش جنوں کے ہاتھوں تار ایسا کوئی اب جیب و گریباں میں نہیں

ولنعم ما قیل {
اے چارہ ساز حالت درد نہاں نہ پوچھ
اک راز ہے جو کہہ نہیں سکتے زباں سے ہم
تقدیر نے اسے بھی نظر سے چھپا دیا
روتے لپٹ کے گردش کا پرواں سے ہم
}

[2] یعنی سب سے زیادہ مبغوض اور سب سے زیادہ محبوب چیز۔ مراد اس روپیہ ہے کہ در حقیقت اس کا یہی حال ہے [3] حضرت کا کچھ قرض احقر کے ذمہ تھا۔ اس میں سے کچھ رقم بمقام کسولی بھیجی تھی کہ شاید سفر میں ضرورت ہو۔ اس پر بوجہ مکارم اخلاق یہ الفاظ لکھے ہیں [4] اس سے پہلے حضرت نے ایک مفصل نامہ تحریر فرمایا تھا حالانکہ سال بھر سے مریض تھے ضعف شدید تھا احقر نے اس پر لکھا کہ اس مفصل خط سے طبع مبارک کے حضور خط گویا صحت کا اندازہ ہوا اس پر یہ الفاظ تحریر فرمائے [5] یہ حافظ کا شعر ہے۔ پورا مصرعہ۔ لذیذ بود حکایت دراز تر گفتم

علاج سے منتفع ہونے کا خیال ہوتا ہے۔ بہرحال تکلیف اور بہت ناطاقتی ہے۔ ارادہ تھا کہ میں دیوبند پہنچ جاؤں گا۔ مگر اب بظاہر ممکن نہیں۔ آپ بھی کسی قدر دعا سے امداد فرمائیں۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ (حضرت حکیم الامت تھانوی قدس سرہٗ) کا صدمہ اور خیال اب تک دل سے نہیں گیا۔ آپ اپنی قناعت اور یکسوئی پر قائم ہیں۔ حق تعالیٰ مدد فرمائیں۔ بیماری کے سبب لکھنے سے عاجز ہوں۔ دو تین دن میں ذرا ذرا سا لکھا ہے حضرت قاضی صاحب سے کبھی ملاقات ہو تو سلام مسنون عرض کر دیں۔ جواب کی تکلیف نہ فرمائیں۔

(بندہ اصغر حسین راندیر)

مکتوب نوزدہم از بمبئی

حضرت مکرم مفتی صاحب۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ اُمید ہے کہ متعلقین کو حق تعالیٰ نے صحت بخشی ہوگی۔ اور آپ گاہ گاہ اپنے اوراد واذکار میں خاکسار دعاگو کی صحت کے لئے دعا کرتے ہوں گے۔ جب راندیر اور سورت کے طبیب اور ڈاکٹروں کے علاج سے کچھ نفع نہ ہوا۔ اور حضرت حکیم سعید صاحب کا مقولہ مولانا محمود نے خط میں لکھا کہ یہاں آجائیں تو بہتر ہے۔ تب تیماردار مجھ کو یہاں لے آئے۔ بہت تکالیف تھی۔ بفضلہ تعالیٰ حضرت حکیم صاحب کی خاص توجہ سے کچھ زائل ہوگئی اور صحت کی امید ہے۔ صحت کے بعد جلد راندیر جاؤں گا یہاں خط نہ بھیجئے نہ ضرورت ہے۔ بعض بہ تعلق قلبی اطلاع احوال کرتا ہوں۔ گرامی نامہ کا جواب ملاحظہ سے گذر گیا ہوگا۔ سب عزیزان و متعلقین کو سلام و دعاء۔ لکھنا دشوار ہے۔ مولانا محفوظ علی صاحب کو حسب موقع سلام مسنون۔

(بندہ اصغر حسین از مقام بمبئی ۲۶ ذیقعدہ)

مکتوب بستم[1]

(آخری والا نامہ) از راندیر مورخہ ۱۲ محرم ۱۳۶۴ھ)

حضرت مکرم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ کرامت نامہ موجب تقویت ظاہری و باطنی ہوا۔ لکھنے سے بالکل معذور ہوں۔ ورنہ پہلے عنایت نامہ کا جواب بھی لکھتا۔ بیماری سے نہایت پریشان ہوں۔ اختلاج قلب ہر وقت رہتا ہے اور گاہ گاہ خاص دورہ پڑتا ہے۔ خصوصاً صبح صادق کے وقت جس سے تمام قویٰ مضمحل ہو جاتے ہیں۔ معدہ اور جگر اور امعاء سب ضعیف ہیں۔ کوئی نرم سے نرم چیز ہضم نہیں ہوتی۔ دو ماہ سے اسہال کی مصیبت سے بہت دفعہ پاجامے خراب ہو جاتے ہیں۔ جن کے سبب خود پاک کرتا ہوں۔ ضعف بدرجہ کامل ہے۔ زینہ پر چڑھ نہیں سکتا۔ جماعت سے محروم ہوں۔ للہیت سے ایک اچھے طبیب خاص توجہ سے علاج کر رہے ہیں۔ صحت کی اُمید دلاتے ہیں۔ اگرچہ ہڈیاں رہ گئی ہیں۔ طبیعت بہت گھبراتی ہے۔ مگر مجبور ہوں۔ ۱۶[2] جنوری (یعنی سال گذشتہ) سخت سردی میں دہلی پہنچا تھا وہیں سے یہ درد شدید اختلاج کا مرض لگا ہے۔

---

[1] وفات سے دس روز قبل کا لکھا ہوا

[2] احقر نے اپنے عریضہ میں درخواست کی تھی کہ حضرت کی علالت طویل اور شدید ہوگئی۔ اور دیوبند سے تشریف لے گئے ہوئے مدت گذر گئی۔ اب تو جلد دیوبند کا قصد فرمائیں۔ اور اجازت ہو تو احقر خود حاضر ہو کر رفیق سفر ہو۔ اس پر تحریر یہ فرمایا ہے۔ ۱۲ س

اس سفر دہلی میں دوبارہ قصد کرنا لا یلدغ[1] کے خلاف ہے دیوبند کا حال مخفی نہیں۔ آپ کی ہمدردی اور عملی توجہ بیشک باعث تسلی ہے۔ مگر آپ بھی برمن سفر ہیں۔ رہ گئے مہربان قاضی جی صاحب چاہے اوڑھو لو چاہے بچھا لو۔ طبیب صاحب کے کہنے سے پہلے بھی ۳۵ روز آرام کیا۔ اب پھر دس روز کے لئے یہی فرمائش ہے بمبئی میں بڑے حکیم صاحب ابھی نہیں آئے جب تک زندگی کی امید نہیں۔ پھر رخصت لینا حماقت و خرافت ہے۔ اب کہیں واپسی کی امید ہے خواب وخیال بھی نہیں۔ یا تو یہیں موت الغربۃ کی فضیلت حاصل کرونگا اور اگر واپس آیا بھی تو کام کرلے کی طاقت کہاں

سب عزیزان فرزند محمد زکی اور برادران اور حکیم شریف حسین صاحب اور مولوی سید حسن صاحب کو سلام و دعا اور گھر میں سب کو سلام مسنون۔ حضرت منصف صاحب سب مو نع سلام۔ حضرت مولانا شبیر احمد صاحب کی سخت اور تکلیف دہ علالت کا حال سن کر سخت رنج ہوتا رہا۔ خط سے معذور رہا۔ کبھی سلام نیاز عرض کر دینا۔ آپ کو فرصت کہاں۔ گھر والوں سے صحت کی دعاء کے لئے فرمائش کر دیجئے۔ اور حکیم محفوظ علی صاحب سے سلام دعاء عرض کر دینا۔

بندہ اصغر حسین عفا اللہ عنہ۔ حافظ منزل

راندیر ضلع سورت

سبحان الحی الذی لا یموت والجن والانس یموتون۔

آج جبکہ راقم الحروف حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے یہ کلمات و مکاتیب جمع کر رہا ہے۔ محرم الحرام ۱۳۶ھ کی ۲۲ تاریخ ہے۔ اور سال گذشتہ اسی تاریخ میں حضرت ممدوح رہگرائی عالم بقا ہوئے تھے۔ آج آپ کی وفات کو پورا ایک سال ہو رہا ہے۔ ایک حیرت وحسرت کا سماں بندھا ہوا ہے ؎

نہ وہ محفل ہے نہ وہ پروانے ✤ خاک لئے شمع سحر دیکھوں میں
داغ ہی داغ نظر آتے ہیں ✤ کس طرح قلب و جگر دیکھوں میں

آج اس استاد شفیق۔ مرشد کامل۔ رفیق طریق مونس غمگسار کا سایہ رحمت سر سے اٹھ چکا۔ آپ کی مجلسوں کا لطف خواب وخیال ہو چکا۔ مگر آپ کے کلمات گویا کانوں میں گونج رہے ہیں۔ آپ کے الطاف وعنایات کا نقشہ آنکھوں کے سامنے ہے ؎

وہ کب کے آئے بھی اور گئے بھی نظر میں اب تک سما رہے ہیں
یہ چل رہے ہیں وہ پھر رہے ہیں وہ آ رہے ہیں وہ جا رہے ہیں

اب یہ ناکارہ خستہ حال حزیں و غمگین ہے۔ اور گوشہ تنہائی نہ کوئی اچھا حال دیکھ کر خوش ہونے والا نہ بدحالی پر رونے والا ؎

فلک کے ستم آشیاں میں ہم اپنے
سمیٹے ہوئے بال و پر دیکھتے ہیں

یہ قصہ غم نہ تحریر میں سما سکتا ہے نہ اس کا چھوڑنا ہی آسان ہے۔ اب دل پر جبر کر کے اس کو یہیں چھوڑتا ہوں ؎

موقوف غم میر کہ شب ہو چکی ہمدم
پھر اور کسی روز یہ افسانہ کہیں گے

---

[1] اشارہ ہے حدیث لا یلدغ المؤمن من جحر واحد مرتین کی طرف جس کے معنی یہ ہیں کہ مؤمن کو ایک ہی سوراخ سے دو مرتبہ نہیں ڈسا جاسکتا یعنی جس چیز سے ایک مرتبہ نقصان پہنچ چکا ہو۔ دوبارہ اسی کا ارتکاب مومن کی شان نہیں۔ ۱۲۔ ؎ دارالعلوم کے جلسہ شوریٰ میں حضرت کی ... پنشن کی منظوری کی تجویز پاس ہوئی تھی اسکی اطلاع پر یہ کلمات تحریر فرمائے

اسلام کا قانون ازدواج

انسانی تمدن کا ایک مقدم و اہم پیچیدہ مسئلہ

(از جناب سید نذیر الحق صاحب میرٹھی)

آج انسانی زندگی کو چاروں طرف سے غلط نیتوں، غلط اندیشوں، غلط کاریوں، گمراہیوں اور ہلاکت و بربادیوں نے گھیر رکھا ہے۔ اور ان کی زندگی کے تمام مسائل پیچیدہ اور لاینحل بن کر رہ گئے ہیں۔ وہ پیچیدہ مسائل کو حل کرنے کی جتنی زیادہ کوششیں اور تدبیریں کر رہے ہیں۔ وہ سب اُلٹی پڑ رہی ہیں۔ اور انسان مسرت افزا تمدن، پاکیزہ معاشرت اور کامیاب زندگی کے لئے ترس رہے ہیں۔ جتنے جھگڑے، نزاعات، فسادات اور بربادیاں ہیں کہ اُمڈی چلی آرہی ہیں۔ مختلف ملکوں اور قوموں سے انسانی ہمدردی اور رہبر براہ کاری کے لمبے چوڑے دعوے لے کر مفکرین و مدبرین اُٹھتے ہیں اور سیاسی تمدن و مسائل کو اور زیادہ اُلجھا کر اور اخلاقی قدروں سے بغاوت کر کے بیٹھ جاتے ہیں۔ پھر نام نہاد علماء و فضلاء ان کے غلط افکار و اعمال کی پیروی کر کے اپنی زندگی کو اور زیادہ بگاڑ لیتے ہیں۔ حسرت و تعجب ہے کہ انسانی خدمت کے مدعی انسانوں میں خدا کے باغی انسان بھی ہیں۔ اور وہ بھی خدا پر اور اس کی ہدایت پر ایمان رکھنے کے مدعی ہیں۔ وہ بھی ہیں۔ یعنی زندگی کے معاملات و مسائل کے حل کرنے میں کافر و مومن دونوں کا یکساں حال ہے۔ سوچنے اور سمجھنے کے طریقے دونوں کے ایک ہیں۔ دونوں کی فکری قوتیں خدا کی ہدایت سے بے نیاز ہو کر اپنا کام کرنا چاہتی ہیں۔ جن کے یہاں سب کچھ ہے وہ بھی انہیں جیسی باتیں کرتے ہیں جن کے یہاں کچھ بھی نہیں۔ اپنے خیالات و اوہام اور ظن و رائے کی پیروی جس طرح کفار و مشرکین کرتے ہیں۔ اسی طرح علمبرداران اسلام بھی کرتے ہیں نتیجہ یہ کہ اونٹ رے اونٹ تیری کونسی کل سیدھی۔ انسانی تمدن کا کوئی مسئلہ بھی قانون الٰہی کے مطابق اپنی حقیقت پر قائم نہیں رہا۔ اور پوری کی پوری دنیائے انسانیت خدا کی ہدایت اور اسلام کے بخشے ہوئے علم و بصیرت سے محروم اور خراب و خستہ ہے۔

اس کی ساری ذمہ داری اُمتِ مسلمہ پر عائد ہوتی ہے کہ اس کے پاس کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ موجود ہے مگر نہ اس نے اپنی زندگی کو قانون الٰہی کے مطابق بنایا اور نہ دوسروں کے سامنے اسلام کے قانون تمدن و معاشرت کو پیش کیا۔ اور دنیا کے تمام انسانوں نے مغربی تمدن و معاشرت کو اختیار کر کے تباہیاں خرید لیں اور اپنی زندگی کو غیر حقیقی زندگی بنا کر رکھ دیا۔ اب اگر کوئی اللہ کا بندہ انسانوں کو اسلام کے قانون تمدن معاشرت کی طرف بلانا چاہے۔ تو وہ اپنے راستہ کو مشکلات اور الجھنوں سے بھرپور پاتا ہے۔ اور اگر اقدام عمل کرے تو تکو بنکر رہ جاتا ہے۔

مسئلہ زیر بحث کی نوعیت و اہمیت۔ انسانی تمدن کے

سب سے زیادہ مقدم اہم اور پیچیدہ مسئلے دو ہیں۔ ایک یہ کہ اجتماعی زندگی میں عورت اور مرد کا باہمی تعلق کس قسم کا ہونا چاہیئے۔ اور ان کے حقوق و فرائض کیا ہیں۔ دوسرے یہ کہ فرد اور جماعت کے تعلق کا تناسب کیا ہے؟ اگر انسان کو ان دونوں مسئلوں کا صحیح اور متوازن حل مل جائے تو وہ اپنی فلاح و ترقی کا منہ نہیں دیکھ سکتے یہ دو مسئلے انسانی تمدن کا سنگ بنیاد ہیں۔ یہ دو مسئلے اس وقت تک حل نہیں ہو سکتے جب تک عقلاء دہر کو نفس کی ترکیب، اس کے تقاضوں اور ضرورتوں، قوتوں اور قابلیتوں، جذبات و احساسات اور فعلی و انفعالی تاثرات کا پورا پورا علم نہ ہو۔ ظاہر ہے کہ انسان کو بذات خود محض اپنے غور و فکر اور تجربہ و مشاہدہ سے ایسا علم میسر نہیں آسکتا۔ جو ضروریات زندگی اور داعیات نفس کے تمام پہلوؤں پر حاوی ہو۔ اور وہ کوئی نقطۂ عدل پالیں۔ اگر انسان اس علم اور نقطۂ عدل کو اپنی ذاتی کاوشوں سے پاسکتے تو ان کو وحی الہٰی کی ہدایت و رہنمائی کی ضرورت نہ تھی۔ نہ خدا کی ضرورت تھی اور نہ نبوت و وحی کی۔ اور نہ کافر و مومن نہ طریقہائے حیات کے تعین و اختیار کی ضرورت تھی۔ انسان اپنے لئے آپ سب کچھ کر لیتے۔ کفر و ایمان کا جھگڑا ہی نہ ہوتا۔

کون ہے جو اس حقیقت سے انکار کرنے کی جرأت و حماقت کرے کہ انسان اپنی رہنمائی آپ کر سکتا ہے۔ اگر آج دنیا ایسا ہی مان رہی اور کہہ رہی ہے تو یہ اس کی جہل و نادانی ہے۔ کوئی عقل سلیم اور مستقیم نظر کا مالک تو ایسا نہیں کہہ سکتا۔ لہٰذا لازم آیا کہ انسان ان دونوں مسئلوں میں خدا کی ہدایت و رہنمائی کے محتاج ہیں۔ اس کو اگر وہ آج نہیں مانتے تو کبھی نہ کبھی مانیں گے۔ ضرور ماننیگے تو تباہ و برباد ہوں گے۔ آج دنیا جو ظلم و ستم، مصائب و آلام اور فسق و فجور کا سیلاب انسانوں کو بہائے لئے چلا جا رہا ہے۔ اس کا واحد سبب یہ ہے کہ انہوں نے خدا کی ہدایت و رہنمائی سے منہ موڑ لیا ہے۔ بدکاروں، نا اہلوں اور شریروں نے دنیا کے انتظام اور انسانوں کی زندگیوں کو اپنے قبضہ و تصرف میں لے لیا ہے۔ مگر اسلام کے عالم افروز اصول و قوانین بدستور انسانی دل و دماغ میں اپنا کام کرتے چلے جا رہے ہیں۔

دنیا کس طرح قرآن کے قریب آرہی ہے

کاش مسلمان آنکھ کھول کر اقوام و ممالک کو دیکھیں اور اندازہ لگائیں کہ وہ کس طرح غیر شعوری طور پر قرآنی ہدایات کے قریب آرہے ہیں۔ اور ان کی پیاسی روحیں اور گمراہ عقلیں کس چیز کے لئے ترس رہی ہیں؟ جو شخص بنگاہ تعمق غور کرے اس کو معلوم ہوگا کہ اسلام کے اصول حیات چمکانے کا وقت آگیا ہے۔ اور دنیا ٹھوکریں کھا کھا کر قرآنی نظام کے قریب آرہی ہے۔ اس لئے کہ قرآنی تعلیمات غیر شعوری طور پر فضائے عالم میں پھیلے ہوئے ہیں۔ ذہن انسانی متاثر ہوتا چلا جارہا ہے لیکن دنیا کے مفکرین و مدبرین اپنی ضد چھوڑ کر اور آنکھوں سے تعصب کی پٹی اتار کر براہ راست قرآن کی طرف نہیں آتے۔ یہ کیوں؟ صرف اس لئے کہ مسلمانوں کی غیر اسلامی زندگی اور حقوق طلبانہ تنازع و تصادم نے ان کو اسلام کے خلاف شدید نفرت و تعصب میں مبتلا کر رکھا ہے وہ ہماری مکروہ زندگیوں کو دیکھتے ہیں۔ اور ہماری ہر چیز کو حقارت سے ٹھکرا دیتے ہیں۔ گویا اسلام کے راستہ میں مسلمانوں کا وجود رکاوٹ ہے۔ اگر یہ اس راستہ سے

ہٹ جائیں تو کیوں اور غیر مسلمین کی آنکھوں کی پٹی بھی اتر جائے۔

یہ حقیقت کتنی جگر خراش ہے کہ وہ مسلمان جو اپنے پاس قرآن پاک اور احادیث رسول اللہ رکھتے ہیں۔ اور جن کے زندگی کے تمام پہلوؤں کے متعلق سرمایہ رشد و ہدایت موجود ہے۔ وہ بھی دوسری مشرقی و مغربی قوموں کی طرح مغربی تہذیب و تمدن کے تابناک مظاہروں سے مرعوب و متاثر ہو گئے۔ مادی و حسی لذائذ و فوائد کی تلاش میں اسلامی تہذیب و تمدن کھو بیٹھے اور ان کے دل و دماغ سراسر مغربی فلسفۂ اخلاق پر ایمان لے آئے اب وہ اسلامی قانون ازدواج کو بھی اسی دماغ سے سوچتے ہیں اور عورت کو ہر حیثیت سے مرد کے مقابل لا کھڑا کرنا چاہتے ہیں۔ اور مسلمانوں میں وہی خرابیاں اور تباہیاں پھیلی ہے ہیں جو مغربی تہذیب و تمدن کے ساتھ لازم ہیں۔

صنفی معاملات اور بداخلاقی و عیش کوشی کی انتہا

دنیا والوں کی یہ انتہائی بدقسمتی اور محرومی ہے۔ کہ قرآن حکیم نے انسان کے لئے جو فلسفۂ اخلاق پیش کیا تھا اور بہترین، پاکیزہ، مقدس اور بلند ازدواجی قانون دیا تھا اس سے منہ موڑ لیا پھر دنیا کا مذہب فطرت نواز اور پاکیزہ ازدواجی قانون نہ دے سکا۔ اور انسانوں نے اپنی فکر و تدبیر سے انسانی تمدن کے اس بنیادی مسئلہ کو حل کرنا چاہا۔ مگر چونکہ وہ انسانی فطرت اور نفس کی ترکیب سے ناآشنا تھے اس لئے انہوں نے اپنے اناڑی پن سے ساری دنیا کو بے حیائی اور بدکاری کے سمندر میں غرق کر دیا۔ اور طہارت و پاکیزگی کا کہیں نام و نشان تک نہ رہا۔

مصیبت بالائے مصیبت یہ کہ مسلمان بھی اپنے فلسفۂ اخلاق اور نظام تہذیب و تمدن پر قائم نہ رہے۔ صرف قرآن و حدیث میں یہ چیز باقی رہ گئی۔ اب ہمارے پاس کتابی صورت میں تو چیز باقی ہے مگر عملی نمونہ کہیں بھی نہیں جس کو دکھا کر ہم دنیا والوں سے کہہ سکیں کہ یہ ہے اسلامی تہذیب و تمدن کا نظام اور اسلامی سیرت و کردار۔

آج دنیا کے تمام نظاموں اور حکومتوں کی بنیاد عوام کی قبولیت پر ہے، جس کو جمہوریت کہا جاتا ہے۔ جس نظام اور جس حکومت کو رائے عامہ کی سند مل جائے بس وہ مقبول ہے۔ یہ کوئی نہیں دیکھتا کہ وہ نظام کیا ہے۔ اور حکومت کس اصول پر قائم ہے۔ رائے عامہ کا یہ حال ہے کہ عوام کے سامنے اخلاق، تہذیب، حق خیر اور صلاح کا کوئی معیار ہی نہیں۔ وہ ہر قسم کی پابندیوں سے آزاد و مختار ہیں۔ جس نظام حکومت کے ماتحت ان کا پیٹ بھرے، عزت ملے اور اپنی شہوت کی آگ بجھا سکیں۔ اسی کی تائید و حمایت کرنے لگتے ہیں۔ عوام کے انہی رجحانات کے مطابق قانون، اصول اور ضوابط بنتے ہیں۔ اور رائے عامہ کے ہر تغیر کے ساتھ قانون و سیاست بدلتے رہتے ہیں۔ گویا قانون و سیاست بذات خود کوئی چیز نہیں بلکہ رائے عامہ ہی سب کچھ ہے۔ قانون ساز بھی آزاد، بیباک اور نااہل و بدکار ہیں اور رائے عامہ بھی ایسی ہی۔ قانون ساز لوگوں کے پابند ہیں اور مجبور ہیں۔ کہ ان کی خواہشات کے مطابق قانون بنوائیں۔ قانون بنانے والوں کے سامنے کوئی ایسا اساسی قانون نہیں

جو حائل ہو۔ یا ایسے اصول جو انسانوں کی دسترس سے باہر اور ناقابل ترمیم و تنسیخ اور معیار صحیح و غلط ہوں۔ نتیجہ یہ کہ قانون و سیاست کی تمام طاقتیں دنیا میں اخلاقی فساد پھیلانے۔ مذہب و اخلاق کا اثر مٹانے اور انسانوں کو آوارہ و بدکار بنانے میں صرف ہو رہی ہیں۔ سیاست دراصل مذہب سے آزاد ہی اس لئے ہوئی تھی۔ کہ سیاست دان و حکمران مذہب کے زیر اثر دل کھول کر زندگی کے مزے نہیں لوٹ سکتے تھے

قانون و سیاست کی مذہب و اخلاق سے آزادی نے سب سے پہلا کارنامہ یہ سرانجام دیا کہ صنفی معاملات میں لوگوں کی اخلاقی حس کو مفلوج و ناکارہ کر دیا۔ شرم و حیا اور غیرت و حمیت کے جذبات کو اپنی طاقت سے کچل دیا۔ سرے سے نکاح کا مفہوم و مدعا ہی غارت کر دیا۔ زنا ایک فطری اور معصوم چیز بن گئی۔ پیشہ ور فاحشہ عورت اور بدکار مرد ایک بے معنے لفظ بن گیا والدین بھی عیاش اور آوارہ ہو گئے۔ اور ان کے لڑکے اور لڑکیاں بھی عفت و عصمت بھی بے معنے چیز بن گئی شرافت و عزت سر پیٹ کر رخصت ہو گئی۔ اور مرد و عورت کی اخلاقی حس نے تڑپ تڑپ کر دم توڑ دیا۔

تجارت اور فن کے نام پر فواحش کی کثرت

انسانوں کے اخلاقی زوال کی انتہا یہ ہے کہ زنا ایک باقاعدہ "بزنس" بن گیا ہے۔ شائستہ اور متمدن ممالک میں ایسی عورتوں کی کثرت دن بدن بڑھتی جا رہی ہے۔ جو اپنے جسم کو کرایہ پر چلا کر شاداں و فرحاں ہوتی ہیں۔ اور اپنی زندگی کو کامیاب بناتی ہیں۔ ان میں پیشہ ور فاحشات اور شریف عورات کی تمیز بھی مشکل ہو گئی ہے۔ ان کے سارے کاروبار بڑی شائستگی تنظیم اور اعلیٰ پیمانہ پر چل رہے ہیں۔ ان کے استادوں نے ان کو فن اشتہار سے کام لینا اچھی طرح سکھا دیا ہے۔ مالدار اور آوارہ گاہکوں کو پھنسانے کے لئے عمدہ عمدہ کپڑے، سوٹ، لب سٹک، کلپ پوڈر کریم، اخبار رسالے، مصور پوسٹ کارڈ، ٹیلیفون دعوت نامے، ناچ گھر اور سینما گھر وغیرہ سارے مہذب اور معصوم طریقے جاری ہیں۔ قحبہ گری کی ایجنسیاں اور ہوٹل قائم ہیں۔ زنا سے بڑے بڑے مالی فوائد حاصل کئے جا رہے ہیں۔ جوان خوبصورت اور آوارہ لڑکیاں ایک تجارتی مال بن گئی ہیں یا بنا دی گئی ہیں۔ جن کی باقاعدہ منڈیاں کھلی ہوئی ہیں۔ ان منڈیوں کو چمکانے اور فواحش کے کاروبار کو فروغ دینے کے لئے ایڈیٹر، ناشرین، مفکر، اہل قلم، خطباء، مقررین اور اطبا سرگرم کوششیں کر رہے ہیں۔ ان کی زندگی کا واحد مقصد فواحش کی کثرت و مقبولیت اور شہوانی جذبات کی اشتعال انگیزی ہے۔ ایسے قابل لوگ بدکار مردوں اور عورتوں کو دونوں ہاتھوں سے لوٹ رہے ہیں۔ مثلاً اطبا، ایک طرف صنفی آوارگی اور خلاف وضع فطری کے خلاف جہاد و وعظ اور دوسری طرف مقوی و ممسک ادویہ اور طلاء کے اشتہار اور اخبار والوں کی گھر بیٹھے چاندی۔ شہوانی جذبات بھڑکانے کے بہترین ذرائع، عریاں افسانے تصاویر، سینما، تھیٹر، رقص اور برہنگی کے عام مظاہرے ہیں۔ کوئی اخبار اور رسالہ مقبول اور کامیاب نہیں ہو سکتا جب تک اس میں حسن و عشق کی داستانیں، فلمی گانے

تبصرے اور فلمی دوشیزاؤں کی تصویریں نہ ہوں۔ کوئی حکیم مشہور نہیں ہوتا جب تک اس کے پاس زود اثر اور مستند مقوی وممسک طلاء و دوائیں نہ ہوں۔ کوئی ادیب اور اہل قلم نامور نہیں ہو سکتا جب تک اس کے قلم سے عریاں افسانے نہ ٹپکیں۔ اور کوئی تجارت صنعت فلم سازی سے لگا نہیں کھا سکتی جیسا بازار اور آوارہ مزاج اپٹوڈیٹ جنٹلمینوں کی اصطلاح میں کوئی "پکچر" مقبول نہیں ہو سکتی جب تک اس میں کام کرنے والی کوئی قتالۂ عالم نہ ہو۔

فحش مضامین اور شرمناک تصویریں شائع کرنے میں اعلیٰ درجہ کی قابلیت و ذہانت، فن کاری اور مہارت کا ثبوت دیا جاتا ہے۔ صنفی مسائل و معاملات سے متعلق لٹریچر کی اس قدر مقبولیت اور مانگ ہے کہ ان سے دوکانیں، بازار اور الماریاں بھری پڑی ہیں۔ اور اس کاروبار کا نام فنون لطیفہ کی ترقی رکھا گیا ہے۔ اس سیاہ کاری نے انسانیت کا منہ کالا کر رکھا ہے۔ فواحش کے کاروبار نے اتنا شرور اقتدار حاصل کر لیا ہے کہ اخلاقی بندشوں نے قرون مظلمہ کی ذہنیت کا نام پالیا ہے۔ اور مذہب واخلاق میں چوں کرنے کی بھی سکت نہیں رہی۔

بااخلاق اور پاکباز انسانوں کی بے بسی

حکومتیں، سیاست دان، حکمران، قانون ساز، مصنف، لیڈر، ایڈیٹر، مصلح اور پیشوا یہ سب کچھ ٹھنڈے دل سے دیکھتے اور سنتے ہیں مگر کچھ نہیں کر سکتے اور نہ کرنا چاہتے ہیں۔ گویا سب کچھ ٹھیک ٹھاک ہے۔ بے شرمیاں اور ہیجان انگیزیاں ان کی توجہ کی مستحق نہیں عفت وعصمت کی کوئی قدر و قیمت نہیں۔ اس لئے کہ وہ خود اس لطف اندوزیوں میں کسی نہ کسی حیثیت سے شریک ہیں۔ ان کے دامن بھی آلودہ ہیں۔ ان کی پیشانیاں بھی داغدار ہیں۔ ان کے پہلوؤں میں بھی دل ہے۔ اور وہ بھی وہی جذبات و احساسات رکھتے ہیں جن کے دنیا میں یہ شرمناک مظاہرے ہو رہے ہیں۔ "خویشتن گم است کرا رہبری کند" جن کے ہاتھ میں دنیا کا انتظام والنصرام اور اقتدار حاصل ہے۔ ان کو کیا غرض پڑی ہے کہ اس اخلاقی فساد و زوال کی روک تھام میں اپنا قیمتی وقت ضائع کریں اور ہاتھ آیا ہوا اقتدار کھو دیں۔ بدکاروں کو بدکاری سے نفرت کیسے ہو سکتی ہے شریروں کو شرارت کا قلع قمع کرنے کی توفیق کب مل سکتی ہے۔

کند ہم جنس باہم جنس پرواز

جن لوگوں کو شہوانیت اور بے حیائی کی دنیا اور فسق و فجور کی تباہ کاریوں کا احساس ہے۔ اور وہ خود بااخلاق و پاکباز ہیں۔ وہ اپنے کو بے دست و پا پاتے ہیں۔ اس لئے کہ اوپر نظام باطل ہے جو اس فساد کی آبیاری اور سرپرستی کر رہا ہے ہر بے شرمی بے حیائی، آوارگی، عیاشی، سیاہ کاری اور برائی اس کی حفاظت میں ہے۔ اس کی فوج، پولیس اور عدالت نے ہر فحش کو آزادی اور چھٹی دے رکھی ہے۔ خیر و صلاح کے وعظ و درس کو محدود اور زیر تنقیح کر رکھا ہے۔ انسانوں کو پیٹ کی پوجا پر مجبور اور شہوت رانی میں آزاد کر رکھا ہے۔ اور مذہب و اخلاق کو انسانی زندگیوں سے بے دخل کر دیا ہے۔ جب تک انسان نظام ہائے باطل کی حمایت و سرپرستی میں ہیں۔ اور

چالاک و مکار انسان حکمران و قانون ساز ہیں۔ دنیا بھر کے مؤمن، متقی، مجاہد اور دیندار کسی بدکاری اور عیاشی کا بال بیکا بھی نہیں کر سکتے۔ اُن میں اتنی جان ہی نہیں کہ نظام باطل کو ہٹا کر نظام حق قائم کرنے میں سر دھڑ کی بازی لگا دینے کا خیال بھی اپنے نزدیک آنے دیں۔ لہٰذا ان کو یہ حق بھی نہیں پہنچتا کہ وہ نظامِ باطل کے ماتحت دینداری، خدمت دین اور تزکیۂ نفس کا دم بھریں۔ اور اللہ کے بندے ضلالت میں مبتلا رہیں۔

پس اصلاح حال کی صورت بجز اس بات کے اور کوئی نہیں کہ علمبرداران اسلام مغربی تہذیب و تمدن اور لادین سیاست سے کنارہ کش ہو کر اپنے اندر اسلامی سیرت و کردار پیدا کریں۔ اور پھر اجتماعی جد و جہد سے اسلامی نظام کے قیام میں جان و مال کی بازی لگا دیں۔ آزادی اور پاکستان سیاسی قوت اور خطہ ارض تو مل سکتا ہے مگر اسلامی سیرت و کردار میسر نہیں آسکتی۔ اگر یہ میسر نہ آئے تو ہفت اقلیم کی بادشاہی بھی کچھ نہیں۔ سو بات کی ایک بات یہ ہے کہ ہمارے علماء، زعماء اور عوام کی پہلی ضرورت رجوع الی الاسلام کی ہے۔ یہ ضرورت سب ضرورتوں سے مقدم و اہم ضرورت ہے۔ اس لئے کہ یہ ضرورت تمام مذہبی اور سیاسی ضرورتوں کو بتدریج پورا کر دیتی ہے۔ اور اسلامی انقلاب برپا ہو کر رہتا ہے

رجوع الی الاسلام کی صورت

اگر مسلمان عوام و خواص اسلام کی طرف آنا۔ اسلامی انقلاب برپا کرنا، منصب امامت سنبھالنا اور دنیا میں اسلامی نظام قائم کرنا چاہیں تو اس کی صرف یہی ایک صورت ہے کہ نظام باطل کے ماتحت جس حد تک اپنی زندگی کو اسلامی زندگی بنا سکتے ہیں۔ اپنی اجتماعی زندگی میں مرد و عورت کا باہمی تعلق اسلامی رنگ میں قائم کریں۔ یعنی اسلام کا قانون ازدواج اختیار کر کے اپنی معاشرت سے بیشرمی، بے حیائی فیشن پرستی، ہیجان انگیزی، صنفی آوارگی اور آزاد شہوت رانی کو خارج کریں۔ مردوں اور عورتوں کو اخلاقی حسن اور تربیت دیں۔ اپنے اپنے حقوق و فرائض کی ادائیگی پر کمربستہ ہو جائیں۔ اور فرد و جماعت میں اسلام کی بنیادوں پر تعلق قائم کر لیں۔ یعنی اسلام کی صحیح اجتماعی زندگی اختیار کر لیں۔

اسلام کی اجتماعی زندگی تو ہمارے موضوع سے خارج ہے۔ سر دست ہم آپ کے سامنے اسلام کا قانون ازدواج ضروری اور مناسب تفصیل کے ساتھ آپ کے سامنے پیش کرنا چاہتے ہیں۔ کہ یہ اخلاقی زندگی و بیداری کا پہلا قدم ہے۔

اسلام کا فلسفۂ اخلاق

خالق فطرت کا ارشاد ہے کہ "ہم نے ہر چیز کو جوڑا جوڑا پیدا کیا ہے" یعنی تمام انواع میں نر و مادہ کی دو صنفیں رکھی ہیں۔ نر و مادہ دونوں ایک دوسرے کی جانب طبعی میلان رکھتے ہیں۔ جذب و انجذاب فعل و انفعال اور کشش و قوت کا عمل دونوں طرف سے ہوتا ہے۔ اور عورت و مرد دونوں کے قلب میں صنفی عشق و محبت کا ایک زبردست داعیہ رکھا گیا ہے۔

زُیِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوَاتِ مِنَ النِّسَاءِ وَالْبَنِینَ وَالْقَنَاطِیرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ (آل عمران ۲) لوگوں کے لئے مرغوبات نفس عورتیں، اولاد اور سونے چاندی کے ڈھیر وغیرہ ہیں۔

اس آیت مبارکہ میں مرغوبات نفس کی ایک جامع و مانع فہرست دی گئی ہے۔ اور نفسیات کا ایک واضح نقشہ انسانوں کے سامنے رکھ دیا گیا ہے اس فہرست میں سب سے پہلا نمبر عورتیں ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان میں یہ میلان بڑا شدید، ہیجان آفرین، غیر محدود، غیر منضبط اور دوسری تمام انواع سے بڑھا ہوا ہے۔ مرد و عورت ایک دوسرے کی طرف دائمی میلان رکھتے ہیں۔ مرد و عورت کی ہر چیز اپنے اندر ایک بے پناہ کشش رکھتی ہے۔ گردوپیش ایسے اسباب اور داعیات بھی پھیلے ہوئے ہیں جو صنفی عشق و محبت کو حرکت میں لاتے اور دل و دماغ میں ہیجان پیدا کرتے ہیں۔

یہ میلان حیوانوں میں بھی ہے۔ مگر اُن کا مقصد محض بقائے نوع ہے اس سے زیادہ اور کچھ نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ قدرت نے ان کی جبلت میں ایک ایسی قوت ضابطہ بھی رکھ دی ہے جو ان کو حد مقررہ سے آگے نہیں بڑھنے دیتی۔ اور حیوان شہوت رانی میں بالکل آزاد نہیں ہو جاتے۔ حیوانوں میں یہ میلان اتنا شدید اور ناقابل تسخیر نہیں ہوتا جو ان کو جبلی حدود کے توڑنے پر مجبور کر دے۔ اس کے برعکس انسان میں یہ میلان حیوانوں سے زیادہ شدید، ناقابل برداشت اور ہیجان آفرین ہوتا ہے۔ پھر انسان میں کوئی ایسی قوت ضابطہ بھی نہیں رکھی گئی جو اس کو بے راہ روی سے روکے یہ کیوں؟

صرف اس لئے کہ حیوان فہم و ادراک اور شعور و اختیار کی قوت سے محروم ہیں۔ اور انسان اس کا مالک اور اسی وجہ سے اشرف المخلوقات ہے۔ اگر حیوان کی طرح انسان میں بھی قوت ضابطہ رکھدی جاتی تو انسانیت کے جوہر نہ کھلتے۔ انسان و حیوان میں کچھ امتیاز نہ ہوتا۔

صنفی میلان کا مقصد

حیوان میں صنفی میلان صرف اس لئے رکھا گیا ہے کہ اس سے ہر نوع کا بقا وابستہ ہے۔ اس لئے قدرت کو ان میں اس سے زیادہ اور کچھ مطلوب نہیں۔ لیکن انسان میں جو داعیہ رکھا گیا ہے اس کا مقصد محض جسمانی اتصال اور فعل تناسل ہی نہیں اور نہ یہ محض لطف و لذت کے لئے ہے فعل تناسل سے لطف و سرور تو ضرور ہوتا ہے۔ مگر وہ مقصود بالذات نہیں بلکہ ایک ذیلی و ضمنی فائدہ ہے یہ چاشنی اس لئے ہے کہ انسان کسی بڑے مقصد کی خدمت پر آمادہ رہے۔ لطف انسان کو اس خدمت کی طرف لے جاتا ہے اور قدرت چاہتی ہے کہ انسان متمدن اور مہذب بنے اور اپنی تہذیب و تمدن کی وجہ سے حیوان سے ممتاز ہو۔

اس تہذیب و تمدن کا پہلا تقاضا یہ ہے کہ مرد و عورت میں ایک رسمی، عارضی اور مطلب پرستانہ تعلق نہ ہو۔ یہ تعلق بچوں کا کھیل نہ ہو کہ جب چاہے جوڑ لے اور جب چاہے توڑ لے۔ اور اس جوڑنے اور توڑنے میں کوئی اعلیٰ اور پاکیزہ اصول اور ضابطہ بھی نہ رکھے۔ اور محض لذت کا پرستار رہے۔ بلکہ اس تعلق میں ایک دائمی معیت، قلبی وابستگی اور روحانی لگاؤ چاہتا ہے یہ دائمی معیت، قلبی وابستگی اور روحانی لگاؤ ایک اخلاقی ضابطہ کو چاہتا ہے اور ایک ایسی قوت کا محتاج ہے جو قوت مباشرت کو

اپنے ذہن میں رکھیے میں پہلے بتا آیا ہوں کہ انسان اپنے لئے اس قسم کا ضابطہ نہیں بنا سکتا۔ یہ ضابطہ انسانوں کو صرف اسلام دیتا ہے۔ اور ساتھ ہی وہ قوت بھی دیتا ہے جس کا نام تقویٰ ہے۔

اسلام کا قانون ازدواج

یہ تو آپ نے اچھی طرح جان لیا کہ تعلق ازدواج معاشرت اور تمدن کا سرچشمہ ہے۔ اب یہ بھی معلوم کر لیجئے کہ اس سلسلہ میں اسلام نے جو احکام دئے ہیں وہ کتنے سنجیدہ معقول اور فطری ہیں۔ سب سے پہلی بات یہ ہے کہ اسلام نے امتداد زمانہ اور اقتضائے حالات کے ساتھ ساتھ تغیر و تبدل کا دروازہ بھی کھلا رکھا ہے۔ اور مردوں و عورتوں کے حقوق و فرائض میں قدم قدم پر مرد و عورت کی فطرت و عدل و انصاف کو مد نظر رکھا ہے۔ نہ مردوں کو عورتوں پر ظلم کرنے دیتا ہے اور نہ عورتوں کو مردوں پر۔ وہ شدید شہوانیت کو انسانی تہذیب و تمدن اور اخلاقی پاکیزگی کے دائرہ سے باہر نہیں جانے دیتا۔ وہ جہاں احکام و ہدایات دیتا ہے وہاں روح و تقویٰ بھی عطا کرتا ہے تاکہ قانون الٰہی کا غلط اور بیجا استعمال نہ ہو سکے۔ اس سلسلہ میں وہ یہ اخلاقی ہدایت دیتا ہے:-

فَأَلْهَمَهَا فُجُورَهَا وَتَقْوَاهَا قَدْ أَفْلَحَ مَنْ زَكَّاهَا وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسَّاهَا۔ پس اس کو سمجھ دی بدی اور نیکی کی۔ کامیاب ہوا جس نے اُسے صاف کیا۔ اور ناکام ہوا جس نے اُسے آلودہ کیا۔

اسلامی نقطۂ نظر سے خواہشِ نفس بذاتِ خود کوئی بُری چیز نہیں بلکہ زندگی کا سارا دار و مدار ہی خواہشات پر ہے۔ اگر انسان سے خواہشات سلب کر لی جائیں تو انسانیت ہی مفقود ہو جاتی ہے۔ جو چیز بُری ہے وہ یہ ہے کہ انسان خواہشات میں آزاد اور قانون الٰہی سے بے نیاز ہو جائے خواہشات کو ناجائز طریقہ سے پورا کرے۔ اور خواہشِ نفس کو اپنا معبود بنا لے۔ پس اگر وہ اپنے آپ کو عقد نکاح میں لا کر جائز طور پر صنفی عشق و محبت کی تسکین کا سامان کرے تو پاکیزہ و مقدس زندگی میسر آئے اور اگر نعل معاشرت کی چاٹ میں پڑ کر اپنے مقصدِ حیات کو بھلائے تو تباہی کا منہ دیکھے۔ اسلام انسانوں سے صرف یہ چاہتا ہے کہ وہ اپنے صنفی میلان اور قوت مباشرت کو اسلام کے ضابطہ کا پابند بنا دیں۔ وہ اس قوت و خواہش کو کچلنا نہیں چاہتا بلکہ جائز راستہ پر لگانا چاہتا ہے۔ وہ اعتدال و توسط کی راہ ہے۔

قرآن حکیم نے انسان کی طبعی حالتوں کا مصدر تین چیزیں بتلائی ہیں۔ نفس امارہ، نفس لوامہ اور نفس مطمئنہ۔ نفس امارہ انسان کو بدی کی طرف لے جاتا ہے اور یہ اس کے کمال اور اخلاقی حالتوں کو برباد کرنا چاہتا ہے مطلب یہ کہ جو قوت و خواہش انسان کو ناپسندیدہ، نامعقول اور مکروہ راہوں پر چلاتی ہے اس کا نام نفس امارہ ہے۔ مگر یاد رہے کہ بے اعتدالیوں اور بدیوں کی طرف جانا انسان کی ایک حالت ہے۔ یہ حالت اس پر غالب ہوتی ہے جس کی اخلاقی تربیت نہ ہوئی ہو نیز یہ حالت اس وقت تک طبعی حالت کہلاتی ہے جب تک انسان عقل و معرفت اور قانون الٰہی کے ماتحت نہیں چلتا۔ جب تک وہ عبدیت الٰہی کا قلادہ اپنی گردن میں ڈال لے تو پھر اس کا نفس لوامہ بن جاتا ہے یعنی اس کی اخلاقی حس بیدار ہو جاتی ہے ضمیر جاگ پڑتا ہے۔ اور نیکی و بدی کی تمیز کرنے لگتا ہے۔ چونکہ اخلاقی حس اتنی قوی نہیں ہوتی

کہ اس کو کسی طور پر بدی سے روک رکھے اس لئے اس سے بد اخلاقی کا کبھی کبھی ارتکاب ہو جاتا ہے. مگر اس کا دل اندر سے کڑھتا ہے اور ضمیر اندر سے ملامت کرتا ہے. اس سبب سے اس کے نفس کو نفس لوامہ یعنی بہت زیادہ ملامت کرنے والا نفس کہا جاتا ہے.

(باقی آئندہ)

تخلیق انسانی کی غرض

(۲)

(از جناب مولانا عبد الخالق صاحب)

گذشتہ اشاعت میں آپ کو معلوم ہو چکا ہے کہ تخلیق عالم کی غرض خداوند قدوس کی عبادت ہے. اب دیکھنا یہ ہے کہ عبادت کے معنی کیا ہیں. اور عبادت مقتضی عقل و حکمت بھی ہے یا نہیں.

معنی عبادت

خالق و مخلوق کے درمیان جو ایک فطری و قدرتی تعلق ہے. اس کی حفاظت و نگہداشت کرتی یعنی انتہا درجے کی تعظیم و تکریم جس کے بعد کوئی درجہ تعظیم و تکریم نہ ہو سکے. اپنے خالق کے لئے بجا لانا اس کا نام عبادت ہے. اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ خدا خالق ہے، ہم مخلوق ہیں خدا قادر ہے ہم مقدور ہیں. خدا غالب ہے ہم مغلوب ہیں. خدا قاہر ہے ہم مقہور ہیں. خدا بے نیاز ہے. ہم محتاج ہیں. خدا رزاق ہے ہم مرزوق ہیں. خدا مالک ہے ہم مملوک ہیں. خدا آمر ہے ہم مامور ہیں. خدا ہمیشہ ہے ہم فنا سے نکل کر پھر فنا ہونے والے ہیں. اس لئے خدائے قدوس معبود ہے ہم عابد ہیں. دنیا کا قاعدہ ہے کہ اگر ایک آقا و مولیٰ نے ہزار دو ہزار میں ایک غلام خریدا تو آقا و غلام کے درمیان چونکہ مالکیہ و مملوکیۃ کا تعلق پیدا ہو گیا ہے اس لئے غلام کے لئے ضروری ہے کہ چوبیس گھنٹے آقا کی خدمت گذاری میں مشغول ہے. اسی کا نام اطاعت ہے. اگر غلام و آقا کی خدمت سے سستی و غفلت کرنے لگا تو اس کا نام غفلت، حماقت اور بے وقوفی ہے اور مزید برآں آقا کے حکم سے انکار کر بیٹھا تو اس کا نام بغاوت ہے. جب ایک مجازی و ظاہری مولی کے یہ حقوق ہیں تو کیا مالک و خالق حقیقی کے حقوق اس سے بالاتر نہ ہوں گے. دنیا کا ایک دوسرا مسلمہ قاعدہ ہے کہ جب ایک انسان چند کمالات و خوبیوں کا مالک و جامع ہوتا ہے تو وہ ہر انسان جو ان کمالات و اوصاف سے خالی ہے اس انسان کی تعظیم و تکریم کیا کرتا ہے. جس کو عین مقتضی عقل و حکمت کہا جاتا ہے. اس کے خلاف کرنے والے کو احمق بیوقوف، حاسد، اور معاند وغیرہ وغیرہ کے خطابات سنائے جاتے ہیں

ٹھیک اسی طرح خیال فرما لیجئے کہ جتنے کمالات اور خوبیاں سارے عالم میں نظر آ رہی ہیں یہ سب کمالات و اوصاف خداوندی کے پرتو و اظلال ہیں. ان تمام کا معدن و مرکز اصلی خداوند قدوس کی ذات ہے. اور انسان کا وہ صفات دیکھئے جن سے انسان، انسان بنتا ہے.

حیات و قدرت ہے، بولتا ہے، سنتا ہے، دیکھتا ہے۔ اس کے علاوہ وہ صفات و کمالات ہیں۔ جن میں انسان ترقی کر کے علامۂ زماں، جالینوس دوراں اور فلاسفر وقت کہلاتا ہے۔ ان سب کمالات کا دینے والا خدائے قدوس ہے۔ انسان درجۂ ذات میں خالی ہو کر محتاج و ذلیل ہے تو موافق قاعدہ مسلمہ ضروری ہوا کہ حضرت انسان اس ذات باکمال کی دل وجان سے تعظیم و تکریم بجا لاتے۔ اسی کا نام اصطلاح شرع میں عبادت ہے۔ ان معروضات نے جیسا کہ عبادت کا عین مقتضئ عقل و مطابق حکمت ہونا بھی معلوم ہو گیا۔

خلاصۂ کلام اولاد کے لئے والدین کی کمال تعظیم ضروری اور مقتضئ حکمت ہے کیونکہ والدین مربی جسمانی ہیں۔ مرید و شاگرد کے لئے شیخ و استاذ کی تعظیم ضروری و قرین عقل ہے کیونکہ مربی روحانی ہیں۔ غلام و رعایا کو اپنے آقا و راعی کی تعظیم ضروری و موافق حکمت ہے کیونکہ منعم و محسن ہیں۔ تو کیا ساری مخلوق پر اپنے خالق کی کمال تعظیم و تکریم ضروری و قرین حکمت نہ ہوگی؟

ضرورت شریعت یہ سوال ہو سکتا ہے کہ اس تعظیم و تکریم کی راہ نمائی کرنے کے لئے فقط عقل کافی ہے۔ شریعت کی ضرورت نہیں ہے۔ جواب کی تفصیل میں نہیں پڑنا چاہتا۔ ایک جملے پر بات ختم کرتا ہوں تمام ظاہری اشیاء کو دیکھنے کے لئے اللہ تبارک و تعالیٰ نے آنکھ عطا فرمائی ہے۔ اندھیری رات اور اندھیرے مکان میں قمقمہ و لینٹرن کی ضرورت کیوں ہے۔ ٹھیک اسی طرح سمجھ لیجئے۔ عقل بمنزلۂ آنکھ ہے۔ اور شریعت آفتاب کی روشنی ہے۔ جیسے آنکھ بغیر روشنی کے بیکار ہے اسی طرح عقل بغیر روشنی کے شرع بیکار ہے۔

ضرورت عمل دنیا کے جن شعبہ جات و تعلقات میں ہم نے تعظیم و تکریم کا معروف و قرین عقل ہونا عرض کیا ہے کیا وہاں فقط لفظ "تعظیم" بول دینا کافی ہو سکتا ہے۔ یا اس کا دارو مدار فقط عمل پر ہے۔ اس کے اقرار کرنے کے کوئی چارہ ہی نہیں۔ ہے کہ تعظیم کا ثبوت فقط عمل ہی سے ہوا کرتا ہے۔ خداوند قدوس کی کمال تعظیم کا تعلق بھی ہر جزء سے ہے

روحانی جزء کی تعظیم یہ ہے کہ دل میں اعتقاد رکھے کہ جو اوصاف و افعال سبب کمال و غلبہ ہیں ان کے ساتھ خداوند قدوس موصوف ہے۔ اسی کا نام اصطلاح شرع میں علم کلام و اعتقاد ہے اور یہی تعظیم دوسری آنے والی تعظیم کے لئے بمنزلہ جزء کے ہے۔ درخت کی جڑ اگر درست ہے۔ تو شاخیں سرسبز و شاداب رہ سکتی ہیں۔ اگر جڑ خراب ہے تو شاخیں بھی پژمردہ ہو جاتی ہیں۔

مادی جزء کی تعظیم جزء مادی اسی قالب انسانی کا نام ہے جس کی چند بڑی چھوٹی شاخیں آپ کو نظر آرہی ہیں۔ دو پیر ہیں، دو ہاتھ ہیں، دو آنکھیں ہیں، دو کان ہیں۔ ایک ناک ہے، اور ایک زبان ہے۔ ارشاد ہوتا ہے۔

الم نجعل لہ عینین و لسانا و شفتین و ھدینٰہ النجدین۔ کیا ہم نے انسان کو دو آنکھیں، ایک زبان اور ہونٹ نہیں بنائے۔ اور راس کی دو راہوں (خیر و شر) کی رہنمائی نہیں کی؟

اللہ تعالیٰ کی ہر مخلوق پر اپنے خالق کی کمال تعظیم و تکریم ضروری ہے بلکہ تخلیق عالم کی غرض بھی یہی ہے اس لئے ہر عضو اعضاء کے لئے کوئی نہ کوئی نوع عبادت کا مقرر کرنا ضروری ہے۔ پیر کی عبادت یہ ہے کہ اسی راہ پہ چلے جس میں اللہ تعالیٰ کی رضا مطلوب ہو اگر کسی دوسری غرض کے لئے راستہ طے کرے گا تو اس کی حماقت و بے وقوفی ہے۔ اسی کو اصطلاح شرع میں فسق و فجور کہتے ہیں۔ وہ راستہ کیا ہے مثلاً پنجگانہ نماز کے لئے چل کر مسجد میں جانا، جمعہ کے لئے جامع مسجد میں جانا، عیدین کے لئے عیدگاہ میں جانا، بوقت ضرورت جہاد کے لئے جانا، اور حرمین شریفین حج کے لئے جانا وغیرہ متواضعانہ رفتار سے چلنا۔ اکڑ کر نہ چلنا۔

ولا تمش فی الارض مرحا۔ زمین پر اترا کر نہ چلو

ہاتھ کی عبادت کیا ہے؟ یہ کہ حلال مال کمائے۔ حلال لقمہ منہ میں ڈالے۔ حلال عورت (اپنی بیوی) کو ہاتھ لگائے ناپاکی کو دور کرے بدن اور کپڑے کو صاف کرے وغیرہ۔

کان کی عبادت یہ ہے کہ ہر رحمانی آواز کو سننا۔ شیطانی آواز نہ سننا۔ رحمانی آواز کیا ہے؟ :- اذان کی آواز۔ کلمہ طیبہ و قرآن شریف کی آواز وعظ و نصیحت کی آواز۔ شیطانی آواز کیا ہے؟ گانے بجانے کی آواز، شکایت و بہتان تراشی کی آواز گالی اور بیہودہ گوئی کی آواز۔ آنکھ کی عبادت کیا ہے۔ ہر نامحرم سے آنکھ بند کرنا۔

ارشاد خداوندی ہے

قل للمومنین یغضوا من ابصارهم وقل للمؤمنات یغضضن من ابصارهن۔ کہہ دے مومنین سے نیچی رکھیں ذرا اپنی آنکھیں اور کہہ دے ایمان والیوں کو نیچی رکھیں ذرا اپنی آنکھیں

حدیث شریف میں ہے

من ملاء عینه من الحرام ملاء الله عينه من جمر جهنم — جس شخص نے حرام منظر سے اپنی آنکھ بھر لی۔ اللہ تعالیٰ اس کی آنکھ جہنم کے انگاروں سے بھر دیتا۔

زبان کی عبادت کیا ہے:- قرآن شریف، کلمہ طیبہ، درود شریف، تسبیحات و تہلیلات کا پڑھنا، اور امر بالمعروف نہی عن المنکر دلالت علی الخیر وغیرہ میں زبان کو مشغول رکھنا۔ ہر لغو بیہودہ بات۔ جھوٹی گواہی۔ جھوٹی قسم غیر کو ایذا دینے والے کلمات وغیرہ سے اس کو محفوظ رکھنا۔

ارشاد خداوندی ہے:- لا تقف ما لیس لك به علم ان السمع والبصر والفؤاد كل اولئك كان عنه مسؤلا۔ اور نہ پیچھے پڑ جس بات کی خبر نہیں تجھکو۔ بیشک کان اور آنکھ اور دل سب کی اس سے پوچھ ہوگی۔

الیوم نختم علی افواههم	آج ہم مہر لگا دیں گے
وتکلمنا ایدیهم وتشهد	ان کے منہ پر اور بولیں گے
ارجلهم بما کانوا یکسبون	ان کے ہاتھ اور بتلائیں گے

ان کے پاؤں جو کچھ وہ کماتے تھے۔

الغرض عبادت اس کا نام ہے کہ تمام اعضاء اور ظاہری و باطنی قوتوں کو خداوند قدوس کی مرضیات میں مشغول رکھے اور عملی ثبوت پیش کرے کہ اے خدا میرے سب اعضاء تیری تعظیم میں مصروف ہیں۔

صلوٰۃ و حج کی حقیقت

دنیا کے سلاطین کا قاعدہ ہے کہ تمام باشندگان سلطنت علیحدہ علیحدہ فرداً فرداً اگرچہ اپنے بادشاہ کے مطیع و محکوم ہونے کا اقرار کرتے ہیں پھر بھی سال بھر کہ مختلف مدت میں تنظیم دن مناتے کا قانون نافذ کیا جاتا ہے اس کے لئے کچھ خاص قسم کے قواعد و ضوابط مقرر کئے جاتے ہیں تمام رعایا کو حکم دیا جاتا ہے کہ ان قواعد و ضوابط کی پابندی کرتے ہوئے اوقات مقررہ میں اجتماعی طور پر جشن میں شریک ہو کر اپنے محکوم اور رعایا ہونے کا پورا پورا عملی ثبوت پیش کرو۔

ٹھیک اسی طرح خدا وند قدوس کا ارشاد ہے کہ جب تم فرداً فرداً اقرار کرتے ہو کہ تمہارا گوشت پوست ہڈی چمڑا سب کچھ میرے لئے ہے تو اس کا اجتماعی طور پر عملی ثبوت پیش کرنا ضروری ہے اجتماعات کی چند صورتیں ہیں ایک تو وہ بڑا اجتماع ہے جس میں تمام روئے زمین کے انسانوں کو ایک ایسے مکان میں جمع ہونے کا حکم دیا گیا ہے جس کی ابتدائی تعمیر ملائکہ و انبیاء کے ہاتھوں سے ہوئی۔ جو اصطلاح شرع میں اللہ کا گھر کہلاتا ہے۔

اس اجتماع میں بار بار شریک ہونے کی صورت میں چونکہ حرج عظیم ہے۔ اس لئے تمام عمر میں ایک دفعہ اس میں شرکت کا حکم ہوتا ہے۔ اسی کا نام اصطلاح شرع میں "حج" ہے۔

وللہ علی الناس حج البیت من استطاع الیہ سبیلا۔

دوسرا اجتماع وہ ہے کہ جس میں تمام شہر اور علاقہ والوں کو اس میں شرکت کا حکم دیا گیا ہے۔ اس میں متعدد دفعہ شرکت کرنے میں چونکہ کوئی زیادہ حرج نہیں ہے۔ اس لئے سال بھر میں دو دفعہ شرکت کا حکم دیا جاتا ہے۔ اس کا نام اصطلاح شرع میں صلوٰۃ عیدین ہے۔ تیسرا اجتماع جو فقط شہر والوں کے لئے (اپنے شہر میں) مخصوص ہے۔ اس میں حاضری بہت آسان ہے اس لئے اس کو ہفتہ میں ایک دفعہ رکھا گیا ہے۔ جسے شریعت کی اصطلاح میں صلوٰۃ جمعہ کہتے ہیں۔ چوتھا دور اجتماع ہے جس میں فقط محلے والوں کو اپنے محلے میں جمع کرنے کا حکم ہے چونکہ اس میں بہت آسانی ہے۔ اس لئے دن میں پانچ وقت اس کے لئے مقرر کیا گیا ہے اس کو اصطلاح شرع میں صلوٰۃ پنجگانہ باجماعت کہتے ہیں۔ پھر ان اجتماعات پر دنیاوی فوائد یعنی باہمی ملاقاتیں، محبت و اظہار ہمدردی کے ذرائع کے مضبوط ہونے کے علاوہ جو انعامات و تمغہ جات آخرت میں دینے کا وعدہ کیا گیا ہے ان ان کی تفصیل انسانی قدرت سے باہر ہے بیان کرنا تو درکنار ان انعامات کا تصور و خیال کرنا بلکہ دیکھنا اور سننا بھی قدرت انسانی سے خارج ہے۔ ارشاد نبوی ہے۔ ما لا عین رأیت ولا اذن سمعت ولا خطر علی قلب بشر۔

صوم کی حقیقت

دنیا میں انسان کے لئے اگر اعلیٰ درجے کی لذت فرحت اور سرور بخشنے والی کوئی چیز ہے تو کھانا پینا اور بیوی کے تعلقات کو پورا کرنا یا رات کو نرم بستروں پر آرام کرنا۔ انسان اپنی ساری زندگی

کی وجہ وجہ اپنی اشیاء کو درجہ کمال تک پہنچانے میں صرف کرتا ہے نیز جتنے گناہ انسان سے صادر ہوتے ہیں تمام کا منشاء اگر دیکھا جائے تو پیٹ یا شرمگاہ کی خواہش کا پورا کرنا ہے۔ اس لئے خداوند قدوس شہنشاہ اعلیٰ کا ارشاد عالی ہے کہ چند روز پیٹ اور شرمگاہ کی خواہش کے خلاف بلکہ رد عمل کرتے ہوئے اپنی بہترین لذیذ اشیاء کو چھوڑ کر عملی ثبوت پیش کرو کہ اے خدائے قدوس ہم تیری رضا کی خاطر اپنی محبوب ترین اشیاء کو چھوڑ کر ان صفات سے آراستہ ہونا چاہتے ہیں جن سے تو خود آراستہ ہے۔ خدائے قدوس بھی کھانے پینے بیوی وغیرہ کے تعلقات سے پاک ہے۔ ارشاد باری ہے۔ الصوم لی وانا اجزی بہ (حدیث قدسی)

یعنی تم نے دنیا میں میری رضا کی خاطر محبوب ترین اشیاء کی لذت کو چھوڑا تو بروز قیامت میری ذات کے دیدار سے جو لذت و سرور حاصل ہوگا اس کے مقابلے میں تمام دنیا و آخرت کی لذتیں ہیچ نظر آئیں گی۔ اسی چیز کا نام اصطلاح شرع میں روزہ ہے۔

(باقی آئندہ)

ردّ عیسائیت

عقیدۂ تثلیث

(۳)

(از جناب مولانا خلیل الرحمٰن صاحب مظاہری سنت یا جلیلہ)

اور مخزن مسیحی مطبوعہ اکتوبر ۱۸۶۲ء مشن پریس الٰہ آباد ص۹۱ میں پادری والشر صاحب فرماتے ہیں کہ عیسیٰؑ ہمارا بڑا بھائی ہے وہ ہم لوگوں کی سی سرشت رکھتا ہے۔

اور "دین حق" کی بڑی باتوں کا مجموعہ سوال ۲۲ و ۲۱ کے جواب میں ص۵۲ مطبوعہ ۱۸۶۹ء میں لکھا ہے کہ مسیح انسان کا بھائی ہوا۔

(از میزان الحق مطبوعہ لدھیانہ ۱۸۶۲ء باہتمام پادری رو ڈلف باب ۲ فصل ۳ ص۱۱)

میزان الحق چھاپہ مرزا پور ۱۸۴۳ء ص ۱۲۱-۱۳۲ میں لکھا ہے کہ جسم کی رو سے عیسیٰ مسیح کھانے، پینے اور سونے جاگنے، اور خوشی و غم میں سب آدمیوں کی طرح ہو کر انسان کی مانند تھا۔ اور عیسیٰ مسیح خود اقرار کرتا ہے کہ باپ مجھ سے بزرگ تر ہے اور میں نہیں آیا ہوں کہ اپنی خواہش کو عمل میں لاؤں بلکہ اس کی خواہش کو جس نے مجھے بھیجا اور اس واسطے کہ عیسیٰ مسیح انسان کے سلسلے کا واسطہ ہے اس نے خدا سے مناجات مانگی۔

اور یوحنا ۱۱ باب ۱۳-۱۷ میں مسیح نے حواریوں سے فرمایا کہ تم مجھے خداوند اور استاد کہتے ہو خوب کہتے ہو۔ میں نے جس طرح تمہارے پاؤں دھوئے تم بھی ایک دوسرے کے پاؤں دھوؤ۔ میں تم سے سچ سچ کہتا ہوں کہ نوکر اپنے آقا سے بڑا نہیں اور نہ وہ جو بھیجا گیا اپنے

بھیجنے والے سے الخ

یہ عبارت بھی مسیح کی الوہیت کی نفی کرتی ہے۔

پھر لوقا ۲۲ باب ۳۱، ۳۲ میں مسیح نے شمعون سے کہا میں نے تیرے لئے دعا مانگی کہ تیرا ایمان جاتا نہ رہے اگر حضرت عیسیٰ کو دعویٰ الوہیت ہوتا تو یوں کہتے میں نے تیرا ایمان بچایا۔

اور یوحنا ۲۰ باب ۱۷ میں لکھا ہے کہ آسمان پر جانے سے پہلے مسیحؑ نے (مریمؑ سے) کہا مجھکو مت چھو کیونکہ میں ہنوز اپنے باپ کے پاس اوپر نہیں گیا ہوں پر میرے بھائیوں اور حواریوں سے کہہ میں اوپر اپنے باپ اور تمہارے باپ پاس اور اپنے خدا اور تمہارے خدا پاس جاتا ہوں الخ

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ "باپ" اس وقت کا عام محاورہ تھا۔ اللہ تعالیٰ جیسے حواریوں کا خدا ویسے ہی حضرت عیسیٰ کا خدا بھی ہے۔ اگر کوئی سر پھرا یہ کہدے کہ مسیح میں الوہیت اور انسانیت دونوں صفتیں تھیں اور آپ کا یہ قول انسانیت کے سبب سے تھا تو ہم کہتے ہیں کہ بقول یوحنا مسیح نے یہ بات مصلوبی کے بعد جی اٹھ کر کہی تھی! تو اس وقت مسیح میں انسانیت کہاں رہ گئی تھی۔ انسانیت تو صلیب پر چڑھا دی گئی تھی! صرف الوہیت ہی باقی رہنی چاہیئے تھی۔ اور اگر بعد مصلوبی بھی مسیح میں انسانیت باقی تھی تو آپ کی قربانی پر جن عیسائیوں کا ایمان ہے وہ اپنے ایمان کی خیر منائیں۔ کیونکہ پیدائش ۹ باب ۶ میں لکھا ہے کہ انسان کے خون کا بدلہ انسان ہی سے لیا جائے۔ جب مسیح بعد مصلوبی بھی انسان رہے تو عیسائیوں کے گناہوں کا کفارہ کیسے ہوئے۔

پھر یوحنا ۱۴ باب ۲۸ میں مسیح نے فرمایا کہ میرا باپ مجھ سے بڑا ہے الخ اس پر سمجھ میں نہیں آتا کہ جب باپ، بیٹا، روح القدس ایک ہی ذات، واحد خدا ہے، تو ان میں بڑا چھوٹا ہونا کیا معنے! کیا خدا بھی گھٹتا بڑھتا رہتا ہے (نعوذ باللہ من ہذہ الخرافات) حضرت عیسیٰؑ کے قول کا مطلب صرف یہ ہے کہ میں بندہ ہوں اور وہ خدائے بزرگ و برتر!

(باقی)

دعائے صحت کی درخواست

بہت سے نیکدل مسلمان ایسے ہیں جنہیں حق تعالےٰ کی بارگاہ میں اپنی ذات اور اپنے اہل و عیال کے ساتھ عام مسلمانوں کی فلاح و عافیت کے لئے بھی پرخلوص دعائیں مانگنے کی توفیق حاصل ہوتی ہے۔ انہی نیک دل اور روشن ضمیر مسلمانوں سے درخواست ہے کہ وہ میری اہلیہ کے لئے شفائے عاجل و کامل کی دعا فرمائیں کہ حق تعالیٰ اسے صحت و زندگی عنایت فرمائیں۔ اور زندگی میں نیک اعمال کی توفیق بخشیں۔ یہ غریب گذشتہ کئی ہفتہ سے سخت علیل ہے۔ اور ضعف کی وجہ سے چلنے پھرنے پر بھی قادر نہیں۔

اُمید ہے کہ برادران اسلام میری اس مضطربانہ درخواست پر توجہ فرمائیں گے میں سب مسلمانوں کی پرخلوص دعاؤں کا محتاج ہوں۔

سید محمد انور شاہ قیصر

شاہ منزل دیوبند

Registered No. L 2650. January, 1947

ماہنامہ شمس الاسلام

SHAMS-UL-ISLAM,

BHERA (Punjab.)

[illegible]ed at the Manohar Press, Sargodha & Published from the Office of [illegible]-Islam, Bhera, (Pb.) by M. Ghulam Hussain, Editor, Printer & Publisher

سالانہ چندہ
معاونین سے ۵/
غیر ممالک سے ۸/

سالانہ چندہ
عوام سے ۳/
طلبہ سے ۲/
فی پرچہ ۴/

بیادگار رئیس عظیم ملت حضرت مولانا الحاج ظہور احمد صاحب بگوی نور اللہ مرقدہ

زیر ہدایت مولانا الحاج افتخار احمد صاحب بگوی امیر حزب الانصار بھیرہ (پنجاب)

منجانب

حزب الانصار بھیرہ و ادارہ عالیہ محمدیہ

(اللہ کے دین کے مددگاروں کا گروہ)

اغراض و مقاصد { (۱) اندرونی و بیرونی حملوں سے اسلام کا تحفظ و اشاعت اسلام۔
(۲) اصلاح رسوم باتباع شریعت اسلامیہ، احیاء و اشاعت علوم دینیہ

طریق کار { (۱) جریدہ شمس الاسلام کا اجراء (۲) دار العلوم عزیزیہ جامع مسجد بھیرہ جو اپنے مختلف شعبوں کے ذریعہ اسلام کی بہترین خدمت انجام دے رہا ہے (۳) مبلغین کے ذریعہ ملک کے طول و عرض میں اسلامی زندگی پیدا کی جا رہی ہے (۴) عظیم الشان سالانہ کانفرنس (۵) امیر حزب الانصار کا مبلغین کے ہمراہ سالانہ تبلیغی دورہ (۶) یتیم خانہ (۷) کتب خانہ (۸) جامع مسجد بھیرہ کی مرمت (۹) مسلم نوجوانوں کی تنظیم۔

جریدہ کے قواعد و ضوابط

۱۔ رسالہ ہر انگریزی ماہ کی گیارہ تاریخ کو پابندی وقت سے شائع ہوتا ہے۔ مضامین ہر ماہ کی پندرہ تاریخ کو وصول ہو جانے چاہئیں۔ مدیر کا مضمون نگار صاحبان کی رائے کے ساتھ متفق ہونا ضروری نہیں ہے۔

۲۔ ارکان حزب الانصار کے نام جریدہ مفت بھیجا جاتا ہے۔ چندہ رکنیت کم از کم چار آنہ ماہوار یا تین روپیہ سالانہ مقرر ہے۔

۳۔ عام سالانہ چندہ ۳/ ہے معاونین سے ۵/ طلبہ سے ۲/۸ مقرر ہے۔ نمونہ کا پرچہ ۴ کے ٹکٹ موصول ہونے پر بھیجا جاتا ہے۔

۴۔ رسالہ باقاعدہ جانچ پڑتال کے بعد بذریعہ ڈاک بھیجا جاتا ہے۔ بعض رسائل راستہ میں تلف ہو جاتے ہیں۔ ایسی صورت میں خریدار کی طرف سے مہینہ کے آخیر تک اطلاع موصول ہونے پر رسالہ دوبارہ بھیجا جاتا ہے۔ اطلاع نہ ملنے کی صورت میں دفتر ذمہ دار نہ ہوگا۔

۵۔ جواب کیلئے جوابی کارڈ یا ٹکٹ آنا چاہیئے۔ ۶۔ بیرنگ ڈاک اور خطوط واپس ہوں گے۔

جملہ خط و کتابت و ترسیل زر بنام۔ غلام حسین منیجر شمس الاسلام بھیرہ (پنجاب) ہونی چاہیئے

سرخ نشان ◯ دائرہ میں سرخ نشان سالانہ چندہ ختم ہونے کی علامت ہے۔ آئندہ ماہ کا رسالہ بذریعہ وی پی ارسال ہوگا جس کے زائد اخراجات سے بچنے کے لئے بہتر صورت یہ ہے کہ آپ اپنا چندہ بذریعہ منی آرڈر بھیجیں۔ خریداری منظور نہ ہو تو اطلاع دیں۔ خدارا وی پی واپس فرما کر ایک اسلامی ادارے کو ناحق نقصان نہ پہنچائیں۔ خط و کتابت کرتے وقت خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیں۔

(غلام حسین منیجر شمس الاسلام)

حضرت امام اعظم نعمان بن ثابتؓ

اور عہدۂ قضا

منصور نے بلا کے امام ہمام کو — یعنی فقیہِ امتِ خیر الانام کو
کی عرض "پیش کرتا ہوں میں عہدۂ قضا — گنجائش اس میں چون و چرا کی نہیں ذرا"
فرمایا آپ نے "میں نہیں قابلِ قبول — لائق نہیں میں اس کا یہ تجویز ہے فضول"
سن کر جواب طیش میں منصور آگیا — جھلا کے بولا "جھوٹ کہا تم نے جو کہا"
بولے امام "جھوٹا ہوں میں، تو ہے فیصلہ — قاضی بنانا جھوٹے کو ہرگز نہیں روا"
منصور نے یہ سن کے قسم کھائی اور کہا — "عہدہ قبول کرنا نہیں ہو گا بے ریا"
اس پر امام نے بھی قسم کھا کے کہہ دیا — "ہرگز قبول میں نہ کروں گا تیری قضا"

کی آپ نے یہ ایسی دلیرانہ گفتگو — اور وہ بھی اک خلیفۂ جابر کے روبرو
طاقت وہ بخشی حق نے دلِ دیں پناہ میں — سناٹا جس سے چھا گیا دربارِ شاہ میں
حضرتؒ سے پھر یہ حاجبِ دربار نے کہا — "زیبا نہیں خلیفہ سے کرنا مقابلہ
اس کی قسم پہ تو نے یہ کھائی ہے کیوں قسم — باہر ہے یہ طریق ادب سے تیرا قدم"
فرمایا اس لئے کہ وہ کر سکتا ہے ادا — کفارۂ قسم بہ سہولت بلا عنا
مشکل میرے لئے ہے جو اس کے لئے ہے سہل — توڑوں میں کیوں قسم کہ نہیں میں قضا کا اہل"

یہ سن کے بگڑا اور بھی منصور کینہ ور — جھلا کے بولا "کتنا یہ نعمان ہے نڈر
گستاخی اور حکم عدولی کے جرم سے — جب تک کرے نہ توبہ یہ محبوس ہی رہے"

حضرت نے قید خانے میں رہنا کیا پسند — لیکن قضا کے حکم کو فرمایا ناپسند
یہ اس لئے کہ دے کے انہیں عہدۂ قضا — بندوق رکھ کے کندھے پہ اس کے چلائے گا
منصور دے گا اپنا قلم ان کے ہاتھ میں — رکھے گا جنبش اس کی بھی اپنے ہاتھ میں
اس شرکتِ ستم سے تھا بہتر عذابِ قید — سچے امام ہو نہیں سکتے رہینِ کید
ثابت کا لال دین میں ثابت قدم رہا — توڑی قسم خلیفہ کی اپنی پہ جم گیا
مہرِ عرب سے پایا جو ماہِ عجم نے نور — چھا سکتی اس پہ شہ کی نہ تھی ظلمتِ غرور

نعمانؒ چار سال رہے قید و بند میں — لغزش نہ آئی صدق دلِ حق پسند میں
اس حال ہی میں جان بحق ہو گئے امام — روشن اسی ثبات سے ہے ان کا نیک نام
قرآن اور حدیث میں فرما کے خوب غور — ہیں مسئلے نکالے فقہ سے ٹھیک طور
درویش و شاہ فقہ سے ہیں ان کے فیضیاب — مفتوح علم و فضل کا ان کے سدا ہے باب

اپنے ابو حنیفہؒ امامِ حنیف ہیں
جو قوم مقامِ رفیع و منیف ہیں

(غلام دستگیر نامی)

محسنِ اعظم صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت مولانا ظہور احمد بگوی کی ایک دلپذیر تقریر

(مرتبہ جناب مولانا محمد حسین صاحب شوقی سابق مدرس دارالعلوم عزیزیہ بھیرہ)

انسانی فطرت انسانی زندگی کی ضروریات اس امر کی بکشادہ پیشانی اجازت دیتے ہیں کہ ہر ملک کے رہنے والے ہر مذہب کے ماننے والے ہر قوم کے افراد و اشخاص اپنی قوم کے مشاہیر اور روحانی قائدوں کی یادگار ضرور منائیں۔ بلکہ اُن کی قومی زندگی یا احیاء ملی کے لئے ایسا کرنا نہایت ضروری ہے۔ جو قوم اس امر کے لئے غافل رہتی ہے وہ اپنی زندگی کی بنیادوں کو اپنے ہاتھوں اُکھاڑ رہی ہے۔

لیکن سوال یہ ہے کہ اگر دنیا اپنی اصلی عظمت کو یاد رکھنا چاہے تو وہ کس دن کو یاد رکھے۔ کون ہے جس نے دنیا کو سب سے بڑی چیز عطا کی۔ ہلاکت و فلاکت پھیلانے والے بادشاہوں کی خون ریزی، حکما اور فلاسفہ کی حکمت، سپہ سالاروں کی خون آشام تلواروں، صناعانِ عالم کی ایجادوں کی یاد تو یقیناً دنیا کے لئے غلامی و ہلاکت ویرانی و بربادی کی یاد ہوگی۔

مذاہب عالم کی یاد اگر دنیا منانا چاہے۔ تو پھر دیکھنا چاہیئے کہ مذاہب نے دنیا کو کیا کچھ عطا کیا ہے۔

ویدک دھرم | جو دنیا کا قدیم ترین مذہب ہونے کا مدعی ہے۔ اُس سے تو صرف ناموں کا بوجھ بھی نہ اُٹھایا گیا۔ وید کن پر اُترے کہاں اُترے کن زبانوں میں اُترے وغیرہ وغیرہ ان سب باتوں پر اندھیرا چھایا ہوا ہے۔ شک کے ان دلدلوں میں یقین کا قدم کس طرح اُٹھایا جائے۔ تم اُن سے اوجہل وہ تم سے اوجہل۔

بدھ مت | یقین کا کون ذریعہ ہے کہ کپل کا منی، اصلی شان میں نظر آئے۔

دینِ زرتشت | مؤرخین کی اکثریت تو زرتشت کی شخصیت ہی کی منکر تھا کہ شروح و تراجم اوستا اور زند کا نام موجود ہے۔ مگر اس کی ۲۱ سورتوں میں سے سوائے ایک سورۃ کے دنیا میں کچھ موجود نہیں۔

دینِ یہود | مثلاً نصر نے دس اسباط ضائع کئے باقی دو اسباط بخت نصر نے ضائع کر دیئے یہود کی روایت ہے کہ بیت المقدس کی تباہی کے بعد راکھ کے ڈھیر کا ایک نسخہ دستیاب ہوا۔ توریت کے محرف ہونے کی شہادتیں خود اندرون توریت سے بکثرت مل سکتی ہیں۔ طیطس کا فتنہ۔ ہڈرین کا فتنہ

نصرانیت | مسیحؑ نے کہا میں توریت کو قائم کرنے کیلئے

آیا ہوں، میرا جانا تمہارے لئے بہتر ہے۔ مسیح کی کوئی
کتاب دنیا میں موجود نہیں موجودہ اناجیل میلادی
مسودے ہیں ۳۲۵ء میں قسطنطین اعظم کے حکم سے
نیقیہ میں پادریوں کی ایک کونسل منعقد ہوئی جس نے
عجیب و غریب منتروں کے ذریعہ انجیل کی تصحیح کی۔
الغرض جو جانے کے لئے آئے تھے چلے گئے
دنیا کی یہی ریت ہے جو جاتا ہے پھر واپس نہیں آتا۔
صرف ایک جو ابھرنے کے بعد نہ ڈوبا۔ چمکا۔ چمکتا رہا۔
زندہ رہنے کا حق صرف آسی کو تھا۔

باقی کتب سماوی جانے کے لئے تھیں لہٰذا اُن
کی حفاظت نہیں کی گئی۔ آج اُن کی زبان بھی دنیا سے
محو ہو گئی مگر جو ہمیشہ رہنے کے لئے آیا اس کی زبان
بھی زندہ اُس کی قوم بھی زندہ۔ اس کے لانے والے کا
کام بھی زندہ اور نام بھی زندہ۔

آنے والا کس شان سے آیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام
نے ارشاد فرمایا۔ وہ عربی ہوگا۔ اُس کا ہاتھ سب کے
خلاف اور سب کا ہاتھ اُس کے خلاف ہوگا۔
(پیدائش ۱۶-۱۲)

آدم علیہ السلام کا ارشاد۔ موسیٰ علیہ السلام کا ارشاد
مسیح علیہ السلام کا ارشاد۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کا ارشاد۔
وہ آنے والا تمام جہاں کے لئے رحمت تھا۔ ہر
وقت کے لئے رحمت۔ ہر انسان کے لئے رحمت۔ اس سورج
کی روشنی ہر جھونپڑے میں پہنچی۔ اُس کا فیض ہر قوم کو پہنچا
اُس کے آنے میں فقط قوموں اور نسلوں کی زندگی کی موت
نہ تھی بلکہ تمام عالم کی ربانی بادشاہت کا یوم میلاد تھا۔

ہدایت الٰہی اور شریعت خداوندی کی تکمیل تھی۔ دنیا کو
جب تک سچائی اور راستی کی ضرورت ہے، محمد عربی
صلے اللہ علیہ وسلم کو نہیں بھلا سکتی۔

عرب کی حالت کا نقشہ

ہر طرف شرک کی گھٹائیں ہر طرف مخلوق پرستی کا دور،
ہر قبیلہ اور ہر گھر کا خدا جدا۔ نسلی غرور، طرہ امتیاز۔ جھوٹا
جاہ و حشم باعث فخر و مباہات۔ فسق و فجور کی کثرت، بدکاری
و بے حیائی فیشن۔ انسانی ہمدردی سے دماغ ناآشنا۔ بات
بات پر لڑنا اور پشت ہا پشت تک لڑتے رہنا۔ یتیموں
کی حق تلفی غریبوں کے ساتھ بیدردی محرمات سے شادیاں
باپ کے مر جانے پر بیٹے کا والد کی بیوی پر چادر ڈال کر
اپنی بیوی بنا لینا۔ الغرض ہر سمت ہر گوشہ ہر قبیلہ اخلاقی
دباؤں کا شکار اور روحانی مرضوں کا بیمار تھا۔ جاہل،
اُمّی، اشتر بے مہار، ناقابل اصلاح کوئی مصلح کہیں پیدا
ہوا بھی ہے تو سیلاب کی رو میں کس کے قدم جم سکتے ہیں۔
نقار خانے میں طوطی کی کون سن سکتا ہے۔ اس وقت
کے مؤرخین کا اتفاق تھا کہ اس بن کھیتی کے بیابان
میں اس گرم لو میں اس گندے ماحول میں کوئی قابل
انسان کبھی پرورش نہیں پا سکتا۔ یہ لوگ کبھی ترقی نہیں
کر سکتے۔

ظہور اقدس

قدرت نے لڑکپن میں ہی ماں باپ کا سایہ سر سے اُٹھا لیا تا کہ جس کا سایہ
تمام دنیا کے سروں پر ہونے والا ہے۔ اس پر خدا کے
سوا کسی کے سایہ نہ ہو۔ کسی متمدن سرسبز و شاداب ملک میں
پیدا نہیں کیا گیا تا کہ تمدن کی ہوا سے دماغ کی بلندی کا

اعتراض نہ ہو سکے۔ لوگ کہتے ہیں فلاں ملک کے رہنے
...الوں کے دماغ اچھے ہوتے ہیں۔ عرب سب ملکوں سے
...م ہے۔ وادی غیر ذی زرع تپتی ہوئی ریت کے ٹیلے بے
...ب وگیاہ پہاڑ یورپ والوں کا نظریہ تھا کہ یہاں کوئی
...ل دماغ تربیت نہیں پا سکتا۔ قدرت نے اپنے محبوب
...ب کا اس خاک پاک سے ظہور فرما کر دنیا کے اس
...ریہ کو غلط ثابت کر دیا۔

...لیم و تعلیم۔ آپ استاد کا سایہ نہیں خدا خود استاد ہے
...اخود نگہبان ہے۔ جہاں جہالت باعث فخر ہو۔ وہاں
...م کوئی کس سے حاصل کرے۔ انسانی زندگی کی ترقیاں
...ا ولوالعزمیاں اکثر و بیشتر تعلیم تربیت کے اثر سے
...ادان صاحب کمال کے فیض و کرم سے متمدن یا وقار
...تا ہوں کے علمی ماحول سے وابستہ ہوتی ہیں۔ خدا نے
...ل نے اپنے حبیب پاک کے لئے ترقی و تربیت کے
...رجہ بالا ذرائع سے کوئی بھی وسیلہ نہیں بنایا تا کہ
...یلوں کا وسیلہ بننے وہ بعد پر کوئی شخص استادی
...انہ جتا سکے۔

...کہتے ہیں۔ کہ حضرت ابو طالب اور حلیمہ سعدیہؓ نے
...پ پر احسان کیا۔ حقیقت پر نگاہ ڈالیئے تو حضور
...ر مجبور نٹ دودھ پلانے کے عوض حضور کی
...سے قدرت نے حلیمہ سعدیہ کے تمام علاقہ
...ل کو، اس کے مواشی کو، اس کے قبیلہ کو سرسبز
...لا مال کر دیا۔

حضرت ابو طالب کے پاس قحط میں لوگ چل کر
...تے کہ بھتیجے سے بارش کے لئے دعا منگوا ؤ
حضور بچہ تھے۔ ابو طالب پکڑ لائے۔ کعبہ کے سامنے
کھڑے ہو گئے ننھے ننھے ہاتھ رب کعبہ کی بارگاہ
مقدس میں دعا کیلئے اٹھ گئے۔ ہاتھ اٹھانے
کی دیر تھی کہ رحمت حق کی گھٹائیں چھا گئیں سبحان اللہ۔
حضرت ابوطالب کے منہ سے نکلا ابیض یستسقی الغمام
بوجھہ۔ آپ تمام عالم کے لئے رحمت ہر وقت کے لئے رحمت

حضرت ابو طالب نے سرکار دو عالم کا ساتھ دیا۔ قریش
مکہ کے مقابلہ میں اپنے خون کی حفاظت کی یہ اس کا فرض تھا
لیکن حضور نے اس کے بیٹے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو
دنیا کا امام اور ہادی بنا دیا۔ ذرا غور کرو احسان کس
نے کیا؟

بچپن و جوانی۔ آپ بچپن میں بچوں کے ساتھ کبھی نہیں
کھیلے۔ گھر میں کھانے کے لئے کبھی ہاتھ نہیں پھیلا یا کبھی جھوٹ
نہیں بولا کبھی جاہلیت کی کوئی بات منہ سے نہیں نکالی۔
پروان چڑھے، جوان ہوئے، حسن و جمال کے پیکر،
عالی خاندان۔ آپ کی نیک نیتی۔ صداقت و شرافت راستبازی
و دیانتداری کا شہرہ تمام ملک میں۔ عفت و پاکبازی کا چرچا
ہر گھر میں۔ مکہ والے "نیک زبان"، "الامین" کے خطاب سے
یاد کرتے ہیں۔ جوانی کا خون رگوں میں جوش مار رہا ہے۔
ملک کے ہر گوشہ میں فحش و بے حیائی کا بازار گرم ہے۔ ہر طرف
حسن و عشق کی محفلیں آراستہ ہیں۔ مئے ناب کے ساغر چھلک
رہے ہیں، پیمانہ گردش میں ہے اور بڑے بڑے ذی وقار
قبائل کی نوجوان خواتین سے کھلم کھلا عشق بازی کی داستانیں
بر سر بازار سنائی جا رہی ہیں۔ سننے والے جھوم رہے ہیں
سیخ و کباب کی بو آ رہی ہے یہ سب باتیں شرافت و عظمت

کی علامات شمار کی جاتی ہیں۔ ایسے مخرب اخلاق ماحول میں ایسی تیرہ و تار فضا میں ایک نوعمر یتیم خاموشی کے ساتھ نظریں نیچی کئے جا رہا ہے۔ جس کی پاکبازی کی فرشتے قسم کھانا چاہتے ہیں۔ جس کے دامن تقویٰ کو حوریں بوسہ دینے کی آرزو رکھتی ہیں۔ لوگ نشہ میں بدمست ہیں اور اُس کے دل میں ایک قوم کی اصلاح کی آرزوئیں پرورش پا رہی ہیں بلکہ تمام کائنات انسانی کی فلاح و بہبود کے حوصلے جنم لے رہے ہیں۔ اس کی کتاب زندگی کا ہر ورق دنیا والوں کے سامنے کھلا ہوا ہے۔ ڈنکے کی چوٹ اعلان کیا ہے فقد لبثت فیکم عمرا من قبلہ افلا تعقلون۔

حضرت خدیجۃ الکبریٰ سے نکاح۔ ۲۵ برس کی عمر میں آپ کی صداقت و امانت کا شہرہ مکہ کی مالدار اور اعلیٰ خاندان کی بیوہ خاتون کے کانوں تک پہنچا جس کی تجارت کا سلسلہ مصر و شام تک پھیلا ہوا تھا۔ اس بلند اقبال خاتون نے آپ کو اپنے تجارتی قافلہ کا سردار مقرر کیا۔ چنانچہ ان تعلقات کے سلسلے میں وہ جلیل القدر خاتون آپ کی بے مثل شخصیت سے اس قدر متاثر ہوئی کہ خود ہی عقد میں آنے کا پیغام بھیجا۔ اس وقت آپ کی عمر پچیس برس اور حضرت خدیجۃ الکبریٰ کی عمر چالیس برس کی تھی۔ جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے عقل و انصاف کی نعمت سے بہرہ ور کیا ہے وہ سمجھ سکتا ہے کہ یہ نکاح خواہشات نفسانی کی تکمیل کے لئے قطعاً نہیں ہوا۔ آپ اس شادی کرنے سے ضرور مالدار ہو گئے لیکن اللہ تعالیٰ نے دکھلا دیا کہ جس کے پاس کچھ نہیں تھا اُسے سب کچھ دے دیا گیا اور سب کچھ ملنے کے بعد سب کچھ دینے والے کے نام پر سب کچھ دے دیا۔ مکہ کے امرا طائف کے باغوں اور محلوں میں، امین اور صادق غاروں میں۔ جو تخت پر سو سکتا تھا وہ زمین پر سویا۔ یہ فقر اضطراری نہ تھا بلکہ اختیاری تھا ؎

وہ شمع اُجالا جس نے کیا چالیس برس تک غاروں میں
اک روز چمکنے والی تھی دنیا کے بازاروں میں

شادیاں کس لئے کیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شادیاں اس لئے کیں تاکہ دنیا کو زیادہ سے زیادہ دین الٰہی کا پیغام پہنچا سکیں چنانچہ نصف دین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے زبان سے مروی ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں واذکرن ما یتلی فی بیوتکن۔ اس سے ایک تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ سرکار دو عالم کی خلوت کی زندگی اتنی پاکیزہ اور مقدس تھی کہ وہ بر روئے عالم لائی جاسکتی تھی۔ دوسرا امہات المومنین اس قدر قابل اعتماد تھیں کہ سب کچھ سن کر دیکھ کر دنیا کے سامنے پیش کر سکتی تھیں۔

مکی زندگی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مکی زندگی ۱۳ سال ہی امتحان کی زندگی تھی۔ جس طرح بازار میں جو چیز لائی جاتی ہے پہلے اعلان کیا جاتا ہے کہ ٹھونک بجا لو۔ دشمنوں نے تکلیفیں مصائب، عداوتیں، سازشیں کر کے دیکھ لیا۔ آزما لیا کہ کسی صورت میں رضائے الٰہی سے نہیں پھر سکتا۔ تمام سلبی و منفی تدبیروں سے جانچ، امتحان مقصود تھا، ورنہ جس نے بعد میں کر کے دکھایا وہ مکہ میں بھی دکھا سکتا تھا۔

سب سے پہلے غلاموں و بے کسوں کا امتحان ہوا حضرت ابوبکر، خدیجۃ الکبریٰ، حضرت علی تین شخصوں کے علاوہ پہلے غلام مسلمان ہوئے۔ بے کس پیاسے کو پانی، گرمی والے کو سایہ، بے آسروں کو آسرا مطلوب تھا ؎

وہ نبیوں میں رحمت لقب پانیوالا مرادیں غریبوں کی بر لانیوالا

مصیبت میں غیروں کے کام آنے والا ۔ وہ اپنے پرائے کا غم کھانیوالا فقیروں کا ملجا ضعیفوں کا ماویٰ ۔ یتیموں کا والی غلاموں کا مولیٰ حضرت بلال امیہ بن خلف کے غلام تھے۔ اسلام لائے امیہ نے اذیتیں دینی شروع کیں تپتی ہوئی ریت پر لٹا کر گرم پتھر سینے پر رکھوا دیئے۔ اور ارد گرد آگ جلا دی تاکہ گرمی کی شدت ہو جائے لوہے کی سیخیں گرم کر کے ننگے بدن پر داغ دلوتے رات کو پہرہ دار مقرر کر دیئے کہ اس کو سونے نہ دو جاگ رہے کوڑے مارتے رہو۔ مولانا روم فرماتے ہیں ؎

تن فدائے خار میکرد آں بلال ۔ خواجہ اش میزد برائے گوشمال

کہ چرا تو یاد احمد میکنی ۔ بندۂ بد منکر دین منی

حضرت ابو بکر صدیقؓ راستہ سے گذر رہے تھے۔ احد احد کی آواز آرہی تھی۔ کوڑے پڑ رہے تھے۔ فہمائش کی ایسے موقع پر محبوب کا نام دل میں لینا چاہیئے۔ مان لیا۔ کل پھر گذرے وہی حال پھر سمجھایا ؎

پندش داد و بازاو توبہ کرد ۔ عشق آمد توبۂ او را ببرد

امیہ بن خلف سے سودا کیا۔ ایک کافر رومی غلام جو تعلیم یافتہ بہت بڑی تجارت کرتا تھا دے دیا۔ اور بلال کو خرید لیا۔ امیہ حضرت ابو بکرؓ کے ظاہری خسارے پہ ہنسا حضرت نے فرمایا یہ آن پڑھ مالک کو منظور ہے اور اس کے نزدیک یہ دولت ہے۔

اس وقت نمازیں خفیہ مکان کے اندر پڑھی جاتی تھیں خدا کے سچے پرستار گوشۂ تنہائی میں اس کی یاد کرتے اور چھوٹے مہربان احکم الحاکمین کی بے فرمانیوں معصیتوں کا ارتکاب کرتے تھے۔ تلک الایام نداولہا بین الناس۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کے ہاتھ بارگاہ جلال میں اٹھائے عرض کی۔ اَللّٰھُمَّ اعزالاسلام بعمرابن ھشام او بعمر بن الخطاب حضور نے تو ان دونوں میں سے ایک مانگا تھا مگر اللہ تعالیٰ نے عمر ابن خطاب کو پسند کر کے روانہ فرمایا۔ ابوجہل نے تنگ آکر قریش کے بہادر نوجوانوں کو دعوت دی کہ کوئی ہے جو اس سرچشمہ ہدایت کا سیلاب ہمیشہ کے لئے بند کر دے۔ اس آفتاب نور پر ابدی ظلمت کی چادر ڈال دے حضرت عمر تلوار سونت کر روانہ ہوئے۔ تقدیر ہنس رہی تھی۔ تدبیر ناکام ہوگئی۔ دار ارقم کے دروازہ پر دستک دی بعض لوگوں نے دروازہ کھولنے میں پس وپیش کی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ دروازہ کھول دو اگر خیریت سے آیا ہے تو عزت کریں گے۔ ورنہ اسی کی تلوار سے سر اس کا جدا کردینگے۔

اندر آیا محبوب خدا کے پیارے چہرے پر نظر پڑی سب ارادے بھول گئے۔ اسلام سیکھا نماز کا وقت آگیا عرض کیا۔ فداک ابی و امی معبودان باطل کی پرستش علی الاعلان میدان میں ہو۔ اور سچے خدا کی عبادت اندر چھپ کر ادا کریں اور آج خدا کی نماز اس کے حرم پاک کے اندر کعبۃ اللہ کے سامنے ادا ہوگی سبحان اللہ انوار رسالت کے پروانے حریم حق کے اندر داخل ہوگئے اذان کی آواز مکہ کی پہاڑیوں اور عمارتوں سے ٹکرائی دنیا حیران ہوگئی یہ کیا؟

دین حق کے جانباز سپاہی نے تلوار ہلائی اور پکار کر کہا۔ آج جس نے اپنے بچے یتیم کرنے ہوں۔ اپنی عورتوں کو بیوہ دیکھنا ہو بڑی خوشی سے میدان میں نکل آئے۔ کفار لرز گئے۔ کس کو جرأت تھی۔ حضرت عمرؓ بعثت کے بعد چھٹے سال امیر حمزہ سے تین دن بعد اسلام لائے۔ آپ چالیسویں مسلمان تھے۔

ہجرت اولیٰ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کے

اسلام لانے سے قبل آپ تین سال کے عرصہ سے خفیہ نماز کا سلسلہ قائم کئے ہوئے تھے۔ اس مدت میں قریش نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور مکرم صحابہ کرام پر طرح طرح کے مظالم ڈھاتے اور حق پرستاروں کی ایذا رسانی میں کوئی کمی نہ چھوڑی۔ کثرت ایذا سے تنگ آکر مسلمانوں کی ایک جماعت نے حبشہ کی طرف ہجرت کرنے اور دین و ایمان کی حفاظت و نگہبانی کرنے کے لئے وطن مالوف کو چھوڑنے کی اجازت طلب کی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قبول فرمائی اور حضرت جعفر طیار اور امیر عثمان رضی اللہ عنہ جو خاندان قریش کے برگزیدہ عائد میں سے ایک تھے اور جنہیں مکہ میں کوئی شخص کسی قسم کی تکلیف نہیں پہنچا سکتا تھا۔ اور ان کی زوجہ رقیہ رضی اللہ عنہا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی تھیں کو بھی حکم دیا کہ تم ان غربا و مساکین کے ساتھ جاؤ تاکہ ان اللہ کے پاک بندوں کے دلوں میں یہ خیال پیدا نہ ہو کہ آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے صرف بے کسوں اور بے خانماں غلاموں کو ہی ترک وطن کا مشورہ دیا ہے۔ چنانچہ بن گھروں کو گھر دلانے کے لئے گھر والے بھی سمندر پھاند گئے

مصائب کا طوفان۔ جب قریش نے دین حق کی بڑھتی ہوئی عالمتاب شعاعوں کو قریش کے معتبر افراد اور متعصب قبائل میں پھیلتا ہوا محسوس کیا۔ اور حبشہ کے دور افتادہ علاقوں میں صحابہ کرام کی عزت و کامیابی کی داستان بھی ان کے گوش گذار ہوئی۔ تو انہوں نے جمع ہو کر مشورہ کیا کہ اس سیلاب کو روکنے کے لئے بجز اس کے اور کوئی ذریعہ نہیں کہ ہدایت کے چمکتے ہوئے آفتاب کی ضیا پاشیاں ہمیشہ کے لئے ختم کر دی جائیں یہ خبر ابوطالب کو پہنچی۔ چنانچہ حضرت ابی طالب نے بنی ہاشم اور بنی عبدالمطلب کے تمام افراد کو آنحضرت صلعم کی معیت جمع کر کے اپنی وادی کی طرف جس کو شعب ابی طالب کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے کوچ کر دیا۔ قریش کو جب اس بات کا علم ہوا۔ تو انہوں نے ایک معاہدہ منصور بن عکرمہ ابن ہشام جس کے ہاتھ اس جرم کی پاداش میں قدرت نے اس کے ہاتھ ہمیشہ کے لئے شل کر دیئے گئے ہاتھ سے اس مضمون کا لکھوایا کہ اگر بنی ہاشم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمارے حوالے نہ کریں تو ان کو کھانے پینے کا کوئی سامان نہ پہنچنے دو اور ان کے ساتھ خرید و فروخت نکاح وغیرہ کا قطعاً کوئی معاملہ نہ کرو۔ اور اس بارے میں کوئی مصالحت قبول نہ کرو۔ اس معاہدہ کو بتاریخ محرم الحرام سنہ بعثت بیت اللہ کے اندر لٹکا دیا گیا۔ بنی ہاشم نے تین سال کے بعد اس رنجیدہ اور مصائب و آلام سے معمور عرصہ میں حوصلہ شکن اور صبر آزما حالات کا مقابلہ نہایت استقلال اور پامردی سے کیا۔ اور یہ تمام مصائب محض قبائلی تعصب اور حمیۃ الجاہلیہ کی وجہ سے برداشت کئے۔ اس اثنا میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا کہ دیمک نے اس کاغذی معاہدے کو چاٹ لیا ہے۔ اور فقط اللہ تعالیٰ کا مبارک و مقدس نام ہی باقی ہے۔ حضرت ابی طالب سے ذکر کیا۔ اور انہوں نے پانچ آدمیوں کی اس کمیٹی کو اطلاع دی جو بنی ہاشم کی اس طویل مصیبت سے متاثر ہو کر اس معاہدے کی مخالفت کی خفیہ تیاریوں میں مصروف تھے۔ جن میں ہشام بن الحرث اور زہیر بن امیہ کا نام قابل ذکر ہے زہیر نے دوسرے دن علی الصبح خوبصورت لباس پہنا۔ سات دفعہ کعبۃ اللہ کا طواف کیا۔ اور اہل مکہ کی طرف متوجہ ہو کر کہا اے مکہ والو تم دیکھ رہے ہو کہ ہم سب روٹی کھاتے ہیں۔ اور لباس پہنتے

ہیں اور بنی ہاشم ان چیزوں کے لئے ترس رہے ہیں۔ خدا کی قسم میں ہرگز دم نہ لوں گا جب تک ایسے ظالم اور قاطع الرحم معاہدے کو چاک نہ کر دوں۔ ابوجہل نے کہا تم جھوٹ بولتے ہو تم ہرگز چاک نہیں کر سکتے۔ زمعہ اور دوسرے آدمی جو اس وقت کے لئے تیار بیٹھے تھے یکزبان ہو کر بولے تم سب جھوٹوں کے سردار ہو۔ ہم اس معاہدہ سے متفق نہیں۔ چنانچہ مطعم نے جا کر دیکھا تو واقعی معاہدہ دیمک کھا گئی تھی۔ یہ بعثت کا دسواں سال تھا۔ ابو طالب کا خاندان اس مقاطعہ سے آزاد کر دیا گیا اسی سال حضرت ابی طالب اور خدیجۃ الکبریٰ کی وفات ہو گئی اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے دو مخلص اور وفادار ساتھی ہمیشہ کے لئے جدا ہو گئے۔

طائف کا سفر۔ اسی سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم زید بن حارثہ کو ساتھ لے کر بنی ثقیف کے پاس تبلیغ و ارشاد کے لئے تشریف لے گئے۔ اُن دنوں بنی ثقیف کے عمائد اور رئیس تین بھائی تھے۔ عبد یالیل مسعود اور حبیب اُن میں سے ایک کے گھر خاندان قریش کی ایک عورت تھی آں حضرت اُنہیں کے گھر تشریف لے گئے۔ خدائے قدوس کا پیغام پہنچایا لیکن انہوں نے انکار کر دیا۔ اور اپنے غلاموں اور کمینہ فطرت بچوں کو برانگیختہ کیا۔ سب لوگ جمع ہو گئے۔ کوئی گالیاں دیتا کوئی پتھر پھینکتا۔ حتیٰ کہ آپ کے پاؤں لہو لہان ہو گئے اور جوتیاں خون سے بھر گئیں۔ ملاءِ اعلیٰ کے تمام قدسی لرز گئے۔ زید بن حارثہ کا سر بھی زخمی ہو گیا۔ آپ نے عتبہ اور شیبہ کے باغ میں جا کر پناہ لی۔ طائف کے ازلی بدنصیبوں کا حماقت بھرا مجمع واپس ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے کے مقدس فرشتے حاضر ہوئے اے محبوب رب العالمین خدائے قدوس کا ارشاد ہے۔ اگر آپ چاہیں تو ہم ان دونوں پہاڑیوں کو آپس میں ملا کر ان شوریدہ پشت بدبختوں کو ہلاک کر دیں۔ فرمایا۔ مجھے اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے امید ہے کہ ان پشتوں سے کوئی لا الٰہ الا اللہ کہنے والا پیدا ہو جائے گا۔ ملائکہ نے عرض کیا بیشک آپ رحمۃ اللعالمین ہیں۔ یتیم مکہ کا صبر قدرت کو بھا گیا۔ امتحان کی مدت ختم ہو گئی دل کا تجربہ ہو چکا۔ عمل کے بعد رد عمل شروع ہو گیا قبولیت کا اثر ظاہر ہونے لگا۔

عقبۂ اولیٰ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خداوند تعالیٰ کے گم کردہ راہ بندوں کی ہدایت کے لئے مالک حقیقی سے بھولے بھٹکے ہوئے انسانوں کی تلاش و تتبع میں عکاظ اور ذوالمجنہ کے بازاروں میں موسم حج کے اژدحاموں میں ہر ہر قبیلہ کے صحرائی منازل میں شوریدہ سر مخلوق کے ہر مجمع و ہر جلسہ میں بنفس نفیس تشریف لے جاتے۔ اور حق کا پیغام اطاعت نا آشنا کانوں تک پہنچاتے فرماتے۔ کوئی ہے جو دین حق کی مدد کرے۔ کوئی ہے جو اللہ کے برگزیدہ رسول کو پناہ دے کر رسالات رب کی تبلیغ و اشاعت کی اعانت کرے! گالیوں سنانیوں اور ظلم و طغیان سے بھرا ہوا تقابل نفرت جواب ملتا موتل اعلم بکت

سمندر کی اتھاہ گہرائیوں میں سینکڑوں دفعہ غوطہ لگانے کے بعد کبھی کبھی آبدار موتی ہاتھ آتا ہے بعد تہا موجزن دریاؤں کی ریت چھاننے کے بعد سونے کے چند چمکدار ذرے گاہے گاہے نظر پڑتے ہیں۔ یہ قدرت کا اصول ہے سخت مضبوط بالکل اٹل۔ حج کا موسم ہے منیٰ کے مقام پر عقبہ کے متصل

قبیلۂ اوس و خزرج کے چند آدمی جو مدینہ کے باشندے تھے آپس میں بیٹھے ہوئے تجارت کی باتیں کر رہے ہیں نبی امی فداہ ابی و امی کے کانوں تک یہ آواز پہنچتی ہے. فرمایا من انتم تم کون ہو. جواب ملا قبیلۂ اوس کے باعزت افراد ہیں. فرمایا هل ادلکم علی تجارۃ تنجیکم کیا میں تمہیں ایسی تجارت نہ بتاؤں جو تمہیں دونوں جہانوں میں سرفراز کر دے عرض کیا فرمایئے. خدا کا قرآن پڑھ کر سنایا توحید کی دعوت دی اور دین الہی کی نصرت و اعانت کی درد بھری اپیل کی۔ قلِ شیءٍ مرهونٌ باوقاتها. نصیبہ اچھا تھا. اور یہود مدینہ سے سنی سنائی باتوں کی وجہ سے کچھ علم بھی تھا. فوراً ایمان لائے یہ چھ آدمی تھے. آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم میری مدد کر سکتے ہو تاکہ میں اپنے رب کا پیغام پہنچا سکوں عرض کیا قربان جائیں ہمارے ماں باپ آپ سے ہم اپنی قوم کو دعوت اسلام دینا چاہتے ہیں. اگر انہوں نے قبول کر لیا تو پھر جناب تدیار دلا مُنزم اور مکرم ہمارے ہاں کون ہو سکتا ہے. اگلے سال اسی مقام پر اسی موسم میں ملنے کا وعدہ کر کے رخصت ہو گئے. دوسرے سال بارہ آدمیوں نے آکر اسلام قبول کیا. واپسی پر مدینہ طیبہ میں دین حق کو بلندی عطا ہوئی. گھر گھر چرچے ہونے لگے سعد بن زرارہ امیر جماعت کی حیثیت سے خدمت اسلام بجا لاتے اور تعلیم قرآن کے لئے مکہ سے مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ ترک وطن کر کے مدینہ پہنچے ان کے دست حق پرست پر بہت لوگوں نے اسلام قبول کیا جن میں سعد بن معاذ اوسی کے سعد بن عبادہ اور اُسید بن حضیر جیسے جلیل القدر صحابہ کرام تھے بنو عبدالاشہل کا تمام قبیلہ [illegible] [illegible]

سال ستر آدمیوں نے آکر بیعت کی کہ اگر آپ تشریف لائیں تو ہم جان و مال کی طرح آپ کی حفاظت کریں گے۔

ہجرت ۔ مذکورہ بالا عقد مبایعت کے بعد کفار کی ایذاء سے تنگ آکر اکثر صحابہ نے مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کی اجازت طلب کی اور پوشیدہ طور پر گروہ در گروہ روانہ رخصت ہونے لگے. صرف عمر ابن خطاب اور آن کے بھائی ابن خطاب دن دہاڑے ڈنکے کی چوٹ روانہ ہوئے. کفار کو جرأت نہ ہوئی کہ انہیں روک سکیں. بعض روایات کی بنا پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی معیت میں صرف حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ مکہ میں رہ گئے مشرکین مکہ کو اشاعت اسلام اور ہجرت صحابہ کرام سے تشویش و پریشانی دامنگیر ہوئی کہ کہیں باہر سے ہمارے خلاف لشکر مرتب ہو کر انتقام لینے کے لئے مکہ پر چڑھائی نہ کر دے جس سے طاغوتی طاقتوں کا مرکز ہمیشہ کے لئے فنا ہو جائے. دارالندوہ میں قریش کا اجتماع ہوا. قرآنی الفاظ میں یہ پروگرام مرتب ہوا - واذ یمکر بک الذین کفروا لیثبتوك او یقتلوك او یخرجوك ویمکرون ویمکر اللہ واللہ خیر الماکرین۔ شیخ نجدی یعنی ابلیس کی تشجیع اور [illegible] سے بر اتفاق ہوا اور مجمع اٹھ گیا یعنی عرب کے مختلف قبائل کے چیدہ چیدہ نوجوان [illegible] حملہ کریں تاکہ [illegible] تمام اہل عرب سے جنگ [illegible] نے اس وقت [illegible] ہجرت [illegible] [illegible]

پاس رکھی ہوئی ہیں ادا کر کے آنا۔ تمہارے تک کوئی ایسا امر نہیں پہنچے گا جسکو تم ناپسند کرو گے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم تمام پہرہ دار مشرکین کے سر پر مٹی ڈال کر باہر نکل گئے۔ قدرت کا تماشہ دیکھئے جن اشخاص کے سر پر یہ خاک ڈالی گئی تھی وہی لوگ جنگ بدر کے دن مسلمانوں کے ہاتھوں قتل ہو کر جہنم واصل ہوئے آپ حضرت ابوبکر صدیقؓ کو ساتھ لے کر مکہ کو الوداعی نظر سے دیکھتے ہوئے روانہ ہوگئے۔ گویا پدری، مادری قومی وطنی خاندانی تمام قیدوں کو توڑ کر آگے بڑھ گئے۔ حضرت ابوبکرؓ سے راستہ میں جو شخص پوچھتا یہ کون ہے؟ فرماتے یہ دلیل ہے یعنی رہبر ہے۔ سبحان اللہ کیا سچائی ہے۔ غار تو ر تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کندھوں تک اٹھا کر لے گئے۔ بعض رافضی اعتراض کرتے ہیں کہ اس میں کیا فضیلت ہے یہ تو اونٹوں گھوڑوں خچروں کو بھی حاصل ہوتی۔ میں کہتا ہوں بالکل ٹھیک ہے۔ جس پر حضور نے سواری فرمائی ہے اس کی مانند دوسرا اونٹ دنیا میں نہیں۔ اور اس کی شان کا دوسرا انسان کوئی نہیں۔ بار نبوت کا تحمل آسان کام نہیں۔ اسی لئے حضرت علی فتح مکہ کے دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کندھوں پر سوار ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کندھوں پر نہیں اٹھایا۔ کفار مکہ غار ثور کے دروازہ پر پہنچے۔ حضرت صدیق نے عرض کیا فداک ابی وامی اگر میں مرگیا تو ایک آدمی کی موت ہے کوئی ڈر کی بات نہیں اگر سرکار عالم پناہ کو آنچ پہنچا تو تمام امت ہلاک ہو جائے گی۔ فرمایا لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا غم نہ کرو اللہ ہمارے ساتھ ہے یعنی میرے بھی اور تیرے بھی۔ معلوم ہوا کہ کسی نبی کے صحابہ کی یہ شان نہیں جب بنی اسرائیل نے دریائے نیل کو عبور کرتے ہوئے فرعون کے خوف سے انا لمدرکون کہا تھا تو موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا ان اللہ معی مت گھبراؤ خدا میرے ساتھ ہے سراقہ بن جعشم پکڑنے کی غرض سے پہنچا۔ دعا کی گھوڑے سمیت زمین کے اندر دھنسنا شروع ہوگیا۔ معافی طلب کی معافی مل گئی اور وعدہ بھی فرمایا کہ جب تم مسلمان ہو جاؤ گے تو قیصر کے سونے کے کنگن تجھے پہناؤں گا۔ چنانچہ اس وصیت کو حضرت عمرؓ رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت کے زمانہ میں پورا کیا۔

مدینہ میں پہنچنا۔ مدینہ کے لوگ منتظر تھے ہر شخص کی تمنا تھی کہ سرکار دو عالم میرے کاشانہ کو منور فرمائیں لیکن حضور نے فرمایا۔ میری اونٹنی کو جہاں خدا کا حکم ہوگا ٹھہر یگی۔ چنانچہ حضرت ایوب انصاری کے گھر اونٹنی ٹھہر گئی۔ ابوایوبؓ نے عرض کیا حضور آپ اوپر والے کمرے میں فروکش ہوں فرمایا میرے پاس آدمی آئیں گے اور تمہیں تکلیف ہوگی۔ ایک رات پانی گر گیا چھت کمزور تھی خطرہ ہوا کہ پانی کہیں نیچے نہ چلا جائے لحاف لے کر بھگونا شروع کر دیا اور جاڑے کی رات ننگے گذار دی کیا عشق رسول ہے۔

مدنی زندگی۔ مدینہ پہنچ کر بھی تکالیف اور پریشانیوں نے پیچھا نہ چھوڑا۔ آرام مفقود رہا مکہ والوں نے یہاں بھی چین نہ لینے دیا جنگ بدر کی تیاری ہونے لگی مشورہ ہوا صحابہ نے عرض کیا ہم اصحاب موسیٰ تو نہیں کہ کہیں فاذھب انت وربک فقاتلا انا ھھنا قاعدون۔

آپ جو حکم دیں ہم حاضر ہیں ۔

اصحاب موسیٰ من و سلویٰ کھا کے بھی بزدل رہے
فاقہ کش یاں ہوگئے شاہ جہاں

انصاف ۔ جنگ بدر میں صفیں درست کرتے ہوئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں سواد ؓ بن عزیّہ کو تیر کا پھل پیٹ پر لگ گیا۔ عرض کیا حضرت انصاف فرمائیے فرمایا بدلہ لے لو عرض کیا ضرور لوں گا لیکن میرا پیٹ ننگا تھا۔ آپ نے کرتا اٹھا دیا سواد بدن مبارک سے چمٹ گیا اور کہا حضرت یہ آخری تمنا تھی کہ یار کے بدن سے بدن کو ملا لیں موت سر پر کھڑی ہے۔

مقام ناز ۔ حضرت ابوبکر صدیق سرکار دو عالم پر پہرہ دے رہے تھے۔ جنگ جب گھمسان کا شروع ہوا تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے زمین پر سجدہ کیا اور عرض کیا الٰہ العالمین یہ وہ تیرے بندے ہیں جنہیں تیرے حکم کے مطابق پاک کرکے لایا ہوں۔ اگر تو نے ان کی مدد نہ کی اور یہ صفحۂ ہستی سے مٹ گئے تو تیرا نام بھی دنیا میں پھر کوئی نہ لے گا۔ (یہ صحابہ کرام کی پاک شدہ جماعت تھی) حضرت ابوبکر صدیق نے ہاتھ پکڑ لیا اور عرض کیا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو ہرگز نہ چھوڑے گا۔ تین سو تیرہ بندوں کی بے ہتھیار فوج ایک ہزار کے مقابلہ میں کامیاب ہو کر واپس آگئی۔

جنگ اُحد ۔ شکست خوردہ مشرکین نے مکہ میں واپس جاکر نئے انتقامی جنگ کی تیاری نہایت مستعدی سے شروع کر دی حتیٰ کہ عورتوں نے بھی چندے دیئے تھوڑے عرصہ کے بعد ابوسفیان کی سرکردگی میں یہ طاغوتی مجموعہ اُحد کے میدان میں مسلح ہو کر اللہ والوں سے لڑنے کے لئے آموجود ہوا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سات سو آدمی ساتھ لے کر مقابلہ میں آئے تین سو منافق راستہ سے واپس آگئے۔ جنگ ہوئی تیر اندازدستہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بتلائے ہوئے درے سے ہٹ گیا۔ اس نافرمانی کی سزا شکست کی صورت میں نمودار ہوئی قدرت نے بتلایا کہ فتح کثرت اور سامان پر نہیں میرے محبوب کے حکم کی پیروی میں ہے۔

شکست خوردہ فوج تتر بتر ہوگئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سر میں خود گھس گیا۔ دانت مضروب ہو گئے۔ اکثر لوگ پریشانی کے عالم میں گھر کو بھاگ چلے حضرت صدیق فاروق علی سعد بن ابی وقاص، طلحہ بیراور کچھ انصار باقی رہ گئے

صادق الوعد ۔ ایک شخص نے مکہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تلوار دکھلا کر کہا تھا۔ یہ تمہارے لئے بنی ہے حضور نے فرمایا تیری موت کی برچھی ابھی تیار نہیں ہوئی۔ جنگ اُحد میں وہ کافر وہاں آیا ... آواز دے کر پکارا حضور نے سعد سے نیزہ لے کر گلے پر مارا ذرا سا زخم مگر چیختا ہوا دوڑا۔ لوگوں نے کہا کیا بلا ہے زخم تو ... مگر لگا اس کے ہاتھ سے ہے جس کبھی خطا نہیں کی حضور نے فرمایا بُرا وہ شخص ہے جس نے نبی کو قتل کیا یا نبی کے ہاتھ سے قتل ہوا۔

سید الشہداء ۔ حضرت حمزہ وحشی کے ہاتھوں قتل ہوئے ہند زوجہ ابوسفیان نے ناک ... کاٹ لیئے اور ہار بنا کر گلے میں پرو لیا۔ کلیجہ نکال کر منہ میں چبایا اور کفن دینے کے وقت ایک چادر تھی جو سر کی جانب سے

پوری کی گئی اور پاؤں پر گھاس ڈالی گئی۔ ابوسفیان نے بلند آواز سے دریافت کیا مسلمانوں میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہیں حضور نے جواب دینے سے منع فرمایا۔ پھر کہا ابوبکر زندہ ہیں موجود ہیں۔ جواب نہ ملا پھر پوچھا عمر ابن خطاب زندہ ہیں جواب نہ ملنے پر خوشی و مسرت سے اچھل کر کہا اُعلُ ھُبل (بت کا نام ہے) آج بلند ہو گیا۔ حضرت عمر سے نہ رہا گیا چلا کر فرمایا۔ اللہ کے دشمن تمہارے جلانے کے لئے ہم سب زندہ ہیں حضور نے فرمایا تم اللہ اعلیٰ و اجل کا نعرہ بلند کرو۔ ابوسفیان نے عزیٰ لنا حضور نے فرمایا تم کہو اللّٰہُ مولٰنا ولا مولٰی لکم

بدر صغریٰ۔ میدان احد سے آئندہ سال بدر میں لڑائی کا وعدہ کر کے فریقین چلے گئے لیکن بدر کی میعاد مقررہ پر کفار مکہ نہ آئے مسلمان تجارت کر کے واپس آ گئے

احزاب کا جنگ۔ تین ہزار کا فر مدینہ طیبہ پر چڑھائی کر کے آئے۔ محاصرہ ہوا مگر ناکام واپس گئے۔ ہو قبیلہ بنو قریظہ کے یہودیوں نے نقض عہد کر کے کفار مکہ کا ساتھ دیا لیکن ذلت و رسوائی کے علاوہ کچھ حاصل نہ ہوا۔ کفار کے چلے جانے کے بعد مسلمانوں نے یہودیوں کی خوب خبر لی۔ اور ضربت علیھم الذلۃ والمسکنۃ کا صحیح مصداق بنا دیا۔

خیبر۔ یہودی فتنہ کے مکمل استیصال کے لئے خیبر کی جنگ لڑی گئی۔ خیبر کے سات محلے تھے سب فتح ہو گئے صرف ایک باقی رہ گیا۔ جو مرحب کا تھا حضرت علی کرم اللہ وجہہ بیمار تھے آنکھیں دکھتی تھیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لعاب دہن مبارک لگایا اور شفا ہو گئی۔ تلوار لے کر میدان میں اُترے۔ اور گھمسان لڑائی میں خیبر کے دروازے کو ڈھال کے طور پر استعمال فرمایا۔ جس کو سات آدمی مل کر نہیں اُٹھا سکتے تھے۔ کوفہ میں ایک عیسائی حضرت علی کو دیکھنے آئے آپ عمر رسیدہ ہو چکے تھے۔ دانت رخصت ہو چکے تھے۔ جو کی روٹی ہاتھ میں لے کر مروڑی پسینہ نکل آیا۔ عیسائی نے حیران ہو کر پوچھا آپ ہی نے خیبر کا قلعہ فتح کیا تھا۔ فرمایا ہاں مگر وہ مدینے والے آقا کی نگاہ کا کرشمہ تھا ؏

تھی نگاہ لطف رسول پر ہی مدار قوت حیدری

فتح مکہ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکہ کی طرف جا رہے تھے راستہ میں ابوسفیان جاسوسی کے لئے پھر رہا تھا حضرت عمرؓ نے پہچان لیا۔ تعاقب کیا حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے امان دی اور سرکار دو عالم نے معاف کر دیا لیکن حضرت عباسؓ کو حکم دیا کہ ابوسفیان کو لے کر ایک جگہ کھڑے ہو جاؤ۔ اور سامنے سے لشکر گذرنا شروع ہوا ابوسفیانؓ نے مسلمانوں کا ٹھاٹھ باٹھ دیکھ کر کہا۔ عباس تمہارے بھتیجے بڑے بادشاہ ہو گئے ہیں۔ فرمایا ظالم ابھی تک پیغمبر نہیں مانا۔ کبھی دنیا کے بادشاہوں کو یہ شان نصیب ہوئی ہے۔ مکہ فتح ہو گیا اور اعدائے اسلام و دشمنان جان سامنے لا کر کھڑے کئے گئے۔ رحمۃ للعالمین نے فرمایا۔ لا تثریب علیکم الیوم۔ یوسف علیہ السلام نے بھائیوں کو تو فرمایا تھا کہ تمہیں معلوم ہے جو تم نے بھائی یوسف سے کیا تھا لیکن آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کچھ بھی یاد نہ دلایا

جنگ موتہ میں زید بن حارثہ اور جعفر طیار شہید ہو گئے۔ اور علم خود بخود حضرت خالد بن ولید نے پکڑ لیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں بیٹھے ہوئے شہدائے اسلام کی خبر دی کسریٰ کی طرف دعوت اسلام کا خط بھیجا۔ اس کمبخت نے

پھاڑ کر کے پھینک دیا فرمایا اس نے خط نہیں پھاڑا بلکہ اپنی قوم کی تقدیر پھاڑ دی ہے۔

علم۔ القصہ مدنی زندگی میں باوجود جنگی خلفشار کے ایسا عظیم الشان باطنی اور روحانی انقلاب پیدا فرمایا کہ جس کی نظیر ناممکن ہے۔ سب سے پہلے جہالت کو دور فرمایا اور اطلبوا العلم ولو کان بالصین کا حکم دیا۔ مدرسے قائم کئے سب سے بڑا مدرسہ اور دار الاقامۃ اصحاب صفہ کا مسکن تھا حضور خود بھی معلم تھے اور دوسرے صحابہ بھی۔ فرمایا جو پڑھتا ہوا مر جائے وہ شہید ہے خواہ بوڑھا ہی کیوں نہ ہو۔ آج ہمیں علم حاصل کرنے سے شرم آتی ہے۔ دعا قنوت سنو تو تعجب لٹ سناتے ہیں اسلام نے حصول تعلیم پر کوئی قومی یا نسبی پابندی عائد نہیں کی۔ برخلاف اس کے وید کا حکم ہے کہ برہمن علم پڑھے اور اگر شودر کے کان میں وید کا منتر پڑ جائے تو سیسہ پگھلا کر اس کے کان میں ڈالو۔

فخر نسبی۔ کو مٹایا قریش حج کے موقع پر بھی عرفات میں عام لوگوں کے ہمراہ جانا پسند نہیں کرتے تھے۔ فرمایا افیضوا من حیث افاض الناس آج کل کے سید بھی امتی کے برابر چارپائی پر بیٹھنا یا امتی کے منہ لگائے ہوئے برتن میں پانی پینا عار سمجھتے ہیں۔

بنی اسرائیل اگلی امتوں کے سید تھے اُن کا عقیدہ تھا لن تمسنا النار الا ایاما معدودۃ یہ بھی کہتے ہیں کہ گھٹنوں کے اوپر آگ نہیں پہنچے گی۔ ان کے متعلق بھی حکم تھا ضربت علیھم الذلۃ والمسکنۃ یہ بھی دن کو گھوڑوں پر چڑھے ہوئے گدا کرتے ہیں اور رات کو

کو چوریاں کروا لینے

وہب ایک بیر صحابی تھا اور خوبصورت لڑکی رکھتا تھا۔ بہت لوگوں نے خطبہ کیا۔ مگر کسی کو کامیابی نہیں ہوئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک غریب صحابی کو فرمایا جاؤ وہب کو میرا سلام کہہ کر لڑکی کا خطبہ کرو صحابی گیا وہب کو غصہ سے اندر آ اٹھ گیا۔ لڑکی نے چہرۂ انتر ادیکھ کر وجہ پوچھی کہا معاملہ دگرگوں ہے آنحضرت نے ایک بدصورت اور غریب آدمی کو تمہارے لئے شادی کا پیغام دے کر روانہ کیا ہے۔ لڑکی دانا تھی کہا پھر کیا بات ہے یہ بدصورت ہے بھیجنے والا تو خوبصورت ہے۔ مجھ ناچیز کو آنحضرت کے قدموں پر نثار کر دو۔ بات سمجھ آگئی قبول کر لیا۔ صحابی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مژدہ سنایا۔ آپ نے فرمایا اب جاؤ حضرت عثمان کو میرے سلام کہو مطلب یہ تھا کہ شادی کا سامان کر دے۔ چنانچہ حضرت عثمان نے دو ہزار درہم پیش کئے۔ واپس آتے ہوئے راستہ میں الحرب الحرب کی آواز سنی خیال آیا شاید آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شادی کی وجہ سے شہادت سے روک دیں۔ اس رقم سے گھوڑا اور سامان خرید کر میدان اُحد میں موجود ہو گیا۔ لڑا اور خوب داد شجاعت دینے کے بعد زخمی ہو کر گر گیا۔ حضور نے فرمایا اُٹھا لاؤ سرکار دو عالم کے قدموں پر آ کر جان جان آفرین کے سپرد کر دی سے

چہ خوش رسمے بنا کردند بخاک و خون غلطیدن
خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

لڑکیوں کا زندہ دفن کرنا۔ ایک صحابی نے عرض کیا حضور میری نو لڑکیاں پیدا ہوئیں۔ مگر خوف عار کے باعث سب کو

اسلام نے کہا خبردار عورت کو قتل نہ کرو بچے کو بوڑھے کو راہب کو نہ چھیڑو کھیتیاں نہ جلاؤ کوئی چیز برباد نہ کرو۔ جنگ بدر میں قیدی آئے حکم ہوا چھوڑ دو فدیہ لے لو قیدیوں میں حضرت عباس بھی تھے مشکیں بندھی ہوئی تھیں۔ تمام قیدی خیمہ میں بند تھے۔ رات کو نیند نہیں آتی تھی۔ کروٹیں بدل رہے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خیمہ پاس تھا۔ آواز آتی معلوم دے رہی تھی۔ نیند نہ آتی تھی۔ اصحابی نے پوچھا حضرت کیا ہے۔ فرمایا چچا کی بیقراری کی آواز بیقرار کر رہی ہے۔ صحابی نے جا کر مشکیں کھول دیں آواز بند ہو گئی حضور نے پوچھا کیا ہوا آواز نہیں آتی، عرض کیا میں نے کھول دی ہے۔ فرمایا ایسا نہیں یا سب کو کھول دو یا پھر میرے چچا کو بھی دوبارہ باندھ دو۔ یہ مساوات ہے۔ زندگی کے جس گوشہ اور معاشرت کے جس پہلو کو دیکھو کرشمہ دامن دل میکشد کہ جا اینجا ست دنیا کی تمام بیماریوں تمام خرابیوں تمام دکھوں کی وجہ یہی کہ لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ سیرت کا سبق بھلا دیا ہے ہمیں پہچان نہیں رہی اس لئے جو چاہتا ہے نبی بنتا ہے۔ ہمیں اس کی شان معلوم نہیں یہی جس کی وجہ سے ایرا غیرا ہمسری کا دعویٰ کر رہا ہے اس کی تعریفیں انسانی حیطۂ اقتدار سے بالاتر اس کی عظمت و شان عقل و فکر کی رسائی سے بلند ع

الوہیت میں خدا ہے یکتا عبودیت میں وہ مہ یکتا
لا یمکن الثناء کما کان حقہ بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر
نہ اسکا ثانی نہ اس کا ہمسر ہمارا مولا رؤف بھی ہے رحیم بھی ہے

۱۷
امسال جلسہ سالانہ حزب الانصار کا سترھواں
عظیم الشان سالانہ
جلسہ

مورخہ ۱۴-۱۵-۱۶ مارچ سنہ ۱۹۶۷ء بروز جمعہ ہفتہ و اتوار -
بمقام جامع مسجد بھیرہ منعقد ہوگا تمام شائقین اسلام اپنی مصروفیات میں
شمولیت کیلئے تاریخیں نوٹ کر لیں -
(ناظم حزب الانصار بھیرہ ضلع سرگودھا)

مسلمانوں کی کامیابی وترقی کا قرآنی پروگرام

(از جناب سید نذیر الحق صاحب میرٹھی)

انسانوں کی تمام گمراہیوں اور فساد وبگاڑ کی بنیادی وجہ ہمیشہ سے یہی ہے کہ انہوں نے ہدایت ربانی اور قانون الٰہی سے منہ موڑ کر اپنی مرضی یا دوسرے انسانوں کی مرضی پر چلنا شروع کر دیا۔ اور اپنی زندگی خود اپنے ہاتھوں بگاڑ لی۔ جہاں اس نے خدا اور خدا کی ہدایت کو بھلایا وہیں وہ اپنے آپ کو بھی بھول گیا۔ خالق ارض وسما اس کائنات کا حاکم حقیقی ہے۔ لہ الخلق ولہ الامر اسی کے لئے خالقیت ہے اور اسی کیلئے آمریت یعنی حکم دینا۔ انسان جب خود غرضی انانیت، تکبر، غرور اور سرکشی پر آمادہ ہوتا ہے تو حکومت الٰہی اور اطاعت الٰہی سے باغی ہو کر خود حاکم اور قانون ساز بن بیٹھتا ہے اور یہیں سے دنیا اور انسانیت کا فساد و بگاڑ شروع ہو جاتا ہے۔ خدا کا باغی اور سرکش انسان جو بھی انداز حکومت اختیار کرتا ہے۔ بھولے بھالے انسان اس سراب کو حقیقت سمجھ کر دھوکہ کھا جاتے ہیں۔ چالاک ومکار، عیاش و بدکار اور نااہل بادشاہوں اور حاکموں کے قبضہ وتصرف میں آ جاتے ہیں۔ جب ان کا ظلم واستبداد اور جبر وقہر حد سے زیادہ بڑھتا ہے تو فطرت انسانی حکومت انسانی سے اباء کرتی اور بالآخر دنیا میں انقلاب لے آتی ہے۔

انسانی حکومت کی پہلی ضرب فطرت انسانی پر پڑتی ہے یہ انسان کی قوت شعور وتمیز کو دبا لیتی اور ذہنی غلامی کو پختہ کر دیتی ہے۔ جب غلامی کے تباہ کن اثرات ونتائج اپنی قہرناک صورتوں میں ظہور پذیر ہونے لگتے ہیں تو فطرت صالحہ موجودہ طرز حکومت کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرتی ہے حقیقت حال سے بے خبر انسان ایک نظام کو الٹ کر دوسرا نظام حکومت قائم کر لیتے ہیں۔ اپنے مرض کے ازالہ کے لئے پھر وہی مرض اختیار کر لیتے ہیں۔ تریاق کے نام پر زہر کھا جاتے ہیں۔ ایک ظلم کو مٹا کر دوسرا ظلم کھڑا کر دیتے ہیں انہیں یہ معلوم نہیں ہوتا کہ تمدن وعمرانیت کے نظام میں وہ کونسی بنیادی خرابی اور گمراہی ہے جس سے سیاسی تمدنی اور اخلاقی مظالم ومفاسد پیدا ہوتے اور انسانوں پر عرصہ حیات تنگ کرتے ہیں۔ وہ صرف اتنا سمجھتے اور کرتے ہیں کہ تخت حکومت سے ایک شخص کو گرا کر کسی دوسرے انسان کو بٹھا دیتے یا چند انسانوں کے ہاتھ میں اپنی زندگی کی باگ ڈور پکڑا دیتے ہیں اور سمجھتے یہ ہیں کہ بس اب دنیا میں امن وانصاف قائم ہو جائے گا۔ اور اب انسانیت ترقی کرے گی مگر جو شخص یا جماعت بھی حکومت تمدن اپنے ہاتھ میں لیتی ہے وہی ظالم ومفسد بن جاتی ہے۔ اور امن تباہ

و اپنی چھری سے ذبح کردیتی ہے۔

ازمنۂ وسطیٰ کی شخصی حکومت ہو یا دورِ حاضرہ کی جمہوریت اور سرمایہ داری ہو یا اشتراکیت ہر انسانی نظام حکومت دنیا میں فساد کی جڑ ہے۔ انسان یا انسانوں کا غلبہ و اختیار اور سطوت و تغلب کسی صورت میں بھی امن و انصاف اور اخلاق و روحانیت کی تباہی کا پیش خیمہ ہے۔ بہرحال جو انسان بھی قوت و اختیار اپنے ہاتھ میں لیں گے۔ اللہ کی ہدایت سے بے نیاز ہو کر نظام سلطنت اور قوانین بنائیں گے، اُن میں اپنی ذات، اپنی جماعت، اپنی قوم اور اپنے ملک کے مخصوص اغراض و مفاد کی طرف میلان ضرور رہے گا اور یہی چیز مظلوم و مقہور طبیعتوں میں بغاوت و سرکشی پیدا کردیتی ہے۔ اس کا علاج صرف یہی ہے انسانوں سے انسانوں پر حکومت کرنے اور قانون بنانے کا حق سلب کر لیا جائے۔ یہ حق صرف باری تعالیٰ کو حاصل ہے۔ اُسی کو دے دیا جائے ؎

سروری زیبا فقط اس ذاتِ بے ہمتا کو ہے
حکمراں ہے اک وہی باقی بتانِ آذری

حکومت کا حق صرف اللہ کو حاصل ہے

انسانوں کی مذکورہ بالا جہالت و حماقت ظلم و نادانی اور بے راہ روی و گمراہی کو دور کرنے کے لیے ہمیشہ سے انبیاء علیہم السلام آئے اور بتلاتے رہے کہ حکومت کا حق صرف اللہ کو حاصل ہے۔ جو تمام انسانوں سے بلند و بالاتر ہستی ہے۔ اس کے سوا کسی کو حق حاصل نہیں کہ انسان کو اپنا محکوم بنائے تمام انسان ایک سطح پر ہیں سب اللہ کے بندے ہیں کوئی کسی دوسرے پر بالادست نہیں پس اے لوگو تم اللہ کی اطاعت و بندگی اختیار کرو۔ انبیاء علیہم السلام کی بعثت کا مقصد ہی یہ تھا کہ انسانوں کی گردنوں اور دلوں سے بادشاہوں، سرمایہ داروں مذہبی پیشواؤں، آبائی رسم و رواج اور نفسانی خواہشات کی غلامی کے طوق اتار کر تمام انسانوں کو فقط ایک اللہ کا غلام بنادیں۔ اور انسانوں کو زندگی کے تمام معاملات و مسائل میں قوانین الٰہی کی پیروی کرنے کی دعوت دیں۔ چنانچہ انبیاء علیہم السلام کا ذکر کرنے کے بعد ارشاد ہوتا ہے:-

وَاَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِيَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ فِيْمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ (اور اللہ تعالیٰ نے اُن پر کتاب نازل کی حق کے ساتھ تاکہ وہ اُن امور میں جن میں لوگ اختلاف کرتے ہوں حکم یعنی فیصلے کریں)

پھر فرمایا جو قوانین الٰہیہ کے مطابق حکومت نہ کرے وہ ظالم، فاسق اور کافر ہے۔

وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَا اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ (هُمُ الْكٰفِرُوْنَ)

اور جو قوانین خداوندی کے مطابق حکومت نہ کرے وہ ظالم اور کافر ہیں۔

انسانیت کے ارتقاء و زوال کا بنیادی قانون

جب خالق کائنات کی طرف سے انسان کو منصب خلافت

عطا ہوا۔ اسی وقت انسانوں کو بتلا دیا گیا تھا کہ انسان کو شعور و ادراک اور اختیار و ارادہ کی قوتیں دی گئی ہیں اور یہ اختیار و ارادہ ہی ہے جس سے دیگر اشیاء کائنات سے ممتاز و متمیز اور اشرف المخلوقات ہے انسان کے سوا کسی اور مخلوق میں شعور ذہنی اور قوت اختیاری ہے ہی نہیں۔ دنیا کی چیزوں کو حضرت حق جل مجدہٗ نے جس نہج و اسلوب پر پیدا کر دیا ہے اور جو غرض اس کی پیدائش کی ٹھہرا دی ہے۔ اس سے دنیا دنیا کی کوئی چیز سرکشی و انحراف نہیں کر سکتی ہر چیز باری تعالیٰ کی مطیع اور فرمانبردار ہے۔ اس فطری اطاعت پر ہر شے طوعاً و کرہاً مجبور ہے۔ برخلاف اشیاء کائنات کے انسان میں خیر و شر نیکی بدی اور اطاعت و بغاوت دونو قسم کی متضاد قوتیں ودیعت کی گئی ہیں۔ اسے اختیار تمیزی سے سرفراز کیا گیا ہے تاکہ اس کی آزمائش ہو اما شاکراً و اما کفوراً وہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی فکری و عملی قوتوں کا قانون الٰہی کے مطابق ٹھیک ٹھیک استعمال کر کے شکر گذار بندہ بنتا ہے یا خدا سے باغی ہو کر ناشکر بندہ بنتا ہے۔ اسی اختیار و تمیزی کی وجہ سے اسکو عذاب و ثواب کا مستحق ٹھہرایا گیا ہے۔

قصہ آدم میں بتلایا گیا ہے کہ انسان کی فلاح و بقا کا راز اس میں ہے کہ وہ قوانین الٰہیہ کے مطابق فطری زندگی گذارے۔ ہدایت الٰہی جہاں طبعی زندگی کے حفظ و بقا کے لئے تمام مخالف قوتوں سے مقابلہ کی صلاحیت انسانوں کے اندر پیدا کرتی ہے وہاں نفس کی حفاظت اور نشو و ارتقا کے لئے بھی تمام متصادم و متحارب قوتوں کیخلاف سامان مدافعت دے کر انسانوں کو دین و دنیا دونوں میں فائز المرام و شاد کام بنا دیتی ہے یعنی قانون الٰہی انسانوں کی روحانی و جسمانی دونوں قسم کی زندگی کے نشو و ارتقا کی ضمانت لیتا ہے۔ لہم البشریٰ فی الحیٰوۃ الدنیا و الاٰخرۃ قرآن اپنے متبعین کو دنیا اور آخرت دونوں کی کامیابی و سرخروئی کی بشارت دیتا ہے۔

جس وقت انسان اول نے اس دنیا میں خلیفہ کی حیثیت سے زندگی کا آغاز کیا اسی وقت سے اسے آگاہ کر دیا گیا تھا۔ فَاِمَّا یَاْتِیَنَّکُمْ مِّنِّیْ ھُدًی فَمَنْ تَبِعَ ھُدَایَ فَلَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ ۝

پس ہماری طرف سے تمہارے پاس ہدایت پہنچا کریگی سو جو شخص میری ہدایت کی پیروی کرے گا تو انہیں کسی قسم کا خوف اور غم نہ ہوگا۔

یہ نسل انسانی کے حق میں ابتدائے آفرینش سے قیامت تک کے لئے ایک مستقل قانون ہے یعنی انسان کا کام یہ نہیں کہ وہ اپنی زندگی کا نظام اور راستہ خود تجویز کرے بلکہ بندہ اور خلیفہ ہونے کی حیثیت سے اس امر پر مامور ہے کہ اپنے رب کا تجویز کردہ راستہ اختیار کرے یعنی وحی الٰہی کی پیروی کرے۔ ہلاکت و بربادی اور ظلم و فساد سے محفوظ رہنے کی صورت صرف یہی ہے کہ انسان قوانین الٰہیہ کے تابع بسر کرے۔ اگر ان قوانین کی تکذیب یا انکار کی روش اختیار کی تو [illegible] نتیجہ ہلاکت

وہ بنیادی اور جہنم ہے۔

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ؁

اور جو لوگ ہمارے قانون سے انکار کریں گے اور اس کی تکذیب پر اتر آئیں گے تو یہ لوگ جہنمی ہیں ہمیشہ اسی میں رہیں گے۔

مطلب یہ کہ اگر انسانوں نے اللہ کے ضابطۂ حیات کے بجائے اپنے خیالات و نظریات اور مقصد حیات کو شاہراہِ عمل بنایا تو وہ کبھی ہلاکت سے نہیں بچ سکتے اس لئے کہ قانون ارتقاء جو انسانیت کے تحفظ اور عروج و زوال کے لئے ضابطہ ہے وہ صرف خدا کی طرف سے آئی ہوئی ہدایت ہے۔

الٰہی اور غیر الٰہی نظام زندگی کا فرق

قرآن پاک کا اعلان ہے کہ جو اللہ کی طرف سے آئی ہوئی ہدایت کا اتباع کرے گا وہ نہ راہ راست سے بھٹکے گا اور نہ مشقت میں پڑے گا۔ ہدایت الٰہی پر چلنے کا نتیجہ یہ ہوگا کہ مومنوں پر فلاح و سعادت کی تمام راہیں کشادہ ہو جائیں گی حیات اُخروی کے ساتھ ساتھ حیات ارضی میں کبھی جہالت، مفلسی اور مصائب و آلام کا سامنا ہوگا۔ اس کے برخلاف:-

وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِيْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا وَّنَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَعْمٰى ؁ اور جو میرے ذکر احکام و قوانین سے غفلت و اعراض برتے گا تو اس کی معیشت تنگ کر دی جائے گی۔ اور قیامت کے دن میں اسے اندھا اٹھاؤں گا۔

یعنی قوانین الٰہیہ کے اتباع کا لازمی نتیجہ خوشحالی اور اسباب معیشت کی فراوانی ہی مقصود حیات نہیں بلکہ مقصود رضائے الٰہی ہے اس کے ضمن میں خوشحالی اللہ کا ایک فضل اور احسان ہوتا ہے حیات اخروی کسی حال میں بھی نظر انداز نہیں ہونی چاہئے جو خوشحالی وہی معتبر ہے جو قانون الٰہی کے مطابق ہو اور حدود اللہ سے تجاوز نہ ہو۔ محض حیوانی زندگی کے حفظ و بقا کو مقصود زندگی سمجھ لینا کفر ہے۔ اور یہی غیر فطری زندگی ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ يُدْخِلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَتَمَتَّعُوْنَ وَيَاْكُلُوْنَ كَمَا تَاْكُلُ الْاَنْعَامُ وَالنَّارُ مَثْوًى لَّهُمْ ؁

یقیناً اللہ ایمان اور اعمال صالح والوں کو ان باغات میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہ رہی ہونگی لیکن وہ لوگ جو کفر کریں وہ (دنیاوی زندگی سے) اس طرح متمتع ہوتے ہیں۔ اور یوں (محض) کھانے پینے کو مقصود زندگی سمجھ لیتے ہیں) جس طرح حیوانات (کا مقصد زندگی محض) کھانا پینا ہوتا ہے اور ایسے لوگوں کا ٹھکانا جہنم ہے۔

نظام الٰہی کے ماتحت زندگی بسر کرنے کا نتیجہ اُخروی نجات ہے۔ اور جو لوگ قوانین الٰہیہ کی جگہ انسانوں کے خود ساختہ نظاموں کے تحت زندگی بسر کرتے ہیں۔ ان کا مقصد زندگی محض طبیعی حیات

یات کی پرورش اور حفظ و بقا ہوتا ہے۔ اور وہ مذہب، اخلاق اور آخرت سب کو بھلا کر حیوانوں کی زندگی بسر کرتے ہیں۔

دیکھ لیجئے آج کفار و مشرکین نے کیوں کر اپنے نظامہائے باطلہ سے انسانوں کو محض معاشی بیل بنا کر رکھ دیا ہے۔ اور دنیا میں کیونکر پیٹ کو معبود بنا کر معبود حقیقی کی دشمنی پر ائمہ کفر و ضلالت سے کمر باندھ رکھی ہے۔ یہ آزادی کے بلند بانگ دعوے جمہوریت کی ڈینگیں اور اشتراکیت کے جھانسے سب پیٹ کے دھندے اور دھوکہ و فریب کی ٹٹیاں ہیں۔ ان تحریکوں اور نظاموں کے ذریعہ بندگان خدا کو قوم، وطن، پیٹ اور دولت کا پجاری بنایا جا رہا ہے۔ دین و ایمان پر ڈاکے ڈالے جا رہے ہیں۔ دنیا میں ظلم و فساد پھیلایا جا رہا ہے۔ اور انسانیت کو برباد کیا جا رہا ہے۔ دنیا میں آج جتنی تحریکیں اور جتنے نظام بھی چل رہے ہیں۔ ان سب کا مقصد انسانوں کو حیوان بنانا اور اپنی یا اپنی قوم کی دوسروں پر خدائی قائم کرنا ہے۔

مسلمانوں کی ذلت و پسماندگی کی وجہ

اگر مسلمان مذکورہ بالا قرآنی حقائق کو سمجھ کر انفرادی و اجتماعی دونوں حیثیتوں سے قوانین الٰہیہ کے مطابق زندگی بسر کرتے تو ان کی ذلت و پسماندگی، جہالت و حماقت، غلامی و محکومی، ذلت و مفلسی کا وہ نقشہ نہ ہوتا جو آج نظر آ رہا ہے، وہ منصب امامت پر فائز ہوتے، دنیا میں ہر طرف نیکی ہی نیکی ہوتی۔ ظلم، فساد، عیاشی، بدکاری اور گمراہی کی حکومت نہ ہوتی دنیا کا اقتدار ائمہ کفر و ضلالت کے ہاتھ میں نہ ہوتا۔ اور آج دنیا میں اللہ کا قانون قرآن میں بند اور انسانوں کا قانون ممالک عربیہ تک میں جاری نہ ہوتا۔ قیامت یہ ہوئی کہ مسلمانوں نے اقامت دین کا نصب العین بھلا کر انسانی نظاموں کے ماتحت رہنا اور کفار و مشرکین کی چلائی ہوئی تحریکوں کے پیچھے بھاگنا شروع کر دیا۔ یہ اپنی راہ بھول کر دوسروں کی راہ پر چلنے لگے۔ اور غیر اسلامی افکار و اعمال نے ان کو ایسا ذلیل و ناکام بنایا کہ کفر کے خادم بنکر رہ گئے۔ حالانکہ قرآن حکیم نے ان کو ہر طرح بیدار و متنبہ کر دیا تھا:-

مَا يَوَدُّ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ وَلَا الْمُشْرِكِينَ أَنْ يُنَزَّلَ عَلَيْكُمْ مِنْ خَيْرٍ مِنْ رَبِّكُمْ ط وَاللَّهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهِ مَنْ يَشَاءُ ط وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ ط

نہیں دوست رکھتے کافر اہل کتاب میں سے، اور نہ مشرکوں سے یہ کہ نازل ہو تم پر کوئی بھلائی تمہارے رب سے اور اللہ خاص کر لیتا ہے ساتھ اپنی رحمت کے جس کو وہ چاہتا ہے۔ اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔

اللہ تعالیٰ مومنوں سے خطاب کر کے فرماتے ہیں کہ مشرکین اور اہل کتاب نہیں چاہتے کہ تمہارے رب کی طرف سے تم پر کوئی بھلائی نازل ہو۔ تمہارا اسلامی وجود ان کی نگاہوں میں خار کی طرح کھٹکتا ہے۔

جب تم کہتے ہو کہ اے مشرکو! اور اے اہل کتاب اگر ترقی و کامیابی اور ایمان و نجات چاہتے ہو تو ہمارے نبی اور ہمارے قرآن پر ایمان لاؤ۔ نجات کی راہ صرف اسلام ہے۔ اور یہ کافر جل مرتے ہیں۔ اور یہ تمہارے کبھی خیرخواہ نہیں ہو سکتے۔ اگر ان سے خیر خواہی اور ہمدردی کی کوئی بات ظاہر بھی ہو تو اس کو دغا اور فریب سمجھنا چاہیئے۔ اور نہ ان کی کسی بات کا اعتبار کرنا چاہیئے تم تو اللہ نے جو ہدایت دی ہے اور تم میں جو نور ثبوت رکھا ہے وہ ان کو کب بھاتا ہے۔ مگر اللہ ان کے چاہنے کا پابند نہیں۔ اس نے تمہیں اپنی رحمت اپنے فضل اور اچھی ہدایت کے لئے خاص کر لیا ہے اس لئے تم اسلامی افکار و اعمال اختیار کر کے اعلائے کلمۃ الحق کرتے رہو۔ یہ معاندین اسلام خائب و خاسر اور ذلیل و ناکام ہوں گے۔

کفار و مشرکین کیا چاہتے ہیں؟

آیت بتاتی ہے کہ کفار یہ چاہتے ہیں کہ مسلمانوں پر خدا کی کوئی رحمت و ہدایت نازل نہ ہو، وہ مسلمانوں کی بھلائی سے جلتے ہیں، ان کے بدخواہ ہیں اور ان کو بہکا پھسلا کر اسلام سے ہٹانا اپنے جیسا بنانا اور اسلام کی ترقی کو روکنا چاہتے ہیں۔

وَدَّ كَثِيرٌ مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ لَوْ يَرُدُّونَكُم مِّن بَعْدِ إِيمَانِكُمْ كُفَّارًا حَسَدًا مِّنْ عِندِ أَنفُسِهِم مِّن بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْحَقُّ ۚ

اہل کتاب کی اکثریت دل سے چاہتی ہے کہ ایمان لانے کے بعد پھر تمہیں کافر بنا دیں۔ اگرچہ سچائی اُن پر ظاہر ہو چکی ہے۔ اور یہ اندرونی جلن اس لئے ہے کہ ان کے دل میں حسد ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں یہود و نصاریٰ تمہارے حق میں سخت بدباطن ہیں۔ تمہاری طرف سے ان کے دلوں میں حسد اور کینے بھرے ہوئے ہیں۔ یہ تمہیں دوست بن بن کر تم کو گمراہ کرنا چاہتے ہیں۔ تم کو چاہیئے کسی طرح ان کے جال میں نہ پھنسو اور ان سے چوکنے رہو۔

دوسری جگہ ان کی اطاعت اور فرماں برداری سے یوں روکا:۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن تُطِيعُوا فَرِيقًا مِّنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ يَرُدُّوكُم بَعْدَ إِيمَانِكُمْ كَافِرِينَ۔ اے ایمان والو! اگر تم اہل کتاب کے ایک فرقہ کی اطاعت کرو گے۔ تو وہ تمہیں ایمانی حالت سے نکال کر کافر بنا دیں گے۔

یہود اسلام اور رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم پر طرح طرح کے اعتراضات اور مسلمانوں کے دلوں میں شکوک و شبہات ڈالتے رہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو روکا کہ ان کی باتیں مت سنو، ان سے دوستیاں نہ گانٹھو۔ اور ان کے خیالات و نظریات سے اثر نہ لو ورنہ یہ تم کو غیر شعوری طور پر کافر بنا دیں گے۔

پھر فرمایا:۔

وَدُّوْا لَوْ تَكْفُرُوْنَ كَمَا كَفَرُوْا فَتَكُوْنُوْنَ سَوَاءً فَلَا تَتَّخِذُوْا مِنْهُمْ اَوْلِيَاءَ۔

کافر یہ چاہتے ہیں کہ وہ تم کو کافر بنا دیں اور تم برابر ہو جاؤ پس ان کو دوست مت پکڑو۔

کافر چاہتے ہیں کہ مسلمان انہی جیسے بنجائیں کفر و اسلام کی تمیز مٹ جائے۔ اور مسلمان و کافر مل جل کر زندگی کے معاملات و مسائل طے کرنے لگیں۔ اور اس طرح سب بھائی بھائی بن جائیں۔ کوئی تفریق و اجنبیت مسلمان و کافر کے درمیان نہ رہے۔ آگے ارشاد فرمایا:۔

وَدَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ تَغْفُلُوْنَ عَنْ اَسْلِحَتِكُمْ وَاَمْتِعَتِكُمْ فَيَمِيْلُوْنَ عَلَيْكُمْ مَّيْلَةً وَّاحِدَةً ط

کافر چاہتے ہیں کہ کاش کسی طرح اپنے ہتھیاروں اور متاع دنیوی سے غافل ہو جاؤ اور (جب تم بے ہتھیار بے سامان ہو جاؤ) تو وہ یکایک تم پر ٹوٹ پڑیں۔

تم وعظ کرتے، درس دیتے، کتابیں لکھتے، اور مباحثے کرتے رہو۔ اور وہ دنیا میں مادی اقتدار حاصل کر کے اپنے زور و قوت اور تدبیر و دانش سے تمہیں بے دست و پا کر دیں اور تم ان کے غلام اور چاپلوس بن کر رہ جاؤ۔

کافروں کے تعاقب و مقابلہ میں سستی نہ کرو

چونکہ کفار و مشرکین اور اہل کتاب سب کے سب ملت واحدہ اسلام کے دشمن اور مسلمانوں کے بدخواہ ہیں۔ ان کو اسلام کی برتری اور مسلمانوں کی بھلائی گوارہ نہیں۔ مسلمانوں کا اسلام ان کے لئے ناقابل برداشت ہے۔ وہ مسلمانوں کو اپنے جیسا بنالینا چاہتے ہیں۔ ان کی دلی خواہش ہے کہ مسلمان اپنی راہ سے ہٹ کر ان کے افکار و اعمال کی پیروی کرنے لگیں۔ اپنا نصب العین اور اپنا نظام بھلا کر ان کی تحریکوں اور نظاموں میں جذب ہو جائیں مشترکہ تہذیب مشترکہ سیاست اور مشترکہ تمدن و قومیت کو ختم کر دیں اور وہی بولیاں بولنے لگیں جو وہ بولتے ہیں۔ اس لئے قرآن حکیم نے سختی کے ساتھ مسلمانوں کو کفار کے طور وطریقوں کی پیروی کرنے سے روکا ہے۔ اس کے یہ معنے نہیں کہ اسلام نے مسلمانوں کو تنگ نظر متعصب اور انسانیت کا دشمن بنایا ہے۔ اسلام سے بڑھ کر کسی مذہب نے اپنے پیرووں کو وسیع القلبی اخلاق و رواداری، روشن خیالی، عدل و انصاف اور نیکی کے کاموں میں تعاون و اشتراک کرنے کی تعلیم نہیں دی۔ اسلام نے سارے جہاں کا درد مسلمانوں کے سینہ میں بھر دیا ہے خدمتِ خلق کو عبادت قرار دیا ہے۔ اقوام عالم کی قیادت و رہنمائی کا منصب سونپا ہے اور غیر مسلموں سے انتہائی محبت و رواداری سے پیش آنے کی تعلیم دی ہے۔ مگر اس کا کیا علاج کہ غیر مسلمین باوجود ان سب باتوں کے مسلمانوں کی دوستی اور بھلا نہیں چاہتے۔ مسلمان تو ہر قوم کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھاتے ہیں۔ مگر مخالفین اسلام مارآستین بن کر ان کو ڈستے ہیں۔ اور ان کی دشمنی

وبیکنی کرتے ہیں. اور دوست و رواداریں ہیں کہ ان کی اسلامیت کی جڑیں کاٹتے ہیں.

مذکورہ بالا آیات و احکامات کا مفہوم و مفاد یہ ہے کہ غیر مسلمین کے افکار و اعمال کی تقلید نہ کرو، ان کی اطاعت و وفاداری کے گیت گا کر اللہ کے نافرمان اور باغی نہ ہو. ان کی قیادت و رہنمائی کے ماتحت چل کر کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کی ہدایت و رہبری سے منہ نہ موڑو. اور اسلامی سیاست و تمدن کو چھوڑ کر کافرانہ سیاست و تمدن کو اختیار نہ کرو. اقامت دین، جہاد فی سبیل اللہ اور خدمت خلق کو کبھی نہ بھولو. کفار و مشرکین اپنے طاقت و اقتدار سے دنیا میں جو ظلم و فساد اور عیاشی و بدکاری پھیلائیں اس کو مٹاتے رہو. اور انسانیت کو تباہ نہ ہونے دو. اس لئے کہ دنیا کے امن و انصاف، اصلاح، نیکی اور صحیح علم و عمل کے علمبردار اور شہداء علی الناس ہو.

وَلَا تَہِنُوْا فِی ابْتِغَاءِ الْقَوْمِ. اے مسلمانو کافروں کے تعاقب و مقابلہ میں سستی نہ کرو. ان کے پیدا کردہ ظلم و فساد، کفر، شرک، بدعت اور شرارت کو مٹاتے رہو. ان سے بڑھ چڑھ کر قربانیاں دو. ان کی تیاریوں سے زیادہ تیاریاں کرو. ان کی تدبیر و دانش کے مقابلہ میں بہترین تدبیر و دانش کا ثبوت دو. ان کی حکمت کے مقابلہ میں قرآنی حکمت لاؤ. وہ قومیت، وطنیت کی دنیا میں آگ لگائیں تم خدمت انسانیت کے پانی سے اسے بجھاتے رہو. وہ ظلم و فساد پھیلائیں تم عدل و انصاف اور نیکی قائم کرو اور رہو.

وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ الخ تم سے جہاں تک ہو سکے روحانی، اخلاقی، جسمانی اور مادی قوت حاصل کرو.

اگر مسلمان اس قرآنی ہدایت پر عمل کرتے. تو وہ دنیا میں یوں ذلیل و خوار نہ ہوتے کہ کافروں کے سہارے جئیں اور روٹی کے لئے اپنا دین و ایمان بیچیں.

قرآنی احکام کا خلاصہ

مذکورہ بالا آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ زمانہ رسالت کے کفار اور یہود و نصاریٰ کی اسلام دشمنی کا جو حال تھا آج ہمارے زمانہ کے کفار و مشرکین کا بھی وہی حال ہے وہ بھی اسلام کے دشمن تھے اور یہ بھی اسلام کے دشمن ہیں وہ بھی مسلمانوں کی بھلائی اور ترقی سے جلتے تھے اور یہ بھی جلتے ہیں. وہ بھی مسلمانوں کو کافر بنانا چاہتے تھے اور یہ بھی چاہتے ہیں. سوال یہ ہے کہ ایسی حالت میں مسلمان کیا کریں. قرآن کہتا ہے کہ مسلمان قرآن کی ہدایت اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے کی پیروی کریں. یعنی جس طرح زمانہ نبوی کے مسلمانوں نے کفار پر بھروسہ نہیں کیا تھا. جس طرح صحابہؓ کفار کے وعدوں اور قراردادوں پر نہیں رہتے تھے. اور جس طرح مہاجرین و انصار اقامت دین، اشاعت اسلام اور عالم انسانیت کی فلاح و بہبود میں کفار کے مقابلہ میں شدید تھے اسی طرح مسلمان بھی کریں. غیر مسلمین کے فریب کا شکار نہ ہوں. ان کی چلائی ہوئی تحریکوں کے جال میں نہ پھنسیں. ان کے بنائے ہوئے نظاموں کے ماتحت زندگی بسر نہ کریں. اور ان کے ساتھ

ہو کر خود اپنی قومیت کی جڑوں پر کلہاڑہ نہ چلائیں بس یہی
ایک صورت ہے جس سے وہ اپنے پیروں پر کھڑے
ہو سکتے اور دنیا میں اسلامی نظام قائم کر سکتے ہیں۔
اگر انہوں نے کفار کی سیاست کو چھوڑ کر اسلامی
سیاست اور اسلامی مسلک و نظریہ کو اختیار نہ کیا تو آزادی
اور پاکستان دونوں فریب اور گمراہی ثابت ہوں گے
مسلمان قیامت تک بھی انگریز اور ہندو کی غلامی سے
آزاد نہیں ہو سکتے خواہ ان کے لیڈر و علماء گلے پھاڑ
پھاڑ کر اور جیلوں میں سٹر سٹر کر نہ مر جائیں۔

مسلمانوں کی سادہ لوحی اور غیر مسلموں کی چالاکی

مسلمانوں کی پستی و ذلت کی اصل وجہ یہ ہے کہ انہوں
نے ہمیشہ کفار سے دوستیاں گانٹھیں اور انہوں نے ہمیشہ
ان کو سانپ بن کر ڈسا۔ ان سادہ لوحوں نے اُن
کے اعلانوں پر بھروسہ کیا ان کے ریزولیوشنوں پر مست
ہوئے۔ ان کی قیادت و رہنمائی قبول کی، ان کی اطاعت
و وفاداری میں قرآنی احکام کی خلاف ورزی اور
ملت فروشی کی اور ان کے وعدوں سے مطمئن ہو کر اپنی حفاظت
اور ترقی سے غافل و بے خبر ہے۔ غیر مسلموں سے ہر زمانہ
میں اور ہر جگہ مسلمانوں کی اس سادہ لوحی، ملت فروشی
شکم پرستی اور بے خبری سے فائدہ اُٹھایا اور اُٹھا رہے ہیں
دیکھ لیجئے آج دیندار اور بیدین رہنماؤں کی فکری و عملی
قوتیں غیر مسلموں ہی کے کام آ رہی ہیں۔ اور سمجھتے وہ
یہ ہیں کہ اسلام کی بہتری اور مسلمانوں کی تنظیم و برتری
کا سامان ہو رہا ہے۔

مسلمانوں کے علماء اور زعماء کو معلوم ہونا چاہیئے کہ
خدا تعالیٰ کا فیصلہ اور تصریحات کے باوجود یہ سمجھے کہ انگریز
یا ہندو مسلمانوں کے ہمدرد و خیر خواہ ہیں۔ یا تو یہ احمق
ہیں یا ان کے ہاتھ بکے ہوئے ہیں۔ ان کو نظر نہیں آتا
کہ یہ معاندین اسلام ہمدرد اسلام بن کر کیوں کر مسلمانوں
کو کمزور کر رہے ہیں۔ اور کس کس طریقہ سے مذہب و اخلاق
کو مٹا رہے ہیں۔ انہیں کچھ خبر نہیں کہ انگریز نے حامی اسلام
بن کر عرب، فلسطین، مصر اور ایران وغیرہ میں کیا کیا۔ ہندوستان
میں کیا کر رہا ہے۔ اور ہندو دوست بن کر کس طرح ان کی
قومیت کو کچل رہا ہے۔
عہد نبوت کے کفار چاہتے تھے کہ مسلمانوں پر قرآن
نازل نہ ہو۔ مگر اب کے کفار چاہتے ہیں کہ اترا ہوا
قرآن مسجدوں، خانقاہوں اور مدرسوں سے باہر
نکلے سیاست و تمدن پر ہم چھائے رہیں۔ اور قرآن والے
ہماری جنبہ برداری کریں۔ اور اپنا پیٹ بھرتے ہیں۔ ان
کے رہنما قرآن کی آیات پڑھ پڑھ کر ہماری سیاست کی
گاڑی چلائیں اور آزادی کے نام پر ہمارے غلام بنے
رہیں۔
مسلمان کفار کو لاکھ بھرتی ہیں ان کی وفاداری پر
کا لاکھ اعلان کریں۔ ان کی انجمنوں کے کروڑ ممبر بنیں تو
ان پر اظہار اعتماد کی ہزار قرار دادیں پاس کریں اور
ان سے بھائیوں سے زیادہ اخوت و محبت کا ثبوت دیں
مگر وہ ہمیشہ ان کو قرآن کے خلاف اپنا دانستہ دکھائیں گے
اپنے اغراض و مفاد کے لئے شیوخ ملت کو استعمال کریں گے
مسلمانوں کو نقصان پہنچائیں گے۔ دھوکہ دیں گے۔ فریب

کر رہے ہیں منافقت پر عمل ۔ مسلمانوں کی زبان اور تہذیب کو [illegible] [illegible] بن کر بیٹھ [illegible] [illegible] کی [illegible] [illegible] اور [illegible] طرح مسلمانوں کو نما دینا چاہیں گے۔

صدیوں سے مسلمان یہ تلخ تجربہ کر رہے ہیں۔ اور پھر ان کی آنکھ نہیں کھلتی۔ کفار ان کو ٹھکراتے ہیں۔ اور وہ ان کے قدموں میں گرے جاتے ہیں۔ وہ ان کے گلے کاٹتے ہیں۔ اور یہ اپنے گلے ان کے سامنے رکھے دیتے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ ایک ذلیل عذاب ہے جو مسلمانوں پر اس لئے مسلط ہوا کہ انہوں نے خدا کی حاکمیت و آقائی سے منہ موڑ کر اس کے باغی بندوں کو اپنا حاکم و آقا بنا یا۔ اس کی بھیجی ہوئی ہدایت کو بالائے طاق رکھ کر اغیار کی تقلید و پیروی کی اور اپنے رہبر اعظم محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے دامن اتباع کو چھوڑ کر ائمہ کفر و ضلالت کا دامن پکڑا نتیجہ یہ کہ مکافات عمل نے ان کو کفار کے قدموں میں ڈال دیا کہ لو اگر یہ تمہیں خدا و رسول سے زیادہ پیارے ہیں اور ان کے افکار و نظریات تمہیں قرآن و حدیث کی تعلیمات سے زیادہ پسند نہیں تو انہی کے سہارے جیو اور ذلیل ہو کر مرو۔

کیا اب بھی ہمارے علماء و زعماء کی آنکھ کھلیگی۔ اور کیا اب بھی وہ اسلام کی راہ راست پر آ کر اسلامی مسلک و نظریہ اختیار کریں گے۔

(باقی آئندہ)

نوٹ:۔ دوسری قسط بھی اتنی ہی بڑی ہوگی۔

کعبہ اور قلیس

حقیقی بیت اللہ کی حفاظت کیلئے ایک خدائی انتظام

(از سید محمد ازہر شاہ قیصر کاشمیری)

اللہ بزرگ و برتر کے اس پر شوکت خانہ کعبہ کے مقابلہ میں جسے عرب کی وادی غیر ذی زرع میں ایک برگزیدہ پیغمبر نے اپنے سعادتمند فرزند کی امداد سے خود اینٹیں ڈھو کر، خود گارا بنا کر خود پھاوڑے چلا کر، خود ٹوکریاں اٹھا کر اس کے روحانی زیبائش و آرائش اور عب و داب کو بلا شرکت غیرے نمایاں کرنے کے لئے یوں ہی بہت سے سادے طریقہ پر کسی سخت مفلوک الحال کسان کے جھونپڑے کی طرح [illegible] کر کھڑا کر دیا تھا۔ یمن کا ایک لاکھ روپیہ کے صرف اور ہزاروں کی رقم کے خرچ سے ایک زرنگار دینا کا مگر جا تعمیر کرنے والے ابرہہ کی تاریخی طور پر داستان پیش کی ہے اور ان کو بھی تعمیری طور پر ایک ایسے دل کش مکان سے غیر متوجہ کر کے ایک دوسری حسین عمارت میں اکٹھا کر کے پیچھے پڑو گا کے نظام روحانی کے جامعہ ذہنوں کو بالکل ادھیڑ بُن ڈالنے کا یہ واقعہ بھی حق و باطل کی آویزش اساطیر کہنہ میں سے ایک ہے۔ آیئے کچھ دیر کیلئے آپ کو چودہ سو سال ادھر کی دنیا میں لے چلیں کہ اس سیاحت سے آپ کے تجربات میں کچھ اضافہ ہو۔

(قیصر)

دنیا میں حق و باطل، خیر و شر، نور و ظلمت، بھلائی اور نیکی، جھوٹ اور سچ کا ایک پر ہول اور دہشتناک معرکہ اس نامعلوم و غیر معین زمانہ سے گرم ہے جس پر تاریخی تحقیقات و اکتشافات کا کوئی ہلکا سا پرتو بھی نہیں پڑا ہے مؤرخین اپنی کثیر و طویل تگ و دو کے بھی آجتک یہ نہیں بتا سکے۔ کہ پیدائش عالم کی صحیح تاریخ کیا ہے۔ اس باب میں مختلف طبقات سے تعلق رکھنے والے مؤرخین نے جو کچھ کہا ہے اسے ایک دریافت شدہ تاریخی تحقیق اور تاریخ کی روشنی میں حاصل شدہ ایک حقیقت ہرگز نہیں کہا جا سکتا۔ اس لئے کہ یہودیوں اور عیسائیوں نے دنیا کی عمر، یا ۶ ہزار بتائی ہے۔ آثار قدیمہ کے ماہرین کئی کروڑ سال بتاتے ہیں۔ آریہ سماجی تحقیق کے مطابق دنیا کی عمر اب کئی ارب تک پہنچ چکی ہے۔ پارسی کتابوں میں دنیا کی عمر اتنی لمبی بتائی گئی ہے کہ اس کے اظہار کے لئے اکائی دہائی کا سلسلہ بھی کفایت نہیں کر سکتا (یعنی مہا سنکھ سے بھی مہا سنکھ) اور چونکہ پیدائش عالم کا یہ تاریخی مسئلہ نہ ایمان و عقیدہ سے تعلق رکھتا ہے اور نہ اخلاق اور روحانی پاکیزگی سے اسے دور کی کوئی نسبت ہے۔ اور ادھر اسلام چونکہ انسان کو صرف وہ گر بتاتا ہے جن سے جو اس کے تزکیۂ نفس، اخلاق کی تعلیم اور اعمال صالحہ کی ترغیب و ترہیب کے لئے سودمند ہوں۔ اور جن سے انسان پر خدا شناسی اور معرفت حق کے دروازے کھل جائیں۔ اور انسان اپنی پیدائش کے مقصد کو پا کر اس کی تحصیل و تکمیل میں نہایت ہی سرگرم سعی رہے اس لئے اسلام نے اس مسئلہ کو مطلق درخور اعتنا قرار

نہیں دیا۔ بالکل اسی طرح صحیح تاریخی تحقیق کے ساتھ یہ بھی نہیں بتایا جا سکتا کہ حق و باطل کی یہ لڑائیاں یہ ہیبت ناک فضیحتی یہ مخالفتیں آخر کس روز سے شروع ہوئیں اور ظاہر ہے کہ اس مسئلہ کی حیثیت بھی چونکہ پیدائش عالم کے مسئلہ سے کچھ بڑی نہیں۔ اس لئے اس سلسلہ میں بھی قرآن کریم خاموش اور جہر بلب رہا ہے اور اسے رہنا چاہیئے۔ بہرحال یہ حقیقت ہے کہ قدیم الایام اور ازمنہ بعیدہ سے یہ تیرہ خاکدان حق و باطل کا مسکن یہ زمین و آسمان ان کی دلچسپ جنگ آزمائیوں کے شاہد اور یہ چاند تارے ان کی باہمی مخالفت و رقابت کے تماشائی ہیں۔ حق کی معراجتنں نے جب کبھی فردوس بریں کے سراپردہ خلوت سے نکل کر بے حجابانہ اس مجلس عالم کی شمع محفل بننے اور پروانوں کے سوز فراق اور غم ہجر پر رحم کھانے کا ارادہ کیا تو باطل کا پیل پیکر دیو اپنی شکل و صورت اور جثہ و جسم کی تمام خوفناکیوں کے ساتھ [illegible] اور ایک پڑا جب کبھی نور کی نے [illegible] اور ایک دلکش پھول بنکر اہل عالم کے مشام جان کو اپنی خوشبو سے لطف اندوز کرنے کا خیال آیا تو [illegible] خبیث الفطرت کانٹے بھی [illegible] اور [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] کو جمع کرتے اور نور [illegible] کی [illegible]

متوجہ ہوئے اور انہوں نے اس بیکس و یاس مریض کے علاج و آرام سے دلچسپی لی تو بدی اور بدکاری کے ضعف و نقاہت فوراً بن بلائے مہمان کی طرح آموجود ہوئے۔ اور انہوں نے اس مظلوم کے معاملات میں رخنہ اندازی کی اس کے اطمینان و آرام میں خلل ڈالا! اور اس کے فائدہ و نفع میں رکاوٹ پیدا کی۔ واقعات جس رفتار جس انداز اور جس طریق سے ہوتے رہے ہیں انہیں اسی طرح ہوتے ہی رہنا چاہیئے کہ بہرحال یہ چیزیں باہمی طور پر ایک دوسرے کی ضدیں اور کہیں دور جا کر بھی عمر بھر کے لئے ان میں تعلق دوستانہ اور ربط مخلصانہ نہیں پیدا ہو سکتا۔ ان کے افتراق و اختلاف کا یہ تموج ایک نا معلوم زمانہ سے اسی طرح چل رہا ہے اور کون نہیں جانتا کہ اس دنیائے فانی کے اس سبزہ آغاز دان رعنا کو حق ناحق کی انہی لڑائیوں بھڑائیوں کے آغوش میں سسک سسک کر دم توڑ دیتا ہے کہ بہرحال سچ کی عمر طبعی صرف ایک رات ہے اور اسے یہ رات مل جل کر ہی گذارنی ہے۔ اللہ بزرگ و برتر کے اس پُر برکت خانہ کعبہ کے مقابلہ میں جسے عرب کی ایک وادی غیر ذی زرع میں ایک بزرگ ترین پیغمبر نے اپنے سعادتمند فرزند کی امداد سے خود اینٹیں ڈھو کر، خود گارا بنا کر، خود پھاوڑے چلا کر، خود ٹوکریاں اٹھا کر اس کی روحانی آرائش و زیبائش اور رعب و داب کو بلا شرکت غیرے نمایاں کرنے کے لئے یوں ہی سیدھے سادے طریقہ پر کسی سخت مفلوک الحال کسان کے جھونپڑے کی طرح یوں ہی بنا کر کھڑا کر دیا تھا، ابرہہ نے ایک لاکھ روپے کے صرف اور ہزاروں کے خرچ سے ایک زرنگار اور دلربا گرجا کی بنیادیں استوار کرنے اور اہل حق کو ظاہری طور پر گھاس پھونس کے ایک بے رونق مکان سے غیر متوجہ کر کے ایک دوسری حسین عمارت میں اکٹھا کر کے سچے پروردگار کے نظام روحانی کے جامہ زریں کو بالکل ادھیڑ پھینکنے کا ارادہ کرنے کا یہ واقعہ بھی حق و باطل کی انہی اساطیر کہنہ میں سے ایک ہے آیئے کچھ دیر کے لئے آپ کو چودہ سو سال ادھر کی دنیا میں لے چلیں کہ اس سیاحت سے آپ کے تجربات میں کچھ اضافہ ہو۔

چند تمہیدی واقعات۔ قدیم مؤرخین کا بیان ہے کہ ایک دفعہ یمن کے بادشاہ "ذونواس حمیری" کی رعایا میں سخت بغاوت پھیل گئی۔ جس میں اتفاق سے حبشہ کے لوگ بہت زیادہ تختہ مشق و ستم اور نشانۂ غیظ و غضب بنے۔ یہ اطلاع جب حبشہ کے نجاشی کے کانوں میں پڑی تو تقاضائے وطنیت وہ اہل یمن سے اس خون ناحق کا بدلہ لینے پر آمادہ ہوا۔ اس نے ستر ہزار فوجیوں کا ایک لشکر ارباط نامی ایک آزمودہ کار سردار کی قیادت میں اہل یمن کی سزادہی کے لئے بھیجا۔ ارباط نے اہل یمن کو مغلوب کر لیا اور اپنی فوجی قوت سے انہیں سپر ڈالنے پر مجبور کر دیا۔ ابرہہ کو جو ارباط کے ساتھ اس کے فوجی معاون و مشیر کی حیثیت سے آیا تھا ارباط کا یہ قبضہ پسند نہ آیا۔ آخر دونوں آپس میں گتھ گئے اور میدان جنگ میں ارباط کے نیزہ سے ابرہہ کی آنکھ اور ناک زخمی ہوئے۔ ابرہہ کے "ابرہۃ الاشرم" کے

نام سے مشہور ہونے کی یہی وجہ ہے۔ ابرہہ نے اس شکست فاش کے بعد یہ تدبیر نکالی کہ اپنے ایک غلام کو ارباط کے قتل پر آمادہ کیا۔ کہ اس طرح میری راہ اقتدار کا یہ روڑا دور کہیں جا پڑے۔ اور ریاست و امارت کے کھیل کھل کر کھیلنے کے لئے صاف میدان ہاتھ آئے۔ غلام یہ حرکت کر گذرا اور ابرہہ کو یمن کی بادشاہت حاصل ہو گئی۔ نجاشی کو جب اس واقعہ کی اطلاع ہوئی تو وہ سخت غصہ میں بھر گیا۔ اور اس نے اپنے سرداروں کی خانہ جنگی سے مشتعل ہو کر قسم کھائی کہ وہ ضرور ابرہہ کی زمین پامال کر کے چھوڑے گا۔ اور ابرہہ کی پیشانی کے بال کاٹ کر اس کا خون بہائیگا ابرہہ کو یقین تھا کہ میں نجاشی کے سامنے تاب مقاومت نہیں لا سکتا اس لئے اس نے اس موقعہ پر عجیب دانائی و بُردباری سے کام لیا۔ اور اپنی پیشانی کے بال کاٹ کر ایک ڈبیہ میں رکھے اور اپنے جسم سے تھوڑا سا خون نکال کر ایک شیشی میں بھرا۔ پھر دونوں چیزیں یمن کی مٹی سمیت قیمتی ہدایا اور تحائف کی معیت میں نجاشی کے پاس روانہ کیں۔ ساتھ میں ایک معروضہ میں نجاشی کی اطاعت و حلقہ بگوشی کا حلفیہ اقرار کیا۔ اور لکھا کہ مجھے بادشاہ کی قسم کی خبر پہنچی۔ اس لئے میں نے اپنے بال، خون اور یمن کی مٹی بارگاہ عالی میں حاضر کر دی ہے کہ بادشاہ کی قسم جھوٹی نہ ہو۔ یہ تدبیر کارگر ہوئی نجاشی نے ابرہہ کو معاف کر کے یمن کا گورنر اور یمن کو اپنے ملک کا ایک حصہ قرار دیا۔ لیکن چونکہ ابرہہ کامیاب بادشاہوں کی کیاست و فراست سے محروم اور عیش طلبی کا مریض تھا۔ اس لئے یمن کا بادشاہ بن کر اس نے عمدہ اخلاق، حسن تدبیر، خوش انتظامی، فہم و دانائی کا ثبوت نہ دیا۔ دن رات تعیش و تلذذ میں مصروف اور عورت و شراب کے نشہ میں بہکا رہنے لگا۔ اپنی ان سیاہ کاریوں، سخافت و رکاکت، پھوہڑپن اہل یمن کی بے چینیوں، اور یمن کی بدانتظامیوں کو چھپائے رکھنے کے لئے اس کے لئے ضروری تھا کہ وہ نجاشی کو خوش رکھے اور اس کے مزاج کو برہم نہ ہونے دے۔ چنانچہ اسے سارا وقت اپنے حقیقی فرائض کے بجائے نجاشی کی خوشامد اور چاپلوسی میں گذارا اور اسی میں اپنی خیر سمجھی۔

قلیس۔ محض نجاشی کی رضاجوئی اور اس رضاجوئی کے زیر پناہ اپنی ہوس عیش اور مشاغل رنگینی کو پرورش دینے کے لئے۔ بیٹھے بیٹھے نکٹے ابرہہ کو یہ سوجھی کہ صفار یمن کے دارالسلطنت میں ایک گرجا تعمیر کیا۔ جو اپنی بلندی و بالائی میں پہاڑ کی چوٹیوں سے اونچا اپنی خوبصورتی و زیبائی میں شداد کی مصنوعی جنت سے مشابہ، اور ظاہری چمک دمک کے لحاظ سے بادشاہوں کے محلات سے فائق تر تھا۔ ابرہہ نے اس کی تعمیر پر ایک خطیر رقم خرچ کی۔ سنگ مرمر۔ سنگ موسی۔ سنگ سرخ اور دوسری انواع کے قیمتی پتھر گرجا کی تعمیر میں صرف ہوئے۔ دیواروں پر سونے کی پتریاں لگوائی گئیں۔ بیش بہا جواہرات سے پچی کاری کی گئی۔ ہاتھی دانت اور آبنوس کے منبر بچھائے گئے۔ چاندی سونے کی سلیں تیار ہوئیں۔ اور گرجا کا کونہ کونہ اعلیٰ درجہ کی خوشبوؤں سے مہکا دیا گیا۔ پھر

ابرہہ نے نجاشی کو کہا کہ ایام حج میں تمام لوگ عرب سے کھنچ کھنچ کر بیت اللہ کے گرد جمع ہوتے ہیں میں نے اس بے حقیقت مکان کی اس مرکزیت کو ابد الآباد تک کھو اور ختم کر دینے کے لئے یہ نیا بیت اللہ تعمیر کیا ہے۔ ساتھ ہی اہل عرب کو قلیس میں فرائض حج کی ادائیگی کے لئے آنے کی پُر زور دعوت دی گئی۔ اور مختلف خاندانوں سے نامہ و پیام کیا گیا۔ کعبۃ اللہ کی یہ کھلی ہوئی توہین اسکے عقیدتمندوں کے لئے ناقابل برداشت تھی۔ ہر طرف آگ لگ گئی۔ اور ہر سمت میں ایک اضطراب پھیل گیا۔ انہی جذبات کے زیر اثر بیان کیا جاتا ہے کہ بعض مقامات پر ابرہہ کے مبلغین کو تشہیر بے نیام کی خوراک بنایا گیا۔ اور بنی مالک میں سے ایک شخص نے مشتعل ہو کر قلیس کو رفع حاجت کے لئے استعمال کیا۔

"کعبہ پر چڑھائی" عقیدتمندان کعبہ کا یہ جوش و خروش ابرہہ کو بہت ناگوار گذرا اور اس نے ارادہ کیا کہ کعبۃ اللہ کو منہدم کر کے تقدیس الٰہی کے اس سب سے بڑے مرکز کو فنا کر دیا جائے چنانچہ وہ آدمیوں اور ہاتھیوں کی ایک بڑی فوج کو کیل کانٹے سے مسلح کر کے اور سب اسباب و حوائج سے آراستہ ہو کر بادشاہی کی بدمستی میں جھومتا ہوا کسی اور سے بھی نہیں خدا سے تنہا برسر پیکار ہونے لڑنے چلا۔ بچوں کو سنانے اور بہلانے کے لئے جو کہانیاں کہی جاتی ہیں۔ ان میں سے ایک کچھ اس طرح ہے کہ کچھوؤں کے کھیت سے بادشاہی پیادے ایک کچھوا توڑ کر بادشاہ کے یہاں لے گئے ایک دوسرے کچھوے کو بادشاہ کی یہ حرکت بہت ناگوار گذری۔ اس نے ایک فوج مرتب کی جس میں کھیرے اور ککڑیاں تھیں بینگن اور آلو تھے۔ کریلے اور بھونٹیں تھیں تربوز اور خربوزے تھے۔ کچھوا بادشاہ سے لڑنے کیلئے بڑی دھوم دھام سے چلا رستہ میں اس طرح کی جو چیز اسے ملتی کچھوا اسے اپنی معاونت پر آمادہ کرتا۔ اور جب عقل کے یہ پورے بھی اس کے ساتھ ہو لیتے تو کچھوا ان سے کہتا آجا میرے کان کے کو کروں میں۔ ابرہہ بھی رستہ میں قبائل کو یہ دعوت دیتا چلا۔ اور پکارتا پھرا کہ میں اللہ کے گھر کو اجاڑنے چلا ہوں بس اب خدائی انتظام چندروز کا مہمان ہے میں نے کعبہ ڈھایا اور مخلوق خدا کے نام ہی کو بھولی۔ بدقسمت قبائلی دافراد ساتھ ہوگئے۔ اور جنہیں ازلی و ابدی شقاوت سے اپنے آپ کو بچانا تھا انہوں نے صاف انکار کیا۔ اس طرح ابرہہ نے مکہ کی قریب کی ایک بستی میں جا کر قیام کیا اور ایک سردار کو اجازت دی کہ پہلے مکہ پر چڑھائی کر کے لوٹ مار کا بازار گرم کر دے۔ چنانچہ یہ سردار عرب کے سب سے ذی اثر سردار عبدالمطلب آقائے نامدار کے دادا کے چار سو اونٹ اور کثیر تعداد میں دوسری اشیاء و اجناس لے کر واپس لوٹا اس کے بعد ابرہہ نے اپنے کسی پیغام رساں کے ذریعہ عبدالمطلب کو یہ اطلاع بھیجی کہ میرے یہاں آنے کا مقصد اہل مکہ سے برسر پیکار اور سرگرم جنگ ہونا نہیں۔ مجھے صرف اس بے ہنگم عمارت کو ڈھانا ہے۔ اگر اہل مکہ اس سلسلہ میں مجھ سے کچھ تعرض نہ کریں تو میں انہیں قطعاً نہ چھیڑنے کا وعدہ کرتا ہوں۔ ساتھ میں اپنے قاصد کو یہ تاکید بھی کی کہ اگر عبدالمطلب صلح کیطرف

مائل ہوں تو انہیں میرے پاس لے آنا تاکہ ان سے مکمل گفتگو ہو سکے۔ عبدالمطلب نے پیغام رساں کہا ہم نے اپنی طرف سے جنگ کا کوئی ارادہ نہیں کیا اور نہ اب کرتے ہیں۔ مگر ہاں یہ خدا کا گھر ہے اور خدا ہی اپنے بیت معظم کی حفاظت کا ذمہ دار ہے۔

عبدالمطلب و ابرہہ۔ قاصد کی دعوت پر عبدالمطلب اپنے بیٹے کے ساتھ ابرہہ کی جائے قیام پر پہنچ آئے۔ ابرہہ نے ان کی شخصی وجاہت کا احترام کیا۔ ان کے استقبال کیلئے سروقد کھڑا ہوا انہیں اپنے پہلو میں جگہ دی اور ترجمان کے ذریعہ گفتگو شروع ہوئی۔

ابرہہ:- آپ کیا چاہتے ہیں؟

عبدالمطلب:- کچھ اور نہیں صرف یہ کہ میرے اونٹ مجھے واپس کر دیئے جائیں۔

ابرہہ۔ تف ہے تمہاری اس حرص و ہوس پر اور حیف ہے اہل مکہ کی اس حال پرستی پر۔ اس کعبۃ اللہ کو بچانیکی کوئی سبیل نہیں کی جو تم لوگوں اور تمہارے آبا و اجداد کا کعبۂ دین و ایمان ہے۔ جس کے گرد اگرد طواف کرنا تمہارے نزدیک فرض ہے اور جس کی عظمت پر تم اپنا کامل یقین ظاہر کرتے ہو تمہیں بیت اللہ کے مقابلے میں اپنے اونٹ عزیز ہیں۔ اور تم کعبہ کی بجائے ان حقیر اونٹوں کی فکر کر رہے ہو۔

عبدالمطلب۔ جس طرح غصب شدہ یہ اونٹ میرے ہیں اسی طرح اس گھر کا بھی کوئی مالک ضرور ہے۔ پس جس طرح میں اپنے اونٹ کسی اور کو دینا نہیں چاہتا وہ رب البیت بھی قریب ہے کہ اپنے گھر کی حفاظت کرے گا۔ ابرہہ سردار مکہ کا یہ برجستہ، دلیرانہ اور متوکلانہ جواب سنکر خفیف ہو گیا اور پھر کہنے لگا ماکان لیمنعہ منی (یعنی ایسا نہیں ہے کہ وہ رب البیت اپنے گھر کو مجھ سے بچا لے) عبدالمطلب نے کہا کہ خیر اسکو تم اور وہ رب البیت جانیں۔ مجھے تو میرے اونٹ واپس کرو۔ چنانچہ عبدالمطلب اپنے اونٹ لے کر گھر واپس آ گئے۔ اور اپنی قوم کو یہ قصہ سنایا۔ سب اونٹوں کے گلے میں ہار ڈالے اور ہدی (قربانی) کیلئے خدا کے نامزد کر کے حرم میں چھوڑ دیا۔ تاکہ ابرہہ کا لشکر اگر ان میں سے کسی کو پکڑے تو خدا کا غصہ اور تیز ہو۔ اور ابرہہ کو یہ بھی جتا دیا کہ اونٹوں کو چھڑانے کی کوشش حب مال کی راہ سے نہ تھی۔

ابرہہ کی پیشقدمی۔ مکہ کے یہ بے سر و سامان قبائل نہ جنگ پر تیار تھے اور نہ ان کے پاس سامان جنگ موجود تھا۔ یہ انتہائی بیکسی اور ناچاری کا وقت تھا۔ اور ادھر انہیں کعبۃ اللہ کی توہین کا غم اور ابرہہ کی دراز دستی پر رنج تھا۔ مجبوراً سب اہل مکہ نے سردار عبدالمطلب کے مشورے سے شہر خالی کر دیا اور بیت اللہ سے جدا ہوتے وقت حاضر حرم ہو کر خدائے بلند و برتر سے پُر اضطراب دعائیں کیں کہ وہ ہی اپنے گھر کی حفاظت کرے۔ اور ابرہہ کے اس غرور اور فعل شنیع پر اسے ایسی سخت سزا دے کہ انسانوں ہی کے لئے نہیں بلکہ بے جانوں کیلئے بھی وہ جائے عبرت بن سکے۔ ابرہہ نے شہر میں داخل ہونیکی تیاری کی۔ پہلے اپنے سب سے بڑے ہاتھی محمود کو آگے بڑھایا۔ مگر عجیب اتفاق ہے کہ اس اسم بامسمیٰ ہاتھی نے ہرگز یہ پسند نہیں کیا کہ وہ دیدہ دلیرانہ گستاخانہ حرم میں گھس کر اپنے نام کو بھی بدنام کرے۔ اسے آگے بڑھایا جاتا تھا مگر وہ پیچھے ہٹتا تھا۔ فیلبانوں نے اسے قابو میں لانیکی بہت کوششیں کیں انکس مار مار کر زخمی بھی کر دیا پیار اور چمکارا بھی طرح طرح کی آوازیں بھی نکالیں مگر محمود مکہ کی طرف تو رخ نہیں کرتا تھا ہاں یمن اور شام کے رستہ پر وہ تیزی سے دوڑنے کے لئے تیار تھا۔

ٹھیک اس موقعہ پر جب یہ لشکر تیر و تبر سے مسلح اور خنجر و شمشیر سے آراستہ ایک وسیع میدان میں غرور کی گرد میں اونچی کئے .سینہ نکالے کھڑا تھا جب سر پھری ایک قوم کی قوم اور عقل باختہ ایک لشکر کا لشکر خالق اکبر سے براہِ راست چشمک زن تھا اپنے جسم حیات پر لگے ہوئے فقر اور بے اختیاری کے زخموں اور چرکوں اور ناسوروں کے باوجود جو کسی شہ زور سے نبرد آزمائی اور اس معرکہ میں فتحیابی کے خواب دیکھ رہا تھا. اور اس گروہ اشقیا کے بالکل آگے ابرہہ اس حال میں خراماں خراماں آگے بڑھ رہا تھا کہ سر میں خدا سے مقابلہ کا سودائے خام ہاتھوں میں تیر و شمشیر بدن پر بھاری بھرکم زرہ منہ سے مارے غصہ کے کف اور آنکھوں سے غیظ و غضب کے شرارے جھڑ رہے تھے کسی کہنے والے نے شاید ابرہہ ہی کے متعلق طنزاً کہا ہے کہ ؎ اس جبر پر تو ذوق بشر کا یہ حال ہے

کیا جانے کیا کرے جو خدا اختیار دے

یکایک سمندر کی طرف سے چھوٹے چھوٹے جانوروں کی ایک فوج آئی اور اتنی کثیر تعداد میں کہ بلند و پست پر گھرے ابر کی سی ایک سیاہی چھا گئی. یہ جانور بظاہر بہت حقیر اور بے حقیقت تھے. مگر انہوں نے تان کر وہ کنکریوں کی بارش کی کہ سارا لشکر حواس باختہ ہوگیا. اور پھر طرہ یہ کہ یہ کنکر جس کے لگی وہ اس کے زہریلے اثر سے زخمی ہوگیا. اور ذرا سی دیر میں زخم کا زہر بدن کے ہر عضو میں بجلی کی طرح پھیل گیا اور منٹ بھر میں شہ زور و زور آزما سپاہی چیچک کے بدرو اور بدحالی مریض بنکر ایک ایک کر کے زمین پر آ رہے گوشت گل گل کر گر پڑا. کٹے ہوئے ہاتھ پاؤں کے انبار لگ گئے. ہڈیاں الگ جا پڑیں اور خون کے ندی اور نالے بہ اٹھے.

غضب الٰہی کا یہ نقشہ اور جلال خداوندی کا یہ منظر دیکھ کر مغضوبین نے فرار ہونے کی بھی سخت جد و جہد کی. مگر راستوں نے انہیں اپنے پر چلنے کی اجازت نہیں دی. سڑکوں نے اپنے سینہ پر ان کا بارِ گناہ لینے سے انکار کر دیا. اور شاہراہیں سمٹ کر ایک نقطہ کی پنہائی میں گم ہو گئیں. ہوش و حواس نے جواب دیا. پاؤں کو یارائے طاقت نہ رہی. ہاتھ اٹھائے نہ اٹھے اور گھور گھور کر دیکھنے کے باوجود کچھ سوجھائی نہ دیا. بام و در نے برملا کہا کہ لا عاصم الیوم من امر اللّٰہ الا من الرحم (آج کے دن خدا کے حکم سے بچانے والا کوئی نہیں بجز اس کے جس پر خدا ہی رحم کرے) ادھر ان سب گمراہوں کو گمراہ کرنے والے ابرہہ کا یہ حال ہوا کہ اس کا ہر عضو کٹ کٹ کر پیوند زمین ہوا سینہ پھٹ کر دل باہر نکل آیا. اور اس نے بڑے خوفناک طریقہ پر جان دی.

حق و باطل کے ایسے معرکے ہوتے آئے ہیں مگر آخراں مران معرکوں میں ظفرمندی کا فخر ہمیشہ اس معرکہ کی طرح حق ہی کو حاصل ہوا ہے کہ حق کے سر پر سایۂ الٰہی ہے اور اس کے دستِ توانا میں خدائی طاقت کا زور، وہ متحمل مزاج بزار سہی اور باطل کی لاف زنی ، ہرزہ گوئی، چرب زبانی اور دیدہ دہنی کو سہتے رہنے کی اسے عادت اور علمبرداران باطل کو ڈھیل دینے اور ان سے بے نیاز بنے رہنے کی اسے لاکھ خو سہی. مگر بہر حال اس کے آگے باطل کی حیثیت ایک ذرے. ایک پدی ایک چیونٹی اور ایک بھنگے سے زیادہ نہیں. مگر اس حقیقت کو کون جانے جانے! ابرہہ سے نکمٹوں کو تو ہمیشہ خدا ہی سے جنگ کر کے اسے منصب خدائی سے معزول کرنے کا شوق چرایا.

؎ عشق کرتے ہیں اس پری رو سے میر صاحب بھی کیا دیوانے ہیں

(میر تقی میر)

تبلیغی کتابیں

جامِ حیات } حیات بعد الموت کے جملہ مسائل قرآن کریم اور حدیث نبوی علیہ التحیۃ والسلام کی روشنی میں ایک جامع اور دلآویزانہ طرز تحریر سے مبرا کتاب تحریر کرائی گئی ہے جو کہ ہر دو فریقین کیلئے مشعل ہدایت ثابت ہوسکتی ہے حضرت مولانا ظہور احمد صاحب مرحوم نے یہ کتاب مولانا محمد حسین صاحب شوق سابق صدر المدرسین دار العلوم عزیزیہ سے اپنی زیر نگرانی تحریر کرائی تھی جو کہ اب کاغذ کی گرانی کے باوجود طبع کرائی گئی ہے کتاب دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے قیمت صرف ۹ر محصولڈاک ۱ر

قاتلانِ حسینؓ } اس میں نہایت محققانہ طریقہ سے حضرت شیعہ کی معتبر کتابوں کی مستند روایات سے ثابت کیا گیا ہے کہ رسولِ خدا کے نواسے اور حضرت علی کے لختِ جگر حضرت حسینؓ کو کربلا میں بلا کر طرح طرح کے مظالم میں مبتلا اور نہایت بیرحمی سے شہید کرنے والے شیعہ اور پیشوایانِ مذہب شیعہ تھے اس کتاب کو ضرور دیکھئے تاکہ شیعوں کی شیعت کی حقیقت کھل جائے. صفحات ۹۶. کتاب دلفریب طباعت دیدہ زیب. کاغذ دبیز. قیمت دس آنہ محصولڈاک ۱ر

آخری پیغامِ حق } حضرت مولانا ظہور احمد صاحب بگوی رحمۃ اللہ علیہ کی آخری تقریر جو پہلے شمس الاسلام کے صفحات پر جلوہ گر ہو چکی ہے. اور اُمید سے زیادہ مقبول ہو چکی ہے. عام افادہ کیلئے کتابی شکل میں ہدیۂ ناظرین کی گئی آخری پیغام حق کے متعلق حضرت سجادہ نشین تونسہ شریف تحریر فرماتے ہیں:-

"حضرت مکرم مغفور کے آخری کلمات نصائح نہایت ہی گوہر بے بہا ہیں. اور ناظرین کی ہدایت کے لئے مشعل راہ ہیں"

قیمت دس آنہ. محصولڈاک ۱ر

کشف التلبیس } مصنفہ مولانا سید ولایت حسین شاہ صاحب آدوی. یہ کتاب شیعوں کے مشہور رسالہ "نور ایمان" کے جواب میں لکھی گئی ہے شیعوں کا یہ رسالہ لاکھوں کی تعداد میں طبع ہو کر ہزار ہا سنی نوجوانوں کی گمراہی کا باعث بن چکا ہے شیعہ رؤساکی طرف سے سنیوں میں مفت تقسیم ہوتا رہتا ہے شیعوں کی اس ظلمت کفر کا عقلی و نقلی دلائل سے مہذب پیرایہ میں بلیغ رد اس کتاب میں موجود ہے شیعوں کے تمام مطاعن اور اعتراضات کے جوابات دیئے گئے ہیں حصہ دوم ۸ر حصہ سوم ۶ر (پہلا حصہ ختم ہو چکا ہے) ہر دو حصہ طلب کرنے پر ۱۲ر علاوہ محصولڈاک

برقِ آسمانی } جس میں مرزائے قادیانی کے اپنے قلم سے اسکے سوانح و عقائد و عبادات و معاملات و کارنامے تفصیل کے ساتھ درج کئے گئے ہیں. علاوہ ازیں خلیفہ نور الدین اور مرزا محمود کے سوانح حیات اور ان کے عقائد وغیرہ بیان کرنے کے بعد حیات مسیح کے مسئلہ پر عقلی و نقلی دلائل جمع کئے گئے ہیں. اس کتاب نے مرزائیوں کا ناطقہ بند کر دیا ہے. قیمت ۸ر محصولڈاک ۲ر

فیصلہ شرعیہ بر حُرمتِ تعزیہ } یہ کتاب حضرت مولانا مولوی محمد ظہیر الدین صاحب دام برکاتہم سابق خطیب جامع قلعہ شیخوپورہ کی تصنیف ہے جس میں آپ نے تعزیہ مروجہ پر سیر کن بحث کی ہے کتاب کا ماخذ اسی سے زیادہ معتبر کتابیں ہیں. اور تقریباً ۲۷ مختلف بحثیں درج ہیں جنہیں ضمنی طور پر کثیر التعداد اور ضروری مسائل بھی آ گئے ہیں حضرت موصوف نے قرآن مجید اور احادیث صحیحہ معتمدہ تفاسیر متداولہ تصریحات ائمہ کرام فتاوی جات علماء اعلام و مجتہدین عظام سے تعزیہ کی حرمت بیان کرنے کے علاوہ دس عقلی دلیلیں بھی تعزیہ مروجہ کے حرام ہونے پر قائم کی ہیں. اور ماتمی حضرات کے جواز تعزیہ کی ۲۲ دلیلوں کے اسی سے زیادہ جواب دیئے ہیں. اور یہ بھی بیان کیا ہے کہ ائمہ کرام سب اہلسنت والجماعت تھے نہ کہ شیعہ بلکہ وہ شیعہ ہونے سے

بیزار تھے اور یہ کہ کون سے سادات مستحق اعزاز و صد تعظیم ہیں اور ماہ محرم میں کیا کرنا چاہیئے یہ پہلی مستقل و مدلل کتاب ہے. جس کے پڑھنے سے ایک معمولی استعداد والا بھی اس مسئلہ پر مکمل طور پر گفتگو کر سکتا ہے کاغذ عمدہ طباعت دیدہ زیب. ضخامت تقریباً دو سو صفحات. قیمت صرف ۱۲ محصولڈاک علاوہ.

تازیانہ نقشبندیہ } مؤلفہ مولانا حکیم حافظ عبدالرسول صاحب بھیروی. اس کتاب میں مرزا قادیانی کے ان اعتراضات کا مدلل جواب دیا گیا ہے جو اس نے صوفیائے کرام پر کئے تھے قیمت صرف ۴ محصولڈاک ۱

اجتناب الحنفیہ } اس رسالہ میں صدہا علمائے اسلام کے فتاوی جمع کئے گئے ہیں جن میں دلائل واضح اور براہین قاطع سے فرقہ روافض و مرزائیہ کا ارتداد اور رافضی و مرزائی سے سُنی عورت کا نکاح ناجائز ثابت کیا گیا ہے. حجم ۱۰۰ صفحہ قیمت ۴ محصولڈاک ۱

تحفہ میرزائیہ } یعنی جریدہ شمس الاسلام کے دسمبر ۳۲ء کا ایڈیشن جو قادیان نمبر کے نام سے موسوم ہوا تھا اس میں نہایت عمدہ مضامین قادیانیوں کے رد میں درج ہوئے ہیں. قیمت ۴ محصولڈاک ۱

حقیقتِ تشیع } مولانا پیر قطب شاہ صاحب مذہب شیعہ کے سربستہ رازوں کا انکشاف. قیمت ۱

ہدایات القرآن } عیسائیوں کے مشہور رسالہ حقائق قرآن کا بلیغ رد نیز اس رسالہ کے ذریعہ مرزائیوں کے مغالطات بھی دور ہو سکتے ہیں. عیسائی لاکھوں کی تعداد میں حقائق قرآن کو ہر سال مفت تقسیم کرتے ہیں. لہٰذا ہدایات القرآن کی وسیع اشاعت نہایت ضروری ہے. فی نسخہ ۲

رسالہ خیر زری رد مذہب خاکساری } از تصنیف پیرزادہ مولانا محمد بہاء الحق صاحب قاسمی

امرتسری. قیمت ایک آنہ (۱)

مظلوم قوم } تصنیف مولوی محمد بخش صاحب مسلم بی اے. اس کتاب میں مصنف نے اچھوتوں پر ہندوؤں کے مظالم اور اسلامی مساوات و اسلامی تعلیمات کو مؤثر پیرایہ میں بیان کر کے اچھوتوں کو اسلام کی دعوت دی ہے. قیمت ۵

اسلامی جہاد } راولپنڈی میں فوج محمدی کے عظیم الشان کیمپ منعقدہ ۹-۱۰ دسمبر ۱۹۳۹ء میں انصار سپاہیوں سے آلہ مکبر الصوت پر خطاب جسمیں اسلامی جہاد کی حقیقت اور فوج محمدی کے نصب العین کو واضح کیا گیا ہے. اور عہد حاضر کی بعض ملحدانہ عسکری تنظیموں پر بے لاگ تبصرہ کیا گیا ہے. از مولانا ظہور احمد صاحب بگوی امیر مجلس مرکزیہ حزب الانصار بھیرہ قیمت ۲

خاکساری مذہب } ضلع میانوالی کی اسلامی جماعتوں کے نمائندہ اجتماع کے موقع پر بمقام میانوالی علماء کرام کی طرف سے خاکساری مذہب پر حقیقت افروز تبصرہ خوبصورت ٹریکٹ شائع کر کے مسلمانوں میں تقسیم کیا گیا. از مولانا ظہور احمد صاحب بگوی امیر مجلس حزب الانصار بھیرہ قیمت ۲

خاکساری فتنہ } خاکساری لعنت کے خلاف یہ پہلی کتاب ہے جس نے ہندوستان کے علماء کرام کو بیدار کیا. جسکو پڑھ کر ہزاروں مسلمانوں کا ایمان مشرقی ملحد کی دستبرد سے محفوظ ہوا. اور جسکو دیکھ کر خاکساروں کی کثیر تعداد نے توبہ کر لی چار دفعہ ہزاروں کی تعداد میں چھپ چکی ہے. پانچواں ایڈیشن ہے ۹۲ صفحات از مولانا پیرزادہ محمد بہاء الحق قاسمی. قیمت فی نسخہ ۴ محصولڈاک ۱

مشرقی فتنہ } ملحد پنجاب عنایت اللہ مشرقی کے کفر پرور خیالات پر لاجواب تنقید از قلم جناب سید ابوالاعلیٰ صاحب مودودی مدیر ترجمان القرآن قیمت فی نسخہ ۲ علاوہ محصولڈاک

ملنے کا پتہ } منیجر جریدہ "شمس الاسلام" بھیرہ (پنجاب)

Registered No. L. 2650. February, 1947

ماہانہ

شمس الاسلام

SHAMS-UL-ISLAM,

BHERA (Punjab.)

Printed at the Manohar Press, Sargodha & Published from the Office of "Shams-ul-Islam, Bhera, (Pb.) by M. Ghulam Hussain, Editor, Printer & Publisher.

سالانہ چندہ	
عوام سے	۳ روپے
طلبہ سے	۲ روپے ۸ آنے
فی پرچہ	۴ آنے

سالانہ چندہ	
معاونین سے	۵ روپے
غیر ممالک سے	۱۰ شلنگ

زیر سرپرستی حضرت مولانا الحاج ظہور احمد صاحب بگوی نور اللہ مرقدہ

زیر ادارت مولانا الحاج افتخار احمد صاحب بگوی امیر حزب الانصار بھیرہ (پنجاب)

منجانب

حزب الانصار بھیرہ و ادارہ عالیہ محمدیہ

(اللہ کے دین کے مددگاروں کا گروہ)

اغراض و مقاصد: (۱) اندرونی و بیرونی حملوں سے اسلام کا تحفظ و اشاعت اسلام۔ (۲) اصلاح رسوم باتباع شریعت اسلامیہ، احیاء و اشاعت علوم دینیہ

طریق کار: (۱) جریدہ شمس الاسلام کا اجراء (۲) دار العلوم عزیزیہ جامع مسجد بھیرہ جو اپنے مختلف شعبوں کے ذریعہ اسلام کی بہترین خدمت انجام دے رہا ہے (۳) مبلغین کے ذریعہ ملک کے طول و عرض میں اسلامی زندگی پیدا کی جا رہی ہے (۴) عظیم الشان سالانہ کانفرنس (۵) امیر حزب الانصار کا مبلغین کے ہمراہ سالانہ تبلیغی دورہ (۶) یتیم خانہ (۷) کتب خانہ (۸) جامع مسجد بھیرہ کی مرمت (۹) مسلم نوجوانوں کی تنظیم۔

جریدہ کے قواعد و ضوابط

۱۔ رسالہ ہر انگریزی ماہ کی گیارہ(۱۱) تاریخ کو پابندی وقت سے شائع ہوتا ہے مضامین ہر ماہ کی پندرہ (۱۵) تاریخ کو وصول ہونے چاہئیں۔ مدیر کا مضمون نگار صاحبان کی رائے کے ساتھ متفق ہونا ضروری نہیں ہے۔

۲۔ ارکان حزب الانصار کے نام جریدہ مفت بھیجا جاتا ہے چندہ رکنیت کم از کم چار آنہ ماہوار یا تین روپیہ سالانہ مقرر ہے۔

۳۔ عام سالانہ چندہ ۳ ہے معاونین سے ۵ طلبہ سے ۲/۸ مقرر ہے۔ نمونہ کا پرچہ ۴ کے ٹکٹ موصول ہونے پر بھیجا جاتا ہے۔

۴۔ رسالہ باقاعدہ جانچ پڑتال کے بعد بذریعہ ڈاک بھیجا جاتا ہے بعض رسائل راستہ میں تلف ہو جاتے ہیں ایسی صورت میں خریدار کی طرف سے مہینہ کے آخیر تک اطلاع موصول ہونے پر رسالہ دوبارہ بھیجا جاتا ہے اطلاع نہ ملنے کی صورت میں دفتر ذمہ دار نہ ہوگا۔

۵۔ جواب کے لئے جوابی کارڈ یا ٹکٹ آنا چاہیے ۶۔ بیرنگ ڈاک اور خطوط واپس ہوں گے۔

جملہ خط و کتابت و ترسیل زر بنام :۔ غلام حسین منیجر شمس الاسلام بھیرہ (پنجاب) ہونی چاہیئے

سرخ نشان ◯ دائرہ میں سرخ نشان سالانہ چندہ ختم ہونے کی علامت ہے۔ آیندہ ماہ کا رسالہ بذریعہ وی۔ پی ارسال ہوگا جس کے زائد اخراجات سے بچنے کے لئے بہتر صورت یہ ہے کہ آپ اپنا چندہ بذریعہ منی آرڈر بھیجیں خریداری منظور نہ ہو تو اطلاع دیں۔ خدارا وی۔ پی واپس فرما کر ایک اسلامی ادارے کو ناحق نقصان نہ پہنچائیں۔ خط و کتابت کرتے وقت خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیں۔

(غلام حسین منیجر شمس الاسلام)

فاروقِ اعظمؓ

یہ نظم میں نے حضرت عمر فاروق اعظمؓ کے یوم وصال کی تقریب پر لاہور مسلم ہال میں ۸ ہر ذوالحجہ کے منعقدہ جلسہ میں پڑھنے کیلئے موزوں کی اور اسے میرے عزیز ند محمد ابوبکر فارغ التحصیل اسلامیہ کالج لاہور نے جیسے قدرت نے لحن داؤدی ود یعت کر رکھا ہے پڑھا سامعین نے بہت متاثر ہو کر داد دی افسوس ہوگا اگر اس تاریخی نظم سے شمس الاسلام بھیرہ کے قارئین کو لذت آشنا اور بہرہ اندوز نہ کیا جائے۔

(غلام دستگیر نامی)

مقصود بزم ذکر جناب عمرؓ کا ہے
جو جانشین صاحبؐ[1] خیر البشر کا ہے

صدیقؓ کے ہے بعد وہی افضل البشرؓ[2]
فاروق جبر اکھاڑنے والا جو شر کا ہے

سر کاٹنے کو آئے تو سر خم کئے چلے
یہ لطف سب نبیؐ کی دعاؐ[3] کے اثر کا ہے

پہلی اذان کعبہ میں دی اور پڑھی نماز
یہ حوصلہ یہ رعب جناب عمرؓ کا ہے

اسلام جس کا شوکت دین کا سبب ہوا
ضامن وہ دین پاک کے سب کرّ و فر کا ہے

سایہ سے جس کے بھاگتا دیو شریر تھا
ہاں ہاں وہی مرید حبیب ابر کا ہے

تو کر شتر پہ آپ چلے تھام کر مہار (سرکش)
عالم پہ اپنے شاہوں کے شہ کے سفر کا ہے (نیکوکار ترین)

وہ جس کا رتبہ قیصر و کسریٰ سے ہے بلند
محتاج نہ نقیب کا نے بام و در کا ہے

آیا سفیر روم تو دیکھا زمین پر
ہے سو رہا وہ شیر جو ضامن ظفر کا ہے

اجرائے حدِ شرع میں اور حفظ دین میں
ماموں کا کچھ لحاظ نہ لختِ جگر کا ہے

پیوند بیسیوں ہیں قبا میں لگے ہوئے
سادہ لباس کیسا میرے تاجور کا ہے

کوسوں ہے دور پھر بھی نظر میں ہے ساریہ
جلوہ یہ دور بیں عمرؓ کی نظر کا ہے

محفوظ ڈوبنے سے ہوئیں مصر کی بنات
جب سے کہ پہنچا نیل کو نامہ عمرؓ کا ہے

ثابت ہوا یہ اس سے کہ فاروق نامور
حاکم خدا کے حکم سے بحر خشک و تر کا ہے

برتر نہ کیوں یہ گنبد خضرا ہو عرش سے
جب یہ مکاں نبیؐ و عتیق و عمرؓ کا ہے

"سعدین کا قران ہے پہلوئے ماہ میں
جھرمٹ کئے ہیں تارے تجلّیٔ قمر کا ہے"

نامی پہ یا رؤف ہو رحمت کی اک نظر
مسکیں گدا صحابہؓ کے جو پاک در کا ہے

---

[1] حضرت صدیق اکبرؓ کو قرآن پاک کی آیت اذ قال لصاحبہ لا تحزن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو صاحب کہا گیا ہے [2] حضرت عمرؓ حضرت ابوبکرؓ کے بعد سب سے افضل ہیں [3] حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے دعائیں مانگ کر حضرت عمرؓ کو دولت ایمان سے مشرف کیا تھا۔ دعا اولاد ماں باپ کو کیسی پیاری ہوتی ہے۔ جو دعائیں مانگ کر حاصل کی جائے۔ حیف ہے ان لوگوں پر جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایسے پیارے صحابی (عمرؓ) کو برا کہیں۔

طابع مہتمم غلام حسین ... پرنٹر ... سرگودہا سے چھپ کر دفتر اخبار ... سے شائع ہوا

شذرات

(از ابن الانور سید محمد ازہر شاہ قیصر کاشمیری)

حضرات علماء کے خلاف

آج کل ہمارے ملک میں علماء کی ایک خاص جماعت کے متعلق عوام میں مخالفت اور اس جماعت علماء کو تکلیف دینے اور اذیت پہنچانے کا جو جذبہ پیدا ہو گیا ہے اس کے مضر نتائج پر اس سے پہلے بھی بعض احباب روشنی ڈال چکے ہیں۔ مگر عوام میں چونکہ علماء کی مخالفت کا یہ جذبہ کم نہیں ہوا بلکہ پھیلتا اور بڑھتا جاتا ہے اس لئے ضرورت ہے کہ زیادہ تفصیل و تشریح کے ساتھ نہ سہی اختصار و اجمال ہی سے اس پر روشنی ڈالی جائے۔ لیکن اس سے پہلے مجھے یہ عرض کر دینا ضروری ہے کہ خود میں سیاسی طور پر ملک کی کسی جماعت سے وابستہ نہیں اور علماء کے ذاتی ادب و احترام کے جذبات کو باقی رکھنے کے لئے میں یہ چند سطریں ان علماء کا ہم خیال ہونے کی وجہ سے نہیں لکھ رہا ہوں بلکہ بہت ممکن ہے کہ جن حضرات علماء کے ذاتی شرف و اقتدار کا اس وقت یہ سوال درپیش ہے۔ ان سے خود مجھے بھی سیاسی طور پر شدید ترین اختلاف ہو۔ لیکن چونکہ سمجھدار انسان سیاسی اختلاف کی وجہ سے کبھی کسی کی ذات اور اس کی عزت و اقتدار پر حملہ کرنا پسند نہیں کرتے۔ اس لئے میں ان حضرات علماء ہی کی حمایت پر نہیں بلکہ ہر شخص کی مدد و اعانت پر اپنے آپ کو مجبور پاتا ہوں جو بے گناہی میں عوام اس قسم کی سخت سزائیں، فحش گالیوں، تہمت طرازیوں اور بے بنیاد الزامات سے ان کی توہین کرنے اور ظالمانہ طریقہ پر ان کے جان و مال کو تباہ کرنے کا جرم کرتے ہیں۔ بات صرف اتنی سی ہے کہ ملک کے موجودہ مسائل کے متعلق ہمارے علماء اسلام کی ایک جماعت اپنی سیاسی فہم و فراست کی بنا پر ایک ایسی رائے رکھتی ہے جو اس وقت مسلمانوں کے عوامی طبقہ میں مقبول نہیں۔ اس کا خیال اور عمل عوام کے رجحان کے بالکل خلاف ہے لیکن چونکہ اس سلسلہ میں ایک طبقہ نے زور و شور کے ساتھ پراپیگنڈہ کیا ہے کہ یہ علماء محض ذاتی نفع اور کسب زر کے لئے مسلمانوں کے مفاد سے غداری کر رہے ہیں اور اپنی جس سیاسی رائے کا یہ اظہار کرتے ہیں اسے انہوں نے ازروئے دیانت و صداقت نہیں اپنایا ہے بلکہ پس پردہ کام کرنے والی کوئی اور طاقت ہے۔ یہ علماء کرام محض زر خرید غلاموں کی طرح اس طاقت سے ذاتی نفع حاصل کرنے کے لئے اس کی ہاں میں ہاں ملائے جاتے ہیں۔ حالانکہ اگر مخالف طبقہ نے اس مفسدانہ پراپیگنڈہ پر ٹھنڈے دل سے غور کرتے اور سوچتے کہ جن علماء کرام کے متعلق یہ ایسا صریح بے بنیاد اور لغو پراپیگنڈہ کیا جا رہا ہے۔ ان کی زندگی کا ہر پہلو کس قدر ایثار و قربانی اور مجاہدانہ اولوالعزمی کے کیسے زریں واقعات سے لبریز ہے۔ اور ان حضرات علماء نے اپنے ہر دور زندگی میں اس راہ حق پر قائم رہنے کے لئے جسے اپنی بصیرت علمی اور فراست سیاسی سے انہوں نے صحیح اور درست سمجھا ہے کتنی محنتیں اور دقتیں اٹھائی ہیں۔ یہ آج تک دین حق اور اہل اسلام کے لئے کتنی اہم خدمات انجام دے

چکے ہیں. اور انہوں نے اپنے مذہب وملت کی فلاح وبہبودی کے لئے افلاس وبے زری کی کیسی سخت تکلیفیں، قید وبند کی کیسی ہولناک اذیتیں، اور حکومت حاضرہ کی پیدا کردہ کیسی عظیم مشکلات کا پوری پامردی اور بہادری کے ساتھ مقابلہ کیا ہے تو یقین ہے کہ عوام کبھی ان حضرات سے بدظن نہ ہوتے اور وہ اپنی اس بدظنی اور غلط فہمی میں ان علماء سے وہ سلوک نہ کرتے جو وہ اب کر رہے ہیں. ہم اس سلسلہ میں نام لے کر ان حضرات کے عزم وایثار کیش کی داستان بیان نہیں کرنا چاہتا نہیں اس وقت عوام نے اپنا مخالف اور اپنے مفاد کا دشمن سمجھا ہے. اس لئے کہ یہ بحث بہت طویل ہے. اور پھر یہ بھی کہ ان حضرات کی دینی اور ملی خدمات عام شہرت رکھتی ہیں. شاید ہی کوئی شخص ایسا ہو جو ان کی مجاہدانہ معرکہ آرائیوں اور بہادرانہ کارناموں سے واقف نہ ہو

کچھ بلبلوں کو یاد ہے کچھ قمریوں کو حفظ
عالم میں ٹکڑے ٹکڑے مری داستاں کے ہیں

یہ بہت بڑے رنج اور افسوس کا مقام ہے کہ محض سیاسی اختلاف خیال اور ایک غیر ذمہ دار طبقہ کے شرارت آمیز پراپیگنڈا پر عوام ان علماء سے اس قدر بدظن ہوئے اور ان کی جان وآبرو کے ایسے سنگدل دشمن بن گئے ہیں کہ جابجا عوام نے ان علماء پر قاتلانہ حملے کئے انہیں بے عزت کرنے کے لئے گالیاں دیں. ان کے جلسوں میں جاکر ہنگامہ وفساد برپا کیا اور جہاں کہیں ان میں سے کسی بزرگ کا نام سنا دمیں دس پانچ بہت مکروہ قسم کی گالیاں انہیں دے ڈالیں. حالانکہ ہر سمجھدار انسان جانتا ہے کہ گالی گلوچ کے اس ہنگامہ اور مارپیٹ کے اس معرکہ سے کبھی سیاسی میدان نہیں جیتا جا سکتا. اور نہ اہل حق اس قسم کی مخالفتوں سے اپنی رائے بدلا کرتے ہیں. سمجھدار اشخاص کو تبدیل رائے پر مجبور کرنے کی تدبیر صرف یہ ہے کہ متانت وسنجیدگی کے ساتھ ان سے تبادلہ خیال کیا جائے. اور اگر اپنے پاس اپنی رائے کو قوت بخشنے والے کچھ دلائل وواقعات ہوں. تو انہیں پیش کیا جائے. اور اس طرح دلائل وشواہد کے زور سے اپنے مقابل شخص کے دماغ پر اثر ڈالا جائے اور اس کی رائے بدلی جائے. لیکن ہمیں بتایا جائے کہ ان علماء اسلام کے خلاف شہر بشہر ایسے تخریبی ہنگامہ برپا کرنے والوں نے گالی گلوچ دینے اور ان کی ہتک وبے عزتی کرنے کے بجائے کبھی اس کی بھی کوشش کی ہے کسی معقول مجلس میں متین وسنجیدہ لب ولہجہ میں ان حضرات سے ان سیاسی مسائل پر گفتگو ہو ان سے اپنی کہی اور ان کی سنی جائے اور اس باہمی افہام وتفہیم سے اپنی اور ان کی آراء کو باہم مطابق کیا جائے. اور اگر عوام کے اس پرجوش طبقہ نے علماء سے تبادلہ خیال کی یہ مہذب کوشش نہیں کی اور یقیناً نہیں کی تو کیا اس سے ایک غیر جانبدار آدمی یہ نتیجہ اخذ نہ کرے کہ عوام کے اس جوش واشتعال کی پشت پر ٹھوس دلائل وبراہین کا قحط عام ہے وہ محض بے سمجھی سے ایک راہ پر لگ گئے ہیں. اور اب حسب عادت اس راہ کو صحیح بتانے اور اس کے خلاف دوسرے راستوں کو غلط باور کرانے کے لئے اپنا زور صرف کر رہے ہیں. اور جب کوئی سمجھدار آدمی ان کی یہ نا سمجھی کی بات نہیں مانتا تو وہ اسے گالیاں دیتے اس پر حملہ کرتے اور زدوکوب وسخت گیری سے اسے اپنا ہم خیال بنانے کی سعی ناکام کرتے ہیں. اور پھر اس بات کو بھی جانے دیجئے سوال یہ ہے کہ عوام کیا حال سے ان حضرات کے خلاف اس قدر شور وشر مچا رہے

ہیں۔ اور ان کے ان تخریبی ہنگاموں اور مفسدانہ معرکہ آرائیوں پر ایک مدت گذر گئی ہے۔ انہوں نے علماء کو ماں بہن کی گالیاں بھی دیں۔ مارا پیٹا بھی۔ ان کے جلسے بھی خراب کئے۔ ان کے خلاف لمبی چوڑی تقریریں بھی کیں۔ ان پر غداری اور رشوت خوری کے الزام بھی لگائے۔ ان کے متعلق بہت غلیظ اور بے بنیاد واقعات بھی مشہور کئے قدم قدم پر ان کی راہ میں کانٹے بھی بچھائے گئے۔ مگر کیا عوام نے اس فتنہ سب وشتم سے علماء ان کے ہم خیال ہوگئے اور اس متشددانہ طریقۂ عمل سے علماء نے اپنے وجود اور اپنی رائے پر آپ کا غلبہ تسلیم کرلیا؟ اور اگر ایسا نہیں ہوا اور ان طویل ہنگاموں اور وسیع ہنگاموں کا کوئی نتیجہ نہیں نکلا۔ تو کیا ساری قوم کی قوم اتنی بے شعور ہوگئی ہے کہ وہ اپنی محنتوں اور کوششوں کی اس اضاعت پر یہ سوچنے کی ضرورت محسوس نہیں کرے گی کہ آخر علماء کو اپنا ہم خیال بنانے کے لئے ہماری یہ تدبیریں تو کہیں غلط نہیں؟ ہوسکتا ہے کہ ایک انسان ایک مرض کا جو علاج کررہا ہو وہ علاج ہی غلط ہو۔ یا اسے مرض کی تشخیص کرنے اور اسے پہچاننے میں غلطی لگی ہو اور اس نے جو مرض سمجھا اور تسلیم کیا کرنے سے اس مریض پر اس مرض کا کوئی اثر ہی نہ ہو؟ کیا طبیب اپنے معالجہ کی کسی تدبیر میں ناکام ہوکر ازسرنو مرض کی کیفیت اور مریض کے حالات پر غور نہیں کرتا اور بعض اوقات اس پر مجبور نہیں ہوتا کہ جو علاج وہ کرچکا ہے۔ اسے غلط قرار دے کر منسوخ کردے اور ازسرنو کوئی اور علاج کرلے؟

سچی اور صاف بات یہ ہے کہ ہر شخص کو ہر حالت میں یہ حق حاصل ہے کہ وہ اپنے رہنماؤں اور علماء پر نکتہ چینی کرے۔ اور ان کی رائے کو اپنی عقل وفہم کی کسوٹی پر کس کر دیکھ لے اگر وہ ان کی سیاسی رائے سے موافقت کرسکتا ہو تو موافقت کرے۔ اور اس کا ذہن موافقت کی راہ پر نہ لگ سکے تو اسے اپنے رہنما کی سیاسی افکار و آراء سے اختلاف کا حق ہے۔ مگر سیاسی اختلاف کا یہ استحقاق اور چیز ہے۔ اور سیاسی اختلاف کی بنا پر حضرات علماء کو اپنی سب وشتم اور لعن طعن کا ہدف بنانا، انہیں بے عزت اور بے اثر کرنے کے لئے بڑی بےحیائی کے ساتھ نئے نئے الزامات تراشنا اور نئے نئے قصے گھڑنا، ان کی شان میں گستاخیاں اور ان کے کام میں رکاوٹیں پیدا کرنا اور چیز ہے اور اس دوسری چیز کو سیاسی اختلاف کہنا اور سمجھنا بہت بڑی غلطی ہے۔ یہ تو جہالت و وحشت، درندگی، ایک طرح کی بے مغزی اور بے عقلی اور خلاف انسانیت حرکتیں ہیں جنہیں کرکے دوسروں سے اپنے کئے کی داد چاہنا اور حضرت حق سے علماء کے خلاف ایسی متشددانہ اور تخریبی حرکات کے لئے بہتر اجر کی توقع رکھنا ایک بڑی عجیب قسم کی حماقت ہے۔ علماء کے خلاف اس قسم کے ہنگامے برپا کرنے والے اگر یہ سمجھتے ہیں کہ وہ کوئی اچھا کام کررہے ہیں۔ اور اپنے ان کاموں سے انہیں کریم کارسانہ کی خوشنودی حاصل ہوسکتی ہے۔ تو پھر سب سے پہلے حجاج ابن یوسف کے متعلق اس کے ظالم و جابر ہونے کا قدیم خیال بدل ڈالئے۔ اور یقین فرمایئے کہ دنیا بھر کے شہداء و صالحین تو بعد میں حق تعالیٰ کی عنایت بے غایت سے فائز المرام ہوں گے۔ ان سے پہلے عرصہ محشر میں

حجاج ابن یوسف کی پوچھ ہوگی۔ اور اللہ پاک اس کے بمثال کارناموں اور ہزاروں صحابہ و تابعین اور علماء و اولیاء کو تہ تیغ کرنے کی خدمت عظیم پر اسے اپنی رضا و خوشنودی کا پروانہ عنایت فرمائیں گے۔ اور آپ حضرات بھی مطمئن رہیں کہ جب نور ظلمت سے، حق باطل سے، سچائی جھوٹ سے اور نیکی شر سے بدل ڈالے گئے اور صاف و صریح گناہوں کو نیکیوں کا درجہ دے دیا گیا تو پھر آپ بھی جنت النعیم کے اہتمام و انصرام کا منصب ضرور پائیں گے کہ اتنی بڑی نیکیوں کا اتنا ہی بڑا ثواب ملتا ہے۔

رہے ہم تو اپنی بزدلی اور ناسمجھی سے اس دنیا میں بھی ہم حضرات علماء کا ادب کرتے اور

ادب تاجیست از لطف الٰہی
بنہ برسر برو ہر جا کہ خواہی

کا وظیفہ پڑھتے رہے۔ اور یہاں بھی ہمیں کسی مولوی کو ذبح کرنے کی توفیق نہ ہوئی اور آخرت میں بھی ہم آپ کی نصیبہ وری اور اقبال مندی پر رشک کریں گے۔

تخلیق انسانی کی غرض

(۳)

(از جناب مولانا عبدالخالق صاحب)

زکوٰۃ | دنیا کا مسلمہ قاعدہ ہے کہ انسان اگر کمال درجہ کی محبت و الفت رکھتا ہے تو دو چیزوں سے، ایک جان سے دوسرے مال سے۔ ضروریات زندگی کا سارا کارخانہ اگر وابستہ ہے تو مال سے وابستہ ہے۔ ایک کو حاکم دوسرے کو محکوم، ایک کو آقا دوسرے کو مولیٰ ایک کو امیر دوسرے کو غریب اگر بناتا ہے تو فقط مال ہی بناتا ہے۔ ایک کو ہوائی جہاز پر سوار ہونے اور دوسرے کو ننگے سر برہنہ بدن پاخانے کی بالٹی سر پر اُٹھائے پھرنے کا نظارہ اگر دکھائی ہے تو دولت ہی دکھاتی ہے۔ اس لئے خدائے قدوس کا ارشاد عالی ہے کہ وہ مال جو حقیقتاً ہمارا ہی دیا ہوا ہے اس سے زیادہ بھی نہیں۔ اس میں سے جو ضروریات خانہ داری سے فارغ ہو کر سال بھر گھر میں پڑا رہے۔ چالیسواں حصہ نکال کر اپنے شہر کے غربا و فقراء کو بانٹ دیا کرو۔ اس میں چند فوائد ہیں۔ پہلا فائدہ مولیٰ حقیقی کی رضا حاصل کرنا، دوسرا فائدہ مال کی محبت سے نفس کو پاک کرنا، تیسرا فائدہ اپنے شہر کے غربا و مساکین کی امداد اور ان کی ہمدردی کا مظاہرہ کرنا اس کا نام شرع شریف میں زکوٰۃ ہے۔

یہ عبادات یعنی صوم و صلوٰۃ، حج و زکوٰۃ اسلام کے ارکان اربعہ کہلاتے ہیں۔ ان میں مذکورہ بالا فوائد کے علاوہ ایک اور حکمت عظیمہ بھی موجود ہے۔ دنیا کا مسلمہ قاعدہ ہے کہ کمال اطاعت کے سبب دو تعلق ہوا کرتے ہیں۔ ایک حاکم و محکوم کا دوسرا طالب و مطلوب کا۔ قدرت و کمال کی وجہ سے انسان حاکم ہو جاتا ہے۔ حسن و جمال کی وجہ سے انسان مطلوب و محبوب بن جاتا ہے۔ یہ بھی واضح رہے جیسا کہ تمام طاقتوں اور قدرتوں کا مالک حقیقی خدائے قدوس ہے۔ اسی طرح تمام انواع حسن و جمال کا معدن حقیقی بھی مالک ذوالجلال ہے

اس لئے خالق السموٰت والارض میں جس طرح شان حاکمیت ہے اسی طرح شان محبوبیت بھی ہے نماز اور زکوٰۃ کو دیکھا جائے تو یہ مظاہرہ ہیں حاکمیت کے، صوم اور حج کو دیکھا جائے تو یہ مظاہرہ ہیں شان محبوبیت کے۔

شان حاکمیت | نماز کی حالت اول سے آخر تک غور کیجئے جیسا کہ ایک غایت درجے کا مجرم دربار میں غایت درجے کی ذلت و بے بسی کی حالت میں کانپتا ہوا حاکم والا اعلیٰ کے ساتھ کھڑا ہو کر نہایت ہی عجز و انکساری کا مظاہرہ کرتا ہے ٹھیک اسی طرح نمازی کو دیکھئے اول بیچارا اپنے تمام بدن و لباس کو پاک و صاف کرتا ہے تاکہ غلاظت و عفونت کی وجہ سے دربار سے دھکیل نہ دیا جائے بلکہ وہاں کھڑے ہونے کے قابل ہو جائے۔ پھر شریفانہ لباس میں ننگے پیر ہاتھ باندھ کر غایت درجہ کی پستی و ذلت کا مظاہرہ کر رہا ہے خوف و ہراس کی حالت میں زبان سے شہنشاہ اعلیٰ کی ثنا کر رہا ہے تھوڑی دیر کے بعد پیٹھ برابر کر کے سر جھکا کر نیاز ادا کر رہا ہے قدرے توقف کے بعد اپنا سر اور پیشانی جو انسان کے بدن کا شریف عضو ہے زمین پر رکھ کر اللہ تبارک و تعالیٰ کی بزرگی و برتری کا نظارہ دکھلا رہا ہے اس سے فارغ ہونے کے بعد نہایت ادب و احترام سے دو زانو بیٹھ کر خدائے قدوس کی جلالت و عظمت کی داستان پڑھ رہا ہے۔ زکوٰۃ پر غور کیجئے سرکاری لگان اور ٹیکس کے لئے جب حکم آتا ہے تو بیچارا انسان مال لے کر خود سرکاری خزانہ میں پہنچتا ہے یا وصول کنندہ کی خدمت میں پیش کرتا ہے۔ وگرنہ ہتھکڑی لگا کر جیل خانے کی بند کوٹھڑی میں بند کر دیا جاتا ہے اسی طرح شہنشاہ اعلیٰ کا حکم ہے کہ جب ادائے زکوٰۃ کا حکم آئے تو فوراً مال زکوٰۃ بیت المال یا غرباء و مساکین جو سرکاری وصول کنندہ ہیں ان کے حوالے کر دو ورنہ جہنم کی بند کوٹھڑی میں ڈال کر تکوی بہا جباھہم وجنوبہم کی سزا دی جائے گی۔

شان محبوبیت | دنیا میں عشق مجازی کے کارخانے کا حال آپ کو معلوم ہے کہ جب ایک شخص کو دوسرے کے ساتھ حسن جمال کی وجہ سے کمال درجہ کی محبت و فریفتگی و دلبستگی پیدا ہو جاتی ہے تو اس طالب کے لئے دو مرحلوں کا طے کرنا ضروری ہوا کرتا ہے اول ضروری ہے کہ وہ انسان صورت محبوب کے علاوہ تمام ان اشیاء و صور سے اپنے دل و دماغ کو خالی کرے جو کہ تصور محبوب میں خلل انداز ہونے والی ہیں۔ حتیٰ کہ وہ انسان خیال محبوب میں منہمک ہو کر اپنے تمام اقارب رشتہ داران عیش و عشرت و زینت کے سامان کو بھی طاق نسیان میں ڈال دیتا ہے جب انسان کا ظاہر و باطن غیر محبوب کے خیال سے خالی ہو گیا فقط محبوب کا تصور ہی محیط ہو گیا تو اب ثانی مرحلہ یہ ہے کہ ایک دیوانہ و مجنونانہ شکل و ہیئت اختیار کرتے ہوئے محبوب کے نام کا وظیفہ پڑھتے ہوئے اپنے وطن کو خیرباد کہہ کر دیارِ محبوب کی طرف کوچ کرے۔ کبھی تو شوق دیدار کی تڑپ لئے ہوئے مکان محبوب کا طواف کرتا ہے تاکہ حسن و جمال کے انوار و تجلیات سے بہرہ ور ہو جائے اور کبھی مکان سے ہٹ کر گرد و نواح کے صحراؤں پہاڑوں اور وادیوں میں محبوب کے ترانے گاتا پھرتا ہے ٹھیک اسی طرح حال ہے کارخانہ عشق حقیقی کا جو ساری کائنات کو اپنے مولیٰ و محبوب حقیقی سے ہوا کرتا ہے جب سالک و طالب کا ارادہ ہوتا ہے کہ میں اپنے دل میں اپنے محبوب حقیقی کا خیال و تصور راسخ کر دوں تو ضروری ہے کہ ان تمام خواہشات و لذات نفسانی و مادی سے اپنے دل و دماغ کو فارغ کرے جو کہ مولیٰ حقیقی سے غافل اور دور ہونے کا سبب بنتی رہتی ہیں۔

زين للناس حب الشهوات من النساء والبنين والقناطير المقنطرة من الذهب والفضة والخيل المسومة والانعام والحرث ذلك متاع الحيوة الدنيا والله عنده حسن المآب.

فریفتہ کیا ہے لوگوں کو مرغوب چیزوں کی محبت نے جیسے عورتیں اور بیٹے اور خزانے جمع کئے ہوئے سونے اور چاندی کے اور گھوڑے نشان لگائے ہوئے اور مویشی اور کھیتی یہ فائدہ اٹھانا ہے دنیا کی زندگی میں اور اللہ ہی کے پاس ہے اچھا ٹھکانا۔

قل ان كان اباءكم وابناءكم واخوانكم وازواجكم وعشيرتكم واموال اقترفتموها وتجارة تخشون كسادها ومسكن ترضونها احب اليكم من الله ورسوله وجهاد في سبيله فتربصوا حتى ياتي الله بامره والله لا يهدي القوم الفاسقين

تو کہہ دے اگر تمہارے باپ اور بیٹے اور بھائی اور عورتیں اور برادری اور مال جو تم کماتے ہو اور سوداگری جس کے بند ہونے سے تم ڈرتے ہو اور حویلیاں جن کو پسند کرتے ہو تم کو زیادہ پیاری ہیں اللہ سے اور اس کے رسول سے اور لڑنے سے اس کی راہ میں تو انتظار کرو یہاں تک کہ بھیجے اللہ اپنا حکم اور اللہ رستے نہیں دکھلاتا نافرمان لوگوں کو۔

بالخصوص ان لذات و خواہشات سے تعلق ہو یا کبھی [illegible] جن میں پھیل کر تنہا منہمک ہو کر انسان فقط بہیمیت کا مظہر اتم بنا رہتا ہے۔ وہ فقط وہی دو اشیاء ہیں ایک پیٹ کی دوسری شرمگاہ کی جتنے معاصی فسق فجور اور فسادات انسان سے صادر ہوتے ہیں۔ فقط انہی دو خواہشوں کے طفیل یہ حقیقت اپنی طرح واضح ہے زیادہ تفصیل کی ضرورت نہیں۔ روزے کا مقصد اصلی یہی ہے کہ اگر تم اپنے محبوب حقیقی کے طالب ہو تو دن کو ان خواہشات سے الگ ہو جاؤ رات کو اپنے نرم اور آرام دہ بستروں سے الگ ہو کر قیام تراویح ادا کرو جب کامل ایک مہینے ایسا مجاہدہ اختیار کر گئے تو سبحان اللہ تم نے اس بات کا عملی ثبوت پیش کیا کہ تم نے میری خاطر تمام لذات و خواہشات مادی کو چھوڑ دیا۔ اب تمہارے دل میں فقط ہماری لذت ہماری خواہش باقی ہے۔ جب پہلا مرحلہ طے ہو گیا اور رمضان کا مہینہ بھی ختم ہو گیا تو پھر متصلاً شوال ہی سے اجازت ہے کہ اے ہماری تلاش میں سرگرداں پھرنے والو! سچے عاشق اور دیوانہ کامل کی شکل بنا لو زیب و زینت بناؤ سنگار کے اسباب بدن سے اتار ڈالو۔ ہمارے نام کا وظیفہ تسبیح تہلیل آہ و بکا کرتے ہوئے وطن اقارب اور احباب کو چھوڑ کر ہمارے گھر کے طواف کا احرام باندھ کر چلے آؤ۔ عاشق صادق جب اس شان و حال سے محبوب حقیقی کے گھر پہنچتا ہے تو وہاں کا نظارہ آپ کی آنکھوں کے سامنے ہے کبھی تو دیوانہ وار خانہ کعبہ کا طواف کر رہا ہے اور اپنے محبوب حقیقی کے حسن و جمال انوار و تجلیات کے دریا میں ڈوب کر سرور و لذت بلکہ کونین کے خزانے لوٹ رہا ہے کبھی ادھر سے ہٹ کر صفا مروہ کی پہاڑیوں اور ان کی وادیوں میں نشہ محبت سے سرشار ہو کر گھوم رہا ہے کبھی عرفات و منیٰ کے صحراؤں میں محو [illegible] گذار رہا ہے سبحان اللہ [illegible] والذین آمنوا اشد حبا للہ ویحبہم ویحبونہ اور ایمان والوں کو سب سے زیادہ تر محبت ہے اللہ کی ایسی قوم کو کہ اللہ ان کو چاہتا ہے اور وہ اس کو چاہتے ہیں۔

خلاصہ کلام محبت کی پہلی منزل طے کرنے کے لئے روزہ ہے اور منزل ثانی طے کرنے کے لئے حج ہے شاید اس میں بھی حکمت ہے کہ حج کی فرضیت کا حکم روزے کی فرضیت کے بعد آتا ہے اور وقت حج بھی روزے سے فراغت کے بعد متصل رکھا گیا ہے۔ روزے میں لوازمات و اثرات مادی سے خالی ہوتا ہے۔ حج میں لوازمات و اثرات روحانی و نورانی

سے آراستہ اور مزین ہوتا ہے۔ آپ جانتے ہیں کہ نیا اور اچھا لباس وعطریات کا استعمال غسل کرنے کے بعد ہی کیا جاتا ہے۔

طالب کو اپنے مطلوب ومحبوب کے ساتھ رشتہ محبت قائم رکھنے میں ایک ایلچی وسفیر کی ضرورت پڑا کرتی ہے۔ اس لئے ارشاد ہوتا ہے۔

اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ	اگر تم یہ چاہتے ہو کہ اللہ تم سے محبت رکھے پس میری تابعداری

کرو پھر اللہ تم سے محبت رکھے گا۔

شان جامعیت صلوٰۃ | یہ تو آپ کو معلوم ہی ہو چکا ہے کہ صلوٰۃ ارکان اسلام میں سے ایک رکن ہے لیکن اس میں جو ایک شان جامعیت ہے اس کی طرف قدرے اشارہ کر دینا فائدے سے خالی نہ ہوگا۔

یہ حقیقت واضح ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی مخلوقات سے کوئی فرد مخلوق اللہ تبارک وتعالیٰ کی عبادت سے فارغ نہیں ہے۔ "وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون" میں اگرچہ عبادت جن وانس کا ذکر ہے لیکن دوسرے مقامات میں تمام مخلوقات کی عبادت کا ذکر بھی موجود ہے۔

يُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ اللہ کی پاکی بولتا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے۔

وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ مِنْ دَآبَّةٍ وَّالْمَلٰٓئِكَةُ وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ	اور اللہ کو سجدہ کرتا جو آسمانوں میں

ہے اور جو زمین میں ہے جانداروں سے اور فرشتے اور وہ تکبر نہیں کرتے۔

ان آیات شریفہ سے صراحۃً واضح ہو گیا کہ کائنات سماوی ہو یا ارضی سب اللہ تبارک وتعالیٰ کی عبادت میں مصروف ہے احادیث میں تفصیل سے مذکور ہے کہ بعض ملائکہ قیام کی عبادت میں مشغول ہیں بعض رکوع کی حالت میں منہمک ہیں بعض ہمیشہ کے لئے سربسجود رہتے ہیں بعض تشہد کے آداب بجا لاتے ہیں بعض تسبیح وتہلیل میں مصروف ہیں تو بعض بیت المعمور کے طواف ہی میں سرشار ہو رہے ہیں۔ یہ حال ہے اس کائنات سماوی کا جس کے دیکھنے سے بظاہر ہماری آنکھ قاصر ہے اگر مادے کی ظلمت کو دور کر کے روح کی نورانیت کو غالب کر لیا جائے تو یہ کائنات بھی نظروں سے اوجھل نہ ہو

کائنات ارضی تو آپ کی آنکھوں کے سامنے ہے غور اور توجہ کرنے کی کمی ہے نباتات واشجار پر غور کیجئے ہمیشہ قیام کی حالت میں رہتے ہیں وحیوانات جو جنگلوں میں چرتے ہیں ان کو غور سے دیکھئے اپنی پیٹھ ٹیڑھی کر کے ہمیشہ رکوع میں مصروف رہتے ہیں۔ حشرات الارض (زمین کے کیڑے مکوڑے) کو ملاحظہ فرمایئے ہمیشہ اپنے سر کو زمین پر رکھے ہوئے فرائض سجدہ ادا کر رہے ہیں۔ طیور (پرندے) وغیرہ پر غور فرمایئے اپنی اپنی اصطلاح میں تسبیح تہلیل واذکار میں مشغول ہیں۔

ع　مرغان چمن بہر صباحے ترا خوانند باصطلاحے

جمادات (پہاڑوں کانوں وغیرہ) کو دیکھئے ہمیشہ زمین پر بیٹھ کر تشہد کی عبادت میں مشغول ہیں فقط اسی پر بس نہیں بلکہ باقی ارکان اسلامیہ کی روح بھی نماز ہی میں رکھ دی گئی ہے نمازوں کو شروع نماز سے پہلے بدن ڈھانکنے کے لئے لباس کا حاصل کرنا ضروری ہے۔ اسی طرح بدن لباس اور مکان وغیرہ کو پاک وصاف کرنا بھی ضروری ہے خصوصاً تعمیر مساجد کا قاعدہ جو مقرر ہے۔ یہ تمام چیزیں بغیر مال خرچ کرنے کے میسر ہی نہیں ہو سکتیں یہی زکوٰۃ مالی ہے بلکہ اپنے وجود کو تمام ضروریات دنیاوی سے فارغ کر کے خداوند قدوس کے دربار میں حاضر کر دینا یہ زکوٰۃ بدنی ہے۔ اس زکوٰۃ سے

فارغ ہوکر جب نمازی تکبیر تحریمہ کہتا ہے تو حقیقتہً حج کا احرام باندھ رہا ہے۔ جو کام محرم کے لئے حرام ہو جاتے ہیں وہ سب کے سب نمازی کے لئے بھی حرام ہو جاتے ہیں تکبیر کے بعد جب نمازی استقبال قبلہ کرتا ہے تو گویا خانہ کعبہ کے سامنے کھڑے ہوکر سنت طواف ادا کر رہا ہے۔ جب ہاتھ باندھ کر قیام کرتا ہے تو گویا وقوف عرفات کا وظیفہ ادا کر رہا ہے جب قیام سے رکوع، رکوع سے سجود، سجود سے قیام کی طرف حرکت دوبارہ شروع کرتا ہے تو سعی بین الصفا والمروہ کے فریضے کو ادا کر رہا ہے۔ یہی حج کے ارکان مخصوصہ ہیں۔

صوم (روزہ) کی کیفیت تو واضح ہے روزہ دار کے لئے جیسا کھانا صحبت کرنا ممنوع ہے اسی طرح نماز میں بھی تمام افعال حرام بلکہ روزہ کی اعلیٰ شان نمازہی میں ظاہر ہوتی ہے۔ عوام کے روزے میں فقط پیٹ وشرمگاہ کو بند کیا جاتا ہے لیکن خواص کے روزے میں تمام اعضاء کی حفاظت مقصود ہوتی ہے۔ زبان کو بیہودہ گوئی سے آنکھ کو حرام نظارہ سے، کان کو بیہودہ آوازے سے بند کرنا روزہ کی شان ہے۔ اور یہی امور ہیں جن کی نماز میں کمال درجہ کی رعایت کی جاتی ہے۔

یہ ہے ایک مختصر خاکہ وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون۔

وما علینا الا البلاغ

ردّ عیسائیت

عقیدۂ تثلیث

(از جناب مولانا خلیل الرحمن صاحب مظاہری ریاست جیند)

(نمبر ۴)

مرقس ۱۲ باب ۲۹-۳۱ میں لکھا ہے۔ کہ یسوع نے اس سے جواب میں کہا۔ کہ سب حکموں سے اول یہ ہے کہ اے اسرائیل سن وہ خداوند جو ہمارا خدا ہے ایک ہی خداوند ہے۔ اور دوسرا (حکم) جو اس کے (حکم اول کے) مانند ہے یہ ہے کہ تو اپنے پڑوسی کو اپنے برابر پیار کر ان سے بڑا اور کوئی حکم نہیں ہے۔ عقلمند کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ وہ طرز کلام پر نظر ڈال لے۔ اگر حضرت عیسیٰ کو دعویٰ الوہیت ہوتا تو پھر طرز کلام دوسرا ہوتا۔ اس طرز کلام سے عبدیت ہی کا اظہار ہوتا ہے۔ انصاف پسند طبائع کے لئے یہ دلیل کافی ہے اور حجت ختم ہو سکتی ہے

کہ ایک ہی خدا ہے اس سے بڑا اور کوئی حکم نہیں (متی ۲۲ باب ۳۶) اب اس کے خلاف اگر کوئی سینکڑوں دلیلیں لائے تو یقین نہ کرنا چاہیئے۔ اور حضرت نے اسی خاص [illegible] کو وسیلہ نجات بتایا ہے۔ دیکھو (لوقا ۱۰ باب ۲۵ [illegible]) اور تمام تورات وانجیل کا خلاصہ اسی کو [illegible] (متی ۲۲ باب ۳۷ و ۴۰) اب متی ۲۸ باب [illegible] کہ مسیح نے آسمان پر جانے وقت اپنے شاگردوں [illegible] کہا کہ سب قوموں کو باپ اور بیٹے اور روح القدس [illegible]

نام سے بتسمہ دے کر شاگرد کرو! تو اس کا جواب اول تو یہ ہے کہ یہ تحریف محض ہے. اور کسی کا من گھڑت اضافہ! کیونکہ یہ بات حوالہ بالا کے علاوہ کسی اور انجیل میں موجود نہیں ہے. اتنی اہم اور ضروری بات اور پھر صرف متی کے علاوہ کسی اور انجیل میں اس کا ذکر تک نہ ہو. اگر واقعی صحیح اور سچی بات تھی تو دیگر انجیلوں میں بھی اس کا ذکر آنا ضروری تھا. اور بفرض محال اگر ہم اس کو مان بھی لیں تو اس کا وہ مطلب ہرگز نہیں ہو سکتا جو عیسائی دنیا لیتی ہے. سیدھے اور صاف لفظوں میں اس کا مطلب یہ ہے کہ لوگوں کو خدا اور رسول کے نام پہ بتسمہ دے کر شاگرد کرو. اور خدا کے نام کے ساتھ پیغمبر کا نام آنا تعجب خیز نہیں ہے بلکہ ایمان کا جزو لازم ہے. خدا کی وحدانیت کے اقرار کے ساتھ رسول کی رسالت کا انکار ایماندار کا کام نہیں. خدا کی وحدانیت اور رسول کی رسالت دونوں کا اقرار ضروری ہے.

جان ڈیون پورٹ صاحب اپنی کتاب کے صفحہ ۹۳ پر لکھتے ہیں کہ اسلام ایک ایسا مذہب ہے جس کے اصول میں سب کو اتفاق ہے. اور جس میں کوئی ایسی لنہ اور پیچیدگی نہیں جو زبردستی ماننی پڑے اور سمجھ میں نہ آئے. پھر اسی کتاب کے صفحہ ۷۹ کے حاشیہ میں لکھتے ہیں کہ نیوٹن اور گبن اور پورسن اور دیگر مورخین نے یہ بات بڑی محنت سے ثابت کی ہے کہ عیسائی عقیدہ تثلیث کا وہ بنیادی مسئلہ جو یوحنا نامہ اول ۵ باب ۷ میں درج ہے (جس کا حوالہ مضمون کے شروع میں آ چکا ہے) بالکل مصنوعی ہے. اور کان مٹ خود اس بات کا مقر ہے کہ اس آیت کو میں نے کسی قدیم انجیل کے نسخہ میں نہیں پایا. حضرت عیسیٰ نے صرف خدائے تعالیٰ کی وحدانیت کی تلقین کی تھی. مگر پولس اور یوحنا حواریوں نے جو افلاطون کے پیرو تھے مذہب عیسائی کی وحدانیت اور سادگی کو بالکل خراب اور پارہ پارہ کر دیا. اور اس میں افلاطون کے غیر مفہوم مسئلہ تثلیث کو داخل کر دیا. بنیادی مسئلہ یہ ہے کہ افلاطون نے اللہ تعالیٰ کی دو صفتوں کو دو جسم فرض کیا ہے.

اگر لوک صاحب کی رائے درست ہے کہ مسلمان حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی رسالت کے قائل ہیں اور ان کے معجزات کو دل سے یقین کرتے ہیں تو وہ عیسائی نہیں مانتے. سر ولیم جونیر کی کتاب موسوم بہ ایشیاٹک ریویو جلد اول صفحہ ۳۲۵ میں معلم اسپرنگر صاحب کا قول ہے کہ یہودیوں اور عیسائیوں کی افراط سے خدا کی بابت ملک عرب میں واجبی اور واقعی بات پھیل گئی.

ہندوستانی نوجوانوں کو خط مطبوعہ مشن پریس الہ آباد ۱۸۶۹ء مصنفہ پادری واشر صاحب، صفحہ ۲۰ میں لکھتے ہیں کہ ذات الٰہی کی بابت جو کچھ عقیدہ واجبی (درست صحیح) ہے اسلام کے سبب اہل عرب میں پھیل گیا.

ان سب باتوں کے علاوہ اب آخر میں خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا صاف صاف غیر مبہم ارشاد در سن لیجئے. آپ نے صاف صاف فرمایا کہ نہ ہر ایک جو مجھے خداوند کہتا ہے آسمان کی بادشاہت میں داخل ہوگا مگر وہی جو میرے آسمانی باپ کی مرضی پر چلتا ہے اس دن یعنی قیامت کے دن بہتیرے مجھے کہیں گے کہ اے خداوند اے خداوند کیا ہم نے تیرے نام سے نبوت نہیں کی اور تیرے نام سے دیوؤں کو نہیں نکالا. اور تیرے نام سے بہت سی کرامات ظاہر نہیں کیں. اس وقت میں ان سے صاف کہوں گا میں

تم سے کبھی واقف نہ تھا۔ اے بدکارو میرے پاس سے دور ہو
انتہیٰ (متی باب ۳۱-۳۲)

اس سے ظاہر ہے کہ مسیح کو خداوند خدا اور خدا کہنے والے یعنی مسیح کی الوہیت کے قائل کبھی بہشت میں داخل نہ ہونگے بلکہ بہشت اور نجات انہیں کے لئے ہے جو آسمانی باپ کی مرضی اور شریعت پر عمل پیرا ہوں گے۔

شریعت یعنے توریت میں صاف لکھا ہے وہ خداوند جو ہمارا خدا ہے ایک ہی خداوند ہے۔ مرقس باب ۲۲۔ اور استثناء باب ۴ و ۵۔

اور خود حضرت داؤد فرماتے ہیں تو ہی اکیلا خدا ہے (داؤد کی نماز ۸۶ زبور ۱۰) خدا وحید حکیم اور ہمارا بچانے والا ہے (یہودا ۲۵ آیت) واحد دانا خدا رومیوں کا (۱۶ باب ۲۷) اور اول طمطاؤس ۱ باب ۷ میں ہے۔ اب ازلی بادشاہ غیر فانی نادیدنی واحد حکیم خدا کی عزت وجلال ہمیشہ ہمیشہ کو ہو آمین! اسی طرح انگریزی بائبل تھری مطبوعہ لندن ۱۸۷۵ء کے ۸۶ زبور ۱۰ میں ہے اور بائبل فارسی مطبوعہ لندن ۱۸۵۶ء کے ۸۶ زبور ۱۰ میں ہے۔ زیراکہ تو عظیمی و اعمال عجیبہ را بجا می آوری تو بہ تنہا خدائی الخ اسی طرح ۳۶ زبور ۴ اور ۲۰ زبور ۱۸ میں بھی ہے اور اسی طرح متی ۴ باب ۱۰ میں بھی ہے۔

ان تمام حوالہ جات سے بخوبی واضح ہوگیا کہ خدا تعالیٰ اپنی خدائی میں لاشریک ہے! حضرت عیسیٰ علیہ السلام نہ صرف یہ کہ خدائی کے سہیم وشریک نہیں ہیں بلکہ خود بھی اپنی الوہیت کے دعویٰ کی تردید کرتے ہیں۔

چنانچہ اس قسم کے عقیدہ رکھنے والوں کو قیامت کے دن دھتکار دیں گے۔ اور یہ تو وہ لوگ ہوں گے جنہوں نے آپ کے نام سے منادی کی ہوگی اپنی بزرگی وریاضت کے سبب لوگوں کو کرامتیں دکھائی ہونگی۔ نہ ان کی کرامتیں کام آئیں گی نہ ان کی بزرگی۔ وہ اس غلط عقیدہ کی بنا پر بہشت سے محروم ہوں گے۔ تو وہ عیسائی جو حضرت عیسیٰ کو خدا کہتے ہیں۔ اور وہ کرامتیں بھی نہیں دکھا سکتے تو کیا حشر ہوگا ان کا۔ کاش عیسائی دنیا اس گورکھ دھندے سے باہر نکل کر حق وصواب کی پیروی کرے۔

اُلجھا ہے پاؤں یار کا زلف دراز میں
لو آپ اپنے دام میں صیاد آگیا

وما علینا الا البلاغ۔

نوٹ:۔ یہ مضمون امام المناظر مولانا سید ظہر الدین محمد ابو المنصور (۱۲۹۶ھ) کی کتاب "نوید جاوید" سے ماخوذ و مستفاد ہے۔

اہل کتاب

(از مولانا خلیل الرحمٰن صاحب قمر نعمانی کلیانہ)

مسلمانوں کا وہ سیاسی گروہ جو انگریزوں کو اہل کتاب اور ہندو کو مشرک کہہ کر انگریزوں کے ساتھ مودت و معاونت اور موالات کی دلیل جواز گھڑتا ہے۔ اگر یہ گروہ اپنے ارادوں اور نیتوں میں مخلص ہے تو امید ہے ہمارا یہ مضمون اس کے لئے مزید بصیرت ہوگا۔ مضمون ذیل مطالعہ کرنے کے بعد ادنےٰ عقل و شعور رکھنے والا شخص بھی بخوبی سمجھ سکتا ہے کہ اہل کتاب کا اطلاق کم از کم انگریزوں کی موجودہ نسل پر نہیں ہو سکتا۔ مشرک ہونے میں عیسائی اور ہندو دونوں برابر ہیں۔ پھر تعجب ہے کہ ہندو کو مشرک سمجھنے والے مسلمان انگریزوں کو کیوں نعمت غیر مترقبہ سمجھ کر [illegible] ہم مانتے ہیں کہ ایک کتابی مشرک سے افضل ہے مگر ہم یہ ماننے کے لئے تیار نہیں کہ موجودہ انگریز کتابی ہیں [illegible] ان کے [illegible]

[illegible] نہیں تو تو کہتے ہیں کہ جو مسلمان تو نہ ہوں مگر خدا تعالیٰ کی نازل کردہ کسی دیگر کتاب کے احکامات کی پیروی کرتے ہوں۔ انگریزوں کو اسی لئے تو اہل کتاب کہہ سکتے ہیں کہ وہ انجیل کے احکامات کے پیرو ہیں۔ اور آج کی صحبت میں ہم یہی ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ انگریز انجیل کے احکامات کی پیروی بالکل نہیں کرتے! مثلاً

(۱) ختنہ عیسائیوں کے ہاں شریعت میں داخل ہے (اعمال ۱۲ باب ۱۳) اور یہ اصطباغ کو ختنہ کے قائم مقام ٹھہراتے ہیں، جو کھلم کھلا شریعت کی مخالفت ہے۔

(۲) سود نہ لینا شریعت میں داخل ہے (خروج ۲۲ باب ۲۵۔ احبار ۲۵ باب ۳۶ و ۳۷۔ امثال ۲۸ باب ۸ وغیرہ۔

(۳) سور کا گوشت نہ کھانا شریعت میں داخل ہے۔ (احبار ۱۱ باب ۷)

(۴) عورتوں کو مہر دینا شریعت میں داخل ہے (خروج ۲۲ باب ۱۶۔ پیدائش ۳۴ باب ۱۲)

اس کے علاوہ اور بہت سی باتیں ہیں جو شریعت میں داخل ہیں۔ مگر عیسائی سراسر ان کے خلاف کرتے ہیں۔ چنانچہ شرابی کو انجیل میں جہنمی لکھا ہے (احبار ۱۰ باب ۹) اور عیسائی سکرمنٹ کے دن (کرسمس ڈے) شراب عبادت سمجھ کر پیتے ہیں۔

وقت عبادت جوتا اتارنے کا حکم ہے (خروج ۳ باب ۵۔ اعمال ۷ باب ۳۳) اور یہ بجائے جوتے کے ٹوپی اتارتے ہیں۔ ختنہ کا حکم ہے (پیدائش ۷، باب ۱) اور یہ موئے زیر ناف تک صاف نہیں کرتے، ختنہ تو رہی الگ۔

طاہر ہونے کا حکم ہے (احبار ۱۵ باب ۱۶-۱۹) اور یہ آبدست تک نہیں لیتے۔

کتے کی قیمت تک خدا کے حضور میں ناپاک ہے (استثناء ۲۳ باب ۱۸) انجیل میں تو یہاں تک ہے کہ پاک چیز کا کتے کو چھونا تک منع ہے (متی ۷، باب ۱۶) اور کہ کتے بہشت میں نہ جائیں گے (مکاشفات ۲۲ باب ۱۵) اور یہ عیسائی کتے کو نہ صرف ناپاک ہی نہیں سمجھتے بلکہ اس کے ساتھ کھانے تک میں دریغ نہیں کرتے۔

سؤر کا گوشت چھونا تک منع ہے (احبار ۱۱ باب ۲۶) اور یہ سینکڑوں سؤر ہضم کر جاتے ہیں

کتاب مقدس کو نہایت تکریم سے رکھنے کا حکم ہے۔ (احبار ۲۲ باب ۱۵) اور یہ ذانو تلے اور پاؤں کے پاس رکھتے ہیں۔ لکھے ہوئے ورقوں سے نجاست صاف کرتے ہیں۔

خدا کے نام کی قربانی گلا دابنے کا حکم ہے (احبار ۱ باب) اور یہ ذبح کے وقت بھی خدا کا نام نہیں لیتے۔ خدا کو ایک جاننے کا حکم ہے (خروج ۲۰ باب ۳) اور یہ اس کا شمار نین تک بڑھاتے ہیں۔

ناچ دیکھنے اور گانا سننے کی اجازت نہیں (رومن تفسیر متی ۱۴ باب ۶ صفحہ ۱۱۳) اور یہ خود ناچتے اور گاتے ہیں بلکہ گانا عبادت کا جز بنا رکھا ہے

حضرت عیسٰی علیہ السلام نے اپنے کو خدا کا بندہ اور رسول کہا ہے (مرقس ۶ باب ۴۔ یوحنا ۱۲ باب ۴۹) اور یہ نہ صرف حضرت عیسٰی کو بلکہ خود اپنے آپ کو بھی خدا کا فرزند سمجھتے ہیں

سینچر کو سبت (یوم مقدس) سمجھ کر عبادت کرنے کا حکم ہے (خروج ۲۰ باب ۸ و ۹) اور انہوں نے اتوار کو سبت سمجھ رکھا ہے۔

سود نہ لینے کا حکم ہے (احبار ۲۵ باب ۳۶ و ۳۷) اور یہ اس کے خلاف تجارتی کوٹھیاں قائم کرتے ہیں۔ عدالتوں سے سودی ڈگریاں حاصل کرتے ہیں۔ گویا نہ صرف خود سود لیتے ہیں بلکہ دوسروں کو بھی دلواتے ہیں۔

یہ بینکنگ سسٹم، اور بیمہ کمپنیوں کا جال، آخر یہ سودی کاروبار نہیں تو اور کیا ہے۔

عورت کو مرد کے تابع رہنے کا حکم ہے (اول پطرس ۳ باب ۶) اور ان کے ہاں مرد عورت کا تابع ہے۔

اگر کوئی بھائی کہلاکر حرام کار، یا لالچی، یا بت پرست یا گالی دینے والا یا شرابی، یا ظالم ہو تو اس سے صحبت نہ رکھئے بلکہ ایسے کے ساتھ کھانا تک نہ کھانے کا حکم ہے (کلنتیون ۲ باب ۱۲۔ یوحنا ۴ باب ۹) اور یہ ہر ظالم اور شرابی، حرام کار کے جیگری دوست ہیں۔

غرض عیسائیوں کا کوئی عقیدہ اور کوئی عمل شریعت عیسوی کے مطابق نہیں۔

پھر تعجب ہے ان سادہ لوح مسلمانوں پر جو ان کو اہل کتاب سمجھتے ہیں۔

ہندو اگر بتوں کی پوجا کرنے اور ان کو خدا کا سہیم و شریک سمجھنے کے سبب مشرک ہیں۔ تو عیسائی حضرت عیسٰی علیہ السلام کی الوہیت کا عقیدہ رکھنے کے باوجود مشرک کیسے نہیں ہو سکتے!

صلائے عام ہے یاران نکتہ داں کے لئے

دار العلوم محمدی کو جامعہ کر دیا گیا

دار العلوم محمدی ضلع جھنگ کے یوم تاسیس ۱۰ محرم الحرام موافق ۱۳ دسمبر کو ایک خاص اجلاس میں دار العلوم کے بلند نصب العین اور اہم عزائم کی بنا پر توکل الٰہی اس کا آئندہ نام جامعہ محمدی قرار دیا گیا ہے۔

اور سرکاری طور پر بھی مقامی ڈاک خانہ کا نام "جامعہ محمدی شریف" منظور ہو گیا ہے۔ لہٰذا آئندہ تمام خط و کتابت "جامعہ محمدی شریف" کے نام سے ہونی چاہیئے

(محمد ذاکر عفی عنہ ناظم عمومی ادارہ ہذا)

مرزائی جماعت سے ایک سوال

کیا مرزا صاحب نے مسلمانوں کو اسلام کا صحیح تصوّر دیا؟

(از جناب مولوی سید نذیر الحق صاحب)

اسلام نے مسلمانوں کو قرآن مجید اور فرقان حمید مرحمت فرما کر تاکید و ہدایت کی تھی کہ تم بہترین امت ہو۔ تمہارا کام بنی نوع انسان کی خدمت و خیر خواہی اور قیادت و رہنمائی ہے۔ تم اقوام عالم کے نگران اور امن عالم کے محافظ ہو۔ اپنی جمعیت اور شیرازہ بندی کو قائم رکھو، آپس میں پھوٹ نہ ڈالو۔ امت میں اختلاف برپا نہ کرو۔ اور اپنے تمام افکار و اعمال کو کتاب اللہ کے مطابق بنا لو۔ ساتھ ہی یہ بھی واشگاف طور پر بتلا دیا گیا تھا کہ یہ امت امت واحدہ ہے۔ جس کا خدا ایک، قرآن ایک، نبی ایک، قبلہ ایک اور نصب العین ایک ہے پس دین کو قائم کرو اور اس میں اختلاف نہ کرو۔ قانون الٰہی کی ٹھیک ٹھیک اور پوری پابندی کرو۔ اور دنیا پر چھا جاؤ۔ جب تک مسلمان اس ہدایت پر عمل پیرا رہے۔ اور ایمان و عمل صالح کی صحیح روح کے مالک رہے اس وقت تک دنیا میں قائدانہ مرام اور ارشاد کا کام سے لیکن جب ان کے دل و دماغ بگڑ گئے نیتوں میں فساد آ گیا۔ آخرت سے منہ موڑ کر متاع دنیوی پر مرنے لگے اور جہاد فی سبیل اللہ و رضائے الٰہی کے ولولہ سے ان کے سینے خالی ہو گئے تو انہوں نے خود اپنے ہاتھوں خلافت راشدہ کو کھو دیا۔ اور اس کی جگہ اپنی ملوکیت قائم کر لی نتیجہ یہ ہوا کہ ان کی جمعیت و شیرازہ بندی ٹوٹ گئی اور امت واحدہ ٹکڑے ٹکڑے ہو کر دنیا میں ذلیل و خوار ہو گئی۔

انہوں نے خلافت الٰہیہ سے منہ موڑا۔ دنیا بھر کی غفلتوں، کج بینیوں، غلط اندیشیوں، گمراہیوں، ضلالتوں، خانہ جنگیوں، فتنوں اور بربادیوں کو موقع دیدیا کہ وہ امت مسلمہ کا طرہ امتیاز بن جائیں۔ نوبت باینجا رسید کہ وہ امت جس کو اسلام نے خیر الامم بنا کر دنیا کے سامنے پیش کیا تھا۔ اور جو اقوام عالم میں اپنے اسلامی افکار و اعمال اور ایمانی خصائص و اوصاف کی وجہ سے ممتاز تھی وہ آج دنیا کی دوسری قوموں کی طرح محض ایک قوم بن کر رہ گئی ہے اور اسے اپنا نصب العین بھولے سے بھی یاد نہیں آتا۔

خلافت الٰہیہ سے منہ موڑنے کا انجام و مآل

چاہیئے تو یہ تھا کہ وہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کی روشنی میں پھر سے ایمان و عمل صالح کی صحیح روح حاصل کرتے۔ اپنے فرائض منصبی ادا کرنے کی کوشش کرتے اور ایک امت بنتے مگر انہوں نے اسلام کی طرف رجوع نہیں کیا۔ علمائے حق اور صلحائے امت نے ہر زمانہ، ہر ماحول اور ہر حالت میں ان کو عبدیت الٰہی اور رجوع الی الاسلام کی دعوت دی۔ اور دنیا سے اپنا فرض منصبی ادا کر کے سدھارے۔ مگر مسلمان اپنی جگہ سے نہ ہلے۔ اسلامی فکر و نظر اور اسلامی سیرت

وکردار سے محرومی نے علمائے سوء، پیران ریاکار اور بادشاہوں کو موقع دے دیا کہ وہ مسلمانوں کے دل و دماغ پر قبضہ کر لیں اور مسلمانوں سے بجائے خدا کی اطاعت و بندگی کے اپنی اطاعت و بندگی کرائیں۔ چنانچہ علماء، فقراء اور بادشاہوں کے سہارے سے تمام فتنے اٹھ کھڑے ہوئے۔ پھر کیا تھا فقہی کلامی اور فلسفیانہ بحثوں نے امت واحدہ کے ٹکڑے اڑا دیئے۔ نئے نئے عقیدے بنے، نئے فرقے چلے جھوٹے اور رجانہ ساز نبی، مہدی مصلح اور رہنما پیدا ہوئے۔ کفر و شرک کے فتوے چلنے لگے مسجدیں، خانقاہیں اور مدرسے دنگل اور اکھاڑے بن گئے اور مسلمان آپس میں اس طرح جوتم پیزار ہوئے کہ اپنا سب کچھ کھو دیا۔ انہیں مسلمان بن کر دنیا میں رہنا تو آیا نہیں خیالی دنیا میں جا بسے عقائد کی بحثوں نے ان کو دنیا سے تو کھو دیا۔ عاقبت کی خبر خدا جانے۔ اپنا تخت و تاج تو کھو یا تھا غضب تو یہ ہوا کہ ایمان اور اسلام کا صحیح تصور تک کھو دیا۔

یہ آپس میں لڑتے مرتے رہے۔ اور کفار و مشرکین نے دنیا پر قبضہ کر لیا۔ اور مسلمانوں کی زندگی کا مقصد یہ قرار پایا گیا کہ دنیا میں جو بادشاہ بھی خدائی کرنے اٹھے اسلام کے پیرو اس کی اطاعت و وفاداری کریں اور اپنا پیٹ بھریں۔ پیروان اسلام کفر و شرک کی حکومتوں کو چلائیں ہر نظام تمدن میں بآسانی کھپ جائیں۔ غیر اسلامی تحریک کی حمایت و علمبرداری کریں اور بہ حقیقت ان کی نظروں سے اوجھل ہو جائے کہ اسلام دنیا سے غیر اسلامی نظام کو مٹا کر اپنا عادلانہ، مصلحانہ اور انسانیت نواز پروگرام نافذ کرنا چاہتا ہے۔ امت مسلمہ کا یہی فریضہ ہے کہ وہ ادیان باطلہ کو مٹا کر دین حق کو غالب کرے۔ اور اس راہ میں اپنی جان و مال سے جہاد کرتی رہے۔

اسلام کا بگڑا ہوا تصور اور فرقہ بندی

جب مسلمانوں کی نگاہوں سے اسلام کا یہ تصور اوجھل ہو گیا کہ وہ ایک مکمل نظام حیات اور انقلابی دعوت ہے تو اسلام کا تصور صرف اتنا رہ گیا کہ وہ توحید و رسالت کا اقرار کرا کر فرائض و عبادات، نکاح و طلاق کی تعلیمات اور اخلاقی ہدایات دے کر مسلمانوں کو آزاد چھوڑ دیتا ہے کہ وہ اپنے عقائد و عبادات کو محفوظ رکھتے ہوئے دنیا میں جس طرح چاہیں زندگی بسر کریں۔ جو نظام حکومت بھی ان پر مسلط ہو اس کو خدا کی رحمت کا سایہ اور حاکم وقت کو اولی الامر سمجھیں، کفر کی حکومت میں اسلام کی تبلیغ و اشاعت آزادانہ کریں۔ اللہ کو سجدے کر کر کے اور نبی کو درود پڑھ پڑھ کر راضی رکھیں اور گاڑی حکومت وقت کی کھینچتے رہیں۔ اللہ و رسول کو بھی ناراض نہ کریں۔ اور حاکم وقت کے ابرو پر بھی بل نہ آنے دیں۔ اگر حاکم وقت کا اشارہ ہو تو ممالک اسلامیہ کو اپنی قوت بازو سے فتح کر کے ان کے قدموں میں ڈال دیں۔

جہاد کا مفہوم صرف اتنا رہ گیا ہے کہ زبان اور قلم سے اسلام کی تبلیغ و اشاعت کی جائے اور گویا مسلمانوں نے بادشاہوں کے نام اعلان کر دیا کہ ہمارا مذہب بالکل بے ضرر ہے۔ آپ اسلام سے کوئی خوف نہ کریں اور آرام و اطمینان سے حکومت کرتے رہیں۔ ہم نظام حکومت میں کوئی انقلاب برپا کرنا نہیں چاہتے نہ کسی نظام تمدن میں کوئی ترمیم و تنسیخ چاہتے ہیں اقتدار کسی کا بھی ہو اس سے ہمیں کوئی بحث نہیں، ہر اقتدار کے

ماتحت پر امن باشندوں کی حیثیت سے رہنا ہمارا مسلک ہے بشرطیکہ وہ ہمیں نماز روزہ و تبلیغ اسلام کی آزادی دیدے اور حکومت وقت کی وفاداری ہمارا دین و ایمان ہے۔

جب مسلمان یوں کفر و شرک کی حکومتوں کے خادم اور خیرخواہ بن گئے۔ اور غیر اسلامی نظاموں کے ماتحت آرام کی زندگی بسر کرنے لگے تو علمائے سوء اور پیران ریاکار عقیدتمندوں کی بحثوں کے لئے فارغ ہو گئے اور خدمت دین یوں ہونے لگی کہ اسلام کے نام پر شرک و بدعت کی گرم بازاری کر دی۔ خود ساختہ عقائد و اعمال کی بنیاد پر الگ فرقے بن گئے قرآن و حدیث سے ہر مدعی علم نے جو کچھ سمجھا اسی کا نام اسلام رکھدیا۔ ہر شخص مجتہد بن گیا۔ خود نہیں بدلے اسلام کو بدلتے چلے گئے جو ناجی ہے اور دوسروں کو ناری بنا دیا۔ غرض یہ کہ مسلمانوں میں جتنے بھی نئے عقیدے پیدا ہوئے جتنی بھی گمراہیاں پھیلیں، جتنے فتنے بھی اٹھے، جتنے مدعی بھی کھڑے ہوئے اور جتنے کفر کے فتوے بھی چلے سب کی بنیاد اسلام کے بگڑے ہوئے تصور پر تھی اور اسی بگڑے ہوئے تصور پر قادیانی نبوت نے جنم لیا۔

مرزا صاحب اسلام کے صحیح تصور سے نا آشنا تھے

میرا دعویٰ ہے کہ مرزا صاحب نے سرے سے یہ بھی نہیں سمجھا کہ فی الواقع اسلام کا مشن اس دنیا میں ہے کیا؟ انہیں یہ بھی معلوم نہ تھا کہ نبی دنیا میں کیوں آتے ہیں اور وہ ہدایت اور دین حق کیا ہے جسکو لے کر نبی آخر الزمان صلے اللہ علیہ وسلم اس دنیا میں آئے؟ اور دین حق کو ادیان باطلہ پر غالب کرنے کا پیغمبرانہ طریقہ کیا ہے؟ باوجود اس لاعلمی و بے خبری کے دعوے انہوں نے ہزاروں کر ڈالے۔

حیرانی اور تعجب ہے کہ انہوں نے اسلام کی اصل دعوت کو سمجھے اور سمجھائے بغیر کس بل بوتے پر پیغمبر اور مجدد ہونے تک کا دعویٰ کر دیا۔ آخر وہ دین کی کونسی حقیقت ہے جسکو انہوں نے اجاگر کیا؟ وہ کونسا ایمان اور عمل صالح ہے جس کی طرف انہوں نے مسلمانوں کو دعوت دی؟ اور وہ اسلامی سیرت و کردار کہاں ہے جو انہوں نے اپنے متبعین میں پیدا کیا؟

ان بیکار اور لاحاصل بحثوں سے کیا حاصل کہ آنے والے مسیح سے کیا مقصود ہے؟ ابن مریم مر گیا یا زندہ ہے؟ اور نبوت کا سلسلہ جاری ہے یا بند ہو گیا؟ اگر مرزا صاحب کی تحقیق کے مطابق ان عقائد کو اسی طرح مان لیا جائے جس طرح وہ مسلمانوں سے منوانا چاہتے ہیں تو اس سے مسلمانوں کی زندگی میں کونسا تغیر و انقلاب پیدا ہوتا ہے۔ دین حق کے غلبہ اور دین باطل کی شکست کی کونسی راہ کھلتی ہے۔ اور طاغوتی نظام کا کیا بگڑتا ہے؟ جبکہ ان کو نبی یا مجدد مان کر ان کے پیرو بدستور نظام باطل کے قیام و استحکام کا ذریعہ بنے رہیں۔

سوال صرف یہ ہے کہ کیا مرزا صاحب نے مسلمانوں کو اسلام کا صحیح انقلابی تصور دیا؟ کیا انہوں نے مسلمانوں کو قرآن و حدیث کی روشنی میں بتلایا کہ اسلام دنیا سے ہر ظالمانہ و مفسدانہ نظام کو مٹا کر اپنا نظام قائم کرنا چاہتا ہے تاکہ دنیا میں انسانیت کا بول بالا اور ظلم و فساد کا منہ کالا ہو۔ اور اس کا پیغمبرانہ طریقہ یہ ہے

اگر اسلام یہ نہیں چاہتا کہ دنیا سے انسان کی حاکمیت اور قانون سازی مٹے اور اللہ کی حکومت قائم ہو۔ تو پھر بتلایا جائے کہ اسلام سیاسی و تمدنی امور میں کیا چاہتا ہے؟

اگر اہل قلم مرزائی حضرات میں سے کسی صاحب فہم و فکر بھائی نے مرزا صاحب کی تحریروں سے یہ ثابت کر دیا۔ اور کہ انہوں نے مسلمانوں کو اسلام کا صحیح تصور دیا اور کائنات انسانی کے سامنے وہی دعوت رکھی جو انبیاء علیہم السلام دیتے آئے تو میں بڑی خوشدلی کے ساتھ اپنا یہ دعویٰ واپس لے لوں گا کہ مرزا صاحب سرے سے اسلام کی انقلابی دعوت ہی سے ناآشنا تھے۔ نہ صرف یہ کہ میں یہ دعویٰ واپس لے لوں گا بلکہ پھر ٹھنڈے دل سے دیکھوں گا کہ انہوں نے احیاء اسلام کے لئے کیا کیا؟ اور اپنے متبعین کو کونسی پاکیزہ و بلند اسلامی زندگی بخشی!

ختم نبوت و اجراء نبوت اور حیات و وفات مسیح بعد کی چیزیں ہیں ان کی حقیقت اہل علم حضرات کی نگاہوں سے اوجھل نہیں بشرطیکہ وہ فہم قرآن کے اہل ہوں لہٰذا میں ان بحثوں میں اُلجھنا نہیں چاہتا۔ ہمارے علماء نے ان حقائق کو بے نقاب کر کے دنیا کے سامنے رکھ دیا ہے۔ تعصب اور ہٹ دھرمی کا کوئی علاج نہیں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اسلام کے صحیح فہم و عمل کی توفیق عطا فرمائیں۔

———

حضرت حسن بصریؒ کے حکیمانہ اقوال

(۱) دلوں کے بدلنے سے اصلاح ممکن ہے نہ کہ جور و ظلم سے

(۲) اللہ توبہ کے ذریعے حالت کو بدلتا ہے نہ کہ تلوار کے زور سے

(۳) اہل ہوس کی صحبت سے بچو۔ نہ ان سے مناظرہ کرو نہ ان کی گفتگو سنو۔

(۴) پرہیزگاری کی اولین شرط یہ ہے کہ جب انسان گھر سے نکلے تو جس پر نظر پڑے اُسے اپنے سے بہتر سمجھے۔

(۵) کسی ایک آدمی کی دشمنی کے بدلے ہزار آدمی کی دوستی بھی مت خریدو۔

(۶) دنیا تمہاری سواری ہے۔ وہ تمہاری سواری ہے۔ تمہیں سوار کرے گی۔ لیکن اگر وہ تم پر سوار ہو گئی تو تمہیں برباد کر ڈالے گی۔"

(۷) ایک اعرابی نے آکر صبر کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا صبر کی دو قسمیں ہیں ایک مصائب پر صبر کرنا دوسرے جن چیزوں سے اللہ نے روکا ہے ان سے باز رہنا"
پھر آپ نے دونوں قسمیں تشریح کی سمجھائیں۔ اعرابی آپ کی گفتگو سے متاثر ہوا اور کہنے لگا میں نے آپ سے زیادہ زاہد کسی کو نہیں دیکھا اس پر آپ نے فرمایا:-
سنو مصیبتوں پر یا اللہ کی منع کی ہوئی [illegible] صبر کرنا دوزخ کی آگ سے بچنے کے لئے ہے [illegible] دنیا میں میرا زہد بھی [illegible] عین طلبگاری ہے۔ پس حقیقی صبر و زہد [illegible] بلند ہو کر حاصل ہو [illegible] سے فائدہ اٹھانے کے لئے [illegible] سمجھی جائے گی۔

ردّ رفض

امامت اور اختلاف

(از مولانا محمد حسین صاحب شوق پھیلانوی)

اہل تشیع کے نزدیک باقی مسائل سے قطع نظر مسئلہ امامت
جس قدر اہم ہے شاید کوئی دوسرا مسئلہ ہو. اور جس قدر
اہم ہے اسی قدر مختلف فیہ اور اختلاف کا یہ کریہہ منظر جو
مسئلہ مذکور کے معتقدین کے ہاں دکھائی دیتا ہے دنیا کے کسی
دوسرے مذہب کے اصولی مسائل میں موجود نہیں فرقہ مذکورہ
کا اجماعی عقیدہ ہے کہ امامت ایسے مصالح عامہ میں سے نہیں
کہ اس کا تقرر اور تعین عام امت مسلمہ کے اختیار میں ہو بلکہ
امامت دین کا ایک رکن رکین ہے. اور اسلام کے اساسی امور
میں سے ایک ہے. نبی پر لازم ہے کہ امام مقرر کرنے میں غفلت
سے کام نہ لے اور امام کا تقرر اپنی زندگی میں خود کر جائے
بلکہ امام من جانب اللہ منصوص ہوتا ہے. یعنی امام کا تقرر خود
خدا تعالیٰ پر واجب ہے. اور ایسا شخص امام مقرر ہو سکتا ہے
جو کبائر اور صغائر سے انبیا علیہم السلام کی طرح معصوم ہو.
امام عام ہے ظاہر ہو یا مخفی خواہ وہ اختفاء لوگوں کے خوف سے
کیوں نہ ہو. اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بلافصل سیدنا
حضرت علی کرم اللہ وجہہ ہیں. اور سیدنا حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ
بطور غصب تغلب اور حیلہ سے امیر بن گئے تھے. یہ عقائد شیعہ کے
تمام فرقوں کے نزدیک مجمع علیہ ہے. گو حضرت علی کرم اللہ وجہہ
کے بعد تعین امامت میں اہل تشیع کے فرقے آپس میں شدید
قسم کا اختلاف رکھتے ہیں. مقالہ حاضرہ میں عنوان مذکورۃ الصدر
میں جو چند گذارشات بدیۂ ناظرین کی گئی ہیں اُن کے ضمن میں
مندرجہ ذیل امور پر نہایت مختصر طریقہ سے تبصرہ کیا گیا ہے.

واللہ ولی التوفیق وہو خیر الرفیق.
(۱) امامت اور خلافت ایک چیز ہے یا علیحدہ علیحدہ (۲)
امامت اصول دین میں سے ہے یا نہ (۳) کیا امامت منصوص
ہوتی ہے اور امام کے لئے معصوم ہونا شرط ہے یا نہ (۴)
خلافت منصوبہ من جانب اللہ میں اختلاف کا نمونہ (۵) امت
مسلمہ کے لئے کونسا اختلاف رحمت ہے اور کونسا باعث
عذاب ہے.

امام کسے کہتے ہیں | قرآن کریم میں لفظ امام بمعنے نبی پیشوا.
رئیس. اور کتاب وغیرہ وغیرہ کے استعمال فرمایا گیا ہے. اور
کتب لغت سے بھی ایسا ہی معلوم ہوتا ہے. چنانچہ قاموس جلد ۳
صفحہ ۵۹ میں ہے. الامام ما ائتم بہ من رئیس او غیرہ یعنی امام وہ ہے
جس کے حکم کی اطاعت کی جائے وہ بادشاہ ہو یا رئیس وغیرہ.
نہج البلاغۃ[1] جلد ۲ صفحہ ۸ میں سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے
ہیں. انما الشوریٰ للمهاجرین والانصار فان اجتمعوا علیٰ
رجل وسموہ اماما کان ذلک للہ رضیً شوریٰ مہاجرین
اور انصار کا حق ہے. پس جس شخص پر وہ اتفاق کریں اور اس

---

[1] نہج البلاغۃ اور احتجاج طبرسی کے حوالے اکثر تحفہ اثنا عشریہ اور
ابو الائمہ کی تعلیم مصنفہ مولوی عبد الشکور صاحب لکھنوی سے نقل
کئے گئے ہیں. لہٰذا ان کی صحت کے لئے ان ہر دو اشخاص کا نام
لے دینا ہی کافی ہے. یعنی لفظوں میں نسخوں کے اختلاف کی وجہ
سے اختلاف ہو جاتا ہے جس سے سمجھدار آدمی صحیح لفظ کا اندازہ
خود بخود کر لیتا ہے.

کو اپنا امام مقرر کرلیں۔ اسی میں اللہ تعالیٰ کی رضامندی ہے لغات عرب اور حضرت علی شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس فرمان سے بالکل واضح طور پر معلوم ہوا ہے کہ لفظ امام متعارف طور پر بغیر قرینہ خلیفہ کے معنی میں مستعمل ہوتا رہتا ہے جیسا کہ حدیث الائمۃ من القریش سے ظاہر ہے۔ قرآن کریم میں جہاں لفظ امام بمعنے پیشوائے دین، مرشد اور ہادی کے مستعمل ہوا ہے وہاں تصرف فی الارض تمکن غلبہ اور شوکت وغیرہ کا ذکر نہیں کیا گیا۔ قولہ تعالیٰ وجعلناھم ائمۃ یھدون بامرنا واجعلنا للمتقین اماما۔ اور جہاں خلافت ملوکیت وغیرہ کا تذکرہ ہے وہاں نفاذ حکم اور تصرف فی الارض کا ذکر ساتھ فرمایا گیا ہے جو تمکن اور ریاست عامہ پر دال ہے قولہ تعالیٰ نرید ان نجعلھم ائمۃ ونجعلھم الوارثین۔ وجعلکم ملوکا۔ وھو الذی جعلکم خلائف فی الارض الآیۃ تو گویا امام اور خلیفہ میں عموم خصوص مطلق کی نسبت ہے جو خلیفہ ہو وہ امام ضرور ہوگا جو امام ہے (لغوی ہو یا عرفی) ضروری نہیں کہ خلیفہ ہو۔ آپ کے مبارک الفاظ سے یہ بھی صراحۃً واضح ہوگیا کہ امامت کے لئے اہل الرائے کا مشورہ اور اجماع لازم ہے جس پر وہ اتفاق کرلیں وہ امام یعنی خلیفہ ہے۔ اور جس کو مسلمان پسند کریں اللہ تعالیٰ بھی اس کو پسند فرماتا ہے یوید ما رأہ المؤمنون حسنا فھو عند اللہ حسن حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ہجوں قسم الفاظ کے جواب میں شیعہ حضرات اکثر اوقات ٹانک دیا کرتے ہیں کہ یہ دلیل الزامی ہے جو مسلمات خصم میں سے تھی۔ اس لئے آپ نے اس سے استدلال فرمایا۔ لیکن اس کلام کا ہر لفظ پکار پکار کر کہہ رہا ہے کہ یہ تحقیقی دلیل ہے اور اپنی خلافت کی حقیقت کی اثبات کے لئے فرمائی گئی ہے سیاق و سباق سے چشم پوشی کرلینے کے بعد امام معصوم کی کلام کو بلا ضرورت کذب پر حمل کرنا کتنی بڑی جرأت ہے کیونکہ الزام کے لئے تو فقط بیعت کا ذکر کافی تھا۔ پھر خدا تعالیٰ پر بھی بہتان طرازی کہ اللہ تعالیٰ بھی اس بات پر راضی ہیں۔ معاذ اللہ معاذ اللہ علاوہ ازیں دلیل الزامی کے لئے مسلمات خصم کا ذکر ضروری ہوتا ہے۔ اور فقط مہاجرین اور انصار کا اجماع امیر معاویہ رضی کے نزدیک صحت امامت کے لئے کب مسلم امر تھا۔ ان کے نزدیک تو مسلمانوں کی جماعت خواہ وہ شامی ہو یا عراقی ایسے شخص کو امام منتخب کرلے جو حکومت اور انتظام کی اہلیت رکھتا ہو کافی ہے سے

بہت شور سنتے تھے پہلو میں دل کا
جو چیرا تو اک قطرۂ خون نہ نکلا

کیا امامت اصول دین میں سے ہے

قرآن کریم اور احادیث نبوی علیہ التحیۃ والتسلیم میں جہاں بھی اصول دین بیان فرمائے گئے ہیں وہاں کسی جگہ بھی دلالۃً یا اشارۃً امامت کا ذکر نہیں فرمایا گیا۔ لیکن شیعہ حضرات کے نزدیک امامت اساس اسلام ہے بلکہ چار بناؤں سے افضل ہے۔ ملاحظہ ہو اصول کافی ص ۳۶۸ عن ابی جعفر علیہ السلام قال بنی الاسلام علی خمسۃ اشیاء علی الصلوٰۃ والزکوٰۃ والحج والصوم والولایۃ قال زرارۃ وای شیٔ من ذالک افضل فقال الولایۃ افضل ابی جعفر علیہ السلام یعنی امام محمد باقرؒ نے کہا اسلام کی بنا پانچ ہیں۔ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ اور ولایۃ (امامۃ) زرارہ نے سوال کیا کہ ان میں سے کونسی چیز افضل ہے۔ تو آپ نے فرمایا امامت افضل ہے لیکن عام طور پر مشہور یہ ہے۔ کہ شیعہ کے نزدیک اصول دین چار ہیں۔ توحید عدالت۔ نبوت امامت۔ اور حضرت ائمہ علی الاعلان فرماتے ہیں کہ امامت سب سے موکد ہے۔ اور تعجب ہے کہ قرآن و حدیث میں ایسی مؤکد

بانے اسلام کا نہیں ذکر تک نہیں اب اور سنیئے اخبار طبری
۱۴۲ میں ہے کہ ایک روز امیر معاویہؓ کے دربار میں اہل علم کا
... حضرات حسینؓ عبداللہ ابن عباس اور ان
کے بھائی فضل عمر بن ام سلمہ اور اسامہ موجود تھے حضرت
امام حسن مجتبیٰ علیہ و علی آبائہ السلام نے فرمایا "میں ایک
بات کہوں گا جس کے سننے اور سمجھنے کی (اے معاویہ) تم اہلیت
نہیں رکھتے لیکن میں اس لئے کہوں گا تا کہ اس کو یہ میرے
خاندانی بھائی جو میرے ادرگرد بیٹھے ہوئے ہیں سن لیں تحقیق
مسلمانوں کا دین کی باتوں پر اتفاق ہے اور ان باتوں کے
متعلق ان میں کوئی اختلاف اور جھگڑا اور فرقہ بندی نہیں
انہیں میں سے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا کلمہ اور پانچ وقت
کی نمازیں اور زکوٰۃ ہے اور رمضان کے مہینے کا روزہ اور
بیت اللہ شریف کا حج کرنا ہے۔ ان کے علاوہ اور بھی متفق
علیہ چیزیں ہیں جن کا شمار اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں کر سکتا
جیسے مسلمانوں کا چوری۔ زنا۔ جھوٹ۔ قطع رحمی خیانت اور
بہت سے گناہوں کے حرام ہونے پر اتفاق ہے جن کا شمار
اللہ تعالیٰ کے بغیر کوئی نہیں کر سکتا مسلمانوں کا اختلاف اگر
ہے تو چند سنتوں کے متعلق ہے جن میں وہ لڑائی کر کے فرقے
بن گئے ہیں اور آپس میں ایک دوسرے کو لعنت کرتے
ہیں اور یہ باہم الاختلاف مسئلہ امامت ہے ایک دوسرے
سے تبرا کرتے ہیں اور ایک دوسرے کو قتل کرتے ہیں
ہر ایک کہتا ہے کہ ہم اس کے زیادہ حقدار ہیں سوا ایک فرقے
کے جو کتاب اللہ اور سنت نبوی کا متبع ہے۔ پس جو شخص
ان باتوں پر عمل کرے جن میں تمام اہل قبلہ کا اتفاق ہے
اور کسی کا اختلاف نہیں۔ اور جن باتوں میں اہل قبلہ کا اتفاق
ہے ان کا علم اللہ تعالیٰ کے حوالے کر دے تو ایسا شخص دوزخ
سے نجات پا جائے گا۔ اور جنت میں داخل ہوگا" انہیں خیالات
کی وجہ سے تمام شیعہ حضرت امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام سے
ناخوش ہیں اور زندگی بھر آپ کو طرح طرح کی اذیتیں پہنچائیں
آپ کا خیمہ جلا دیا سامان لوٹ لیا حتیٰ کہ امام کے نیچے کے
مصلے بھی چھین لئے گئے۔ آپ کے تذکار مقدس کے لئے شیعہ
حضرات کوئی مجلس قائم نہیں کرتے۔ آپ کی اولاد امامت کے
فخر سے بالکلیہ محروم ہے بلکہ امام برحق کی باغی اور جہنمی قرار
دی گئی حتیٰ کہ امام مہدی بھی آپ کی اولاد سے قرار نہیں دیئے
گئے۔ معلوم نہیں خود حضرت امام پاک کو کیوں ان خطابات
سے علیحدہ رکھا گیا ہے۔ ہم کیا جانیں ع

رموز مملکت خویش خسرواں دانند

ان اسرار و غوامض کو کچھ محب ہی جان سکتے ہیں۔ اب آپ
غور فرما کر ارشاد فرمایئے کہ ہم کس کی بات کو سچا سمجھیں ؎

معشوق ما بشیوہ ہر کس برابر است
با ما شراب خورد و بزاہد نماز کرد

کیا امامت منصوص ہے؟ جب امام کا تقرر لوگوں کے
دینی اور دنیاوی مصالح کے لئے ہوتا ہے۔ اور خصوصاً اس لئے
کہ وہ احکام خداوندی میں لوگوں کو سستی نہ کرنے دے تو
اس کا تقرر بھی انہیں لوگوں پر واجب ہونا چاہیئے اگر وہ خود
قرآن اور شریعت کی طرح امر شرعی من جانب اللہ ہو تو باقی
احکام کی طرح اس میں بھی تنور کا خطرہ لاحق ہو جائے گا۔
اور آیات الٰہی وجعلناهم ائمۃ و نرید ان نجعلهم ائمۃ و نجعلهم
الوارثین وغیرہ جو بنی اسرائیل کے بعض فرقوں کے لئے ارشاد
فرمائی گئی ہیں۔ ان میں سے کسی کے لئے بھی علیحدہ نص موجود
نہیں حضرت علیؓ نہج البلاغۃ جلد اول ص ۳۲۳ میں فرماتے
ہیں۔ ایھا الناس ان احق الناس بھذا الامر اقواھم علیہ

واعلمھم بامر اللہ فان شغب شاغب استعتب فان ابی قوتل ولعمری لئن کانت الامامۃ لا تنعقد حتی تحضرھا عامۃ الناس فما الی ذلک من سبیل لکن اھلھا یحکمون علی من غاب عنھا ثم لیس للشاھد ان یرجع ولا للغائب ان یختار (ترجمہ) اے لوگو خلافت کا سب سے زیادہ حق دار وہ شخص ہے جو سب سے زیادہ اس پر قابو رکھنے والا ہو۔ اور اللہ تعالیٰ کے حکم کو اس کے متعلق جاننے والا ہو پھر اگر جھگڑنے والا جھگڑے تو اس کو سمجھایا جائے نہ سمجھے تو قتال کیا جائے اور قسم ہے اپنی جان کے مالک کی اگر امامت بغیر اس کے منعقد نہ ہو سکے کہ تمام لوگ بیعت کریں تو اس کا کوئی ذریعہ نہیں بلکہ جو لوگ اس کام کے اہل ہیں وہ غائبین پر حکم لگا دیں گے پھر نہ حاضر کو اختیار ہے کہ اس سے رجوع کرے۔ اور غائب کو اختیار ہے کہ کسی اور کو منتخب کرے الخ

تو فرمایئے کہ امامت اگر منصوص چیز تھی تو پھر ان اوصاف کا وجود من حیث الشرط ذکر کرنا کوئی معنے نہیں رکھتا اور جس شخص میں یہ اوصاف جمع ہوں تم لوگوں کو چاہیئے کہ اسے خلیفہ منتخب کریں چونکہ انعقاد امامت کے لئے تمام لوگوں کا جمع کرنا خواہ وہ غائب ہوں یا حاضر ضروری نہیں بلکہ محال عادی ہے۔ لہٰذا اہل الرائے اور اصحاب حل وعقد کا اجماع کافی ہوگا۔ حضرت علیؓ کے اس فرمان نے صراحۃً اہلسنت کی تائید کی ہے کہ امامت منصوص نہیں بلکہ اجماعی چیز ہے۔ اور سنئے نہج البلاغۃ جلد اول ص۸۰ میں ہے انہ لا بد من امیر بر او فاجر یعمل فی امرتہ المومن ویستمتع فیھا الکافر ویبلغ فیھا الاجل ویقاتل بہ العدو وتامن بہ السبیل ویوخذ للضعیف من القوی حتی یستریح بر ویستراح من فاجر (ترجمہ) لوگوں کے لئے امیر یعنی خلیفہ ضروری ہے خواہ نیک ہو یا برا کہ مومن اس کے عہد میں کام کر سکے۔ اور کافر بھی دنیاوی فائدہ اٹھا سکے اور اپنی مقرر کردہ مدت کو پہنچ سکے۔ اور دشمنوں سے جنگ کی جا سکے۔ راستے پر امن ہوں طاقتور سے کمزور کا بدلہ لیا جا سکے یہاں تک کہ نیکوکار آرام پائے اور بدکار سے نجات حاصل ہو۔ ان الفاظ میں حضرتؓ نے امامت اور خلافت کے مقاصد بیان فرمانے کے علاوہ تصریح فرما دی ہے کہ ضروریات مذکورہ کو پورا کرنے کے لئے ایسے شخص کا انتخاب مسلمانوں پر ضروری ہے جو ان امور کے سرانجام دینے کی اہلیت رکھتا ہو خواہ نیک ہو یا برا۔ اب امام کا تقرر من جانب اللہ ہونا یا امام کا انبیاء کی طرح معصوم ہونا یا اس میں لازمی طور پر مافوق البشر امور کا وجود بالکل غلط اور مدعی سست اور گواہ چست کا مصداق ہے۔ بلکہ حضرت امیر علیہ السلام نے اکثر ایسے خطبات میں صراحۃً فرما دیا ہے کہ میں اپنے لئے عصمت اور من جانب اللہ ہونے کا مدعی نہیں ہوں۔ نہج البلاغۃ جلد اول ص۲۶۵

اللھم انک تعلم انہ لم یکن الذی کان منا منافسۃ فی سلطان ولا التماس شئ من فضول الحطام ولکن لنرد المعالم من دینک ونظھر الاصلاح فی بلادک فیامن المظلومون من عبادک وتقام المعطلۃ من حدودک الٰہی تحقیق تو جانتا ہے کہ جو کام ہم سے ہوا یعنی خلافت کی طلب یا قبول کرنا یہ بادشاہت کی خواہش یا فضول حطام دنیا کی تلاش میں نہ تھا بلکہ اس لئے تھا کہ ہم تیرے دین کے معالم کو حاصل کریں اور تیرے شہروں میں اصلاح کریں۔ تاکہ تیرے مظلوم بندے امن میں ہو جائیں اور تیرے

موقوف شدہ حد و دقائم ہوں۔ ان الفاظ سے واضح طور پر معلوم ہو رہا ہے کہ خلافت منصوص نہ تھی۔ ورنہ بصورت نص قبول یا عدم قبول اور اصلاح نیت وغیرہ کا ذکر بالکل لغو ہے۔ اسی طرح ۲۴۵ پر فرماتے ہیں۔ واللہ ما کانت لی فی الخلافۃ رغبۃ ولا فی الولایۃ اربۃ ولکنکم دعوتمونی الیھا وحملتمونی علیھا اھ اللہ کی قسم مجھے نہ خلافت کی کی رغبت تھی نہ حکومت کی حاجت بلکہ تم لوگوں نے مجھے خلافت کی طرف دعوت دی اور اس پر برانگیختہ کیا۔ معلوم ہوا کہ آپ نے خلافت مہاجرین اور انصار کے شوریٰ اور اہل الرای مسلمانوں کے اصرار سے قبول فرمائی تھی۔ اگر اصول دین میں سے تھی تو پھر لا فی الولایۃ اربۃ کہنے کا یہ مطلب ہوتا ہے کہ ہمیں ارکان دین کی رغبت اور ضرورت نہیں۔ پس قسم ہر قابل افسوس تخیل ہے۔ عامی آدمی سے بھی ایسے الفاظ کا صدور حرام ہے چہ جائیکہ امام الائمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زبان پاک سے ؎

من از بیگانگاں ہرگز نہ نالم
کہ با من ہرچہ کرد آں آشنا کرد

ایک بڑی بات یہ ہے کہ خلافت اور امامت کیلئے اگر نص ضروری ہے تو وہ نص یا قرآن میں موجود ہونی چاہیئے یا حدیث میں۔ اور یہ دونوں موجود ہیں لیکن نص ندارد ہے۔ اگر بالفرض کوئی آیت یا حدیث حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی امامت بلا فصل پر نص ہے تو پھر وہ یا متواتر ہوگی یا خبر احاد۔ عقائد میں خبر احاد کا اعتبار نہیں۔ اور متواتر مفقود ہے۔ ورنہ کم از کم اہل بیت کرام یا خود حضرت علی شیر خدا رضی اللہ عنہ تو اسے جانتے اور پیش فرماتے۔ حالانکہ ہر دو سے اس بات کا انکار مروی ہے کما مر انفا بالفرض اگر نص متواتر موجود تھی تو پھر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے لوگوں تک اسے پہنچایا یا نہ۔ اگر پہنچایا ہے تو پھر لوگوں نے ضرورت اظہار کے وقت اسے پوشیدہ رکھا یا ظاہر کیا ظاہر ہے کہ ظاہر تو نہیں کیا تو پھر بوقت حاجت اظہار نص کو پوشیدہ رکھنے سے احکام خداوندی سے امان بالکل اٹھ جاتی ہے۔ اور اخبار متواتر میں بھی جھوٹ کو راہ مل سکتی ہے۔ اور اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس نص متواتر کو لوگوں تک نہیں پہنچایا تو پھر وہ نص مکلفین پر حجت نہ ہونے کے علاوہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چاند سے سفید دامن پر ترک تبلیغ کا بدنما داغ آنا لازم ہے وہو باطل و علاوہ ازیں اگر نص موجود ہو تو ہر امام کے حق میں ہوتی اور وجود نص کی صورت میں ائمہ اطہار رضوان اللہ علیہم اجمعین اور ان کے متبعین میں تعین اور تشخص اور امامت میں اس قدر شدید اختلاف نہ ہوتا۔ ملاحظہ ہو مقدمہ ابن خلدون ص۳۴۹ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خلافت بلا فصل کے متعلق شیعوں کے دو گروہ ہیں ایک گروہ دوسرے صحابہ کو غاصب سمجھتا ہے اور ان کی شان میں قدح کرتا ہے یہ غلاۃ کہلاتے ہیں۔ وہ ہمارے اور شیعوں کے نزدیک مردود ہیں۔ اس لئے ان کا ذکر لاطائل اور فضول ہے شیعوں کے دوسرے گروہ کا عقیدہ ہے کہ حضرت علی کا امامت کے لئے تعین احادیث منقولہ میں بہ صفات مختصہ آنجناب ہے نہ تشخص چونکہ اوصاف مذکورہ کے مصداق و اطلاق میں لوگوں کو دھوکا ہوا اور وہ حقیقت حال کو نہیں سمجھ سکے۔ اس لئے وہ معذور ہیں۔ یہ لوگ زیدیہ کہلاتے ہیں۔ شیخین کے حق میں تبرا اور ان کی امامت میں قدح نہیں کرتے اور ساتھ ہی علی کی افضلیت کے قائل ہیں۔ ان کے نزدیک مفضول

امامت افضل کی موجودگی میں جائز ہے۔

یہ گفتگو اور اختلاف تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی ذات بابرکات کے متعلق ہے۔ اس سے آگے بڑھ کر تعین امامت میں پھر اختلاف ہے۔ ایک گروہ کا مذہب ہے کہ امامت صرف اولاد فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا حق ہے جو یکے بعد دیگرے امام ہوئے۔ یہ امامیہ کہلاتے ہیں۔ دوسرے گروہ کا خیال ہے کہ امامت اولاد فاطمہ کا حق ہے لیکن نہ بذریعہ نصوص بلکہ باختیار شیوخ یعنی شیوخ جسکو امام مقرر کر دیں ان کے نزدیک شرط ہے کہ امام عالم زاہد جواد شجاع ہو اور اپنی امامت کا مدعی ہو۔ یہ لوگ زید بن علی حسین الشہیدؓ کی طرف منسوب ہیں چونکہ زیدیہ امامت شیخین کے قائل ہیں اور تبرا جائز نہیں سمجھتے اس لیئے امامیہ نے حضرت زیدؓ کی پیروی کو ترک کر دیا۔ اور آپ کے منصب امامت کے منکر ہو گئے۔ اسی وجہ سے یہ فرقہ روافض کے نام سے موسوم ہوا۔ تیسرے گروہ کا عقیدہ ہے کہ حضرت امامین شریفین کے بعد امامت اُن کے بھائی محمد ابن حنفیہ کو ملی اور پھر ان کے بعد ان کی اولاد میں منتقل ہوئی۔ یہ فرقہ کیسان غلام محمد بن حنفیہ کی طرف منسوب ہونے کی وجہ سے کیسانیہ کہلاتا ہے۔

شیعوں کا ایک اور گروہ قابل ذکر ہے جو ائمہ کی الوہیت کے قائل ہیں۔ اور پھر گھر میں یہ لوگ دو قسم پر منقسم ہیں ایک وہ ہیں جو ائمہ کو صفات الوہیت سے متصف سمجھتے ہیں دوسرے وہ ہیں جو حلول کے قائل ہیں۔ ان کا عقیدہ اور عیسائیوں کا عقیدہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق ملتا جلتا ہے جب حضرت علی کو معلوم ہوا کہ بعض لوگ میری خدائی کے قائل ہیں تو آپ نے انہیں آگ میں جلوا دیا۔ اور جب حضرت محمد بن حنفیہ کو ابن ابی عبیدہ کا حال معلوم ہوا کہ وہ مجھے ایسا ہی سمجھتا ہے تو سخت برافروختہ ہوئے اور اس پر لعنت کی۔ اور برأت کا اظہار کیا۔ اسی طرح جب حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو معلوم ہوا کہ لوگ میرے متعلق بھی الوہیت کا عقیدہ رکھتے ہیں تو آپ نے ان پر لعنت فرمائی۔

شیعوں کے ایک گروہ کا خیال ہے کہ کسی امام کا کمال غیر امام کو نہیں ملتا جب کسی امام کی وفات ہوتی ہے تو اس کی روح دوسرے امام کی طرف منتقل ہو جاتی ہے تاکہ اس میں بھی بعینہٖ وہی کمال پایا جائے۔ گویا یہ لوگ تناسخ کے قائل ہیں۔

انہیں میں سے ایک فرقہ واقفیہ کہلاتا ہے جو فقط ایک کو امام مانتا ہے اور کہتا ہے کہ دوسرے کو امامت مل ہی نہیں سکتی۔ پھر ان میں سے بعض لوگوں کا عقیدہ ہے کہ وہ امام زندہ ہے لیکن خضر علیہ السلام کی طرح لوگوں کی نظروں سے غائب ہے اسی طرح حضرت علی کے متعلق بھی بعض دوام حیات کے قائل ہیں اور کہتے ہیں کہ آپ بادلوں میں موجود ہیں۔ رعد آپ کی آواز ہے اور برق آپ کا کوڑا ہے۔ اور بعض محمد بن حنفیہ کی شان میں بھی اسی طرح مبالغہ کرتے ہیں کہ آپ اب تک سرزمین حجاز اور جبل رضوی میں موجود ہیں۔

فرقہ امامیہ میں سے جو لوگ غالی ہیں اور خصوصاً اثنا عشریہ کا بھی تقریباً یہی عقیدہ ہے وہ کہتے ہیں کہ بارھویں امام یعنی محمد بن الحسن العسکری الملقب بہ مہدی شہر حلہ میں اپنے گھر کے تہ خانہ میں مع اپنی والدہ غائب ہو گئے ہیں اور قیامت تک چھپے رہیں گے۔ قیامت سے پہلے ظاہر ہوں گے اور دنیا کو عدل و انصاف سے بھر دیں گے۔ ترمذی کی حدیث سے سند پکڑتے ہیں اور ہر روز نماز مغرب کے بعد اس سرداب پر مع گھوڑے جا کر کھڑے ہوتے ہیں۔ اور امام منتظر کا نام لے کر پکارتے ہیں اور ظہور کی استدعا کرتے ہیں۔ یہاں تک

کہ اندھیرا ہو جاتا ہے اور تارے چھٹک آتے ہیں اس وقت اپنے اپنے گھروں کو چلے آتے ہیں. اور معاملہ کو دوسری شب کے لئے اٹھا رکھتے ہیں. اس فرقہ واقفیہ میں سے ایک جماعت کا یہ خیال ہے کہ جو امام وفات پا چکے ہیں دوبارہ دنیاوی حیات پائیں گے. یہی مسئلہ رجعت ہے. اور قصہ اصحاب کہف اور بنی اسرائیل کی ذبیحہ کے زندہ ہو جانے سے استشہاد کرتے ہیں.

(باقی پھر)

اطلاعات مرکزیہ حزب الانصار بھیرہ

دار العلوم عزیزیہ بفضلہ تعالیٰ نہایت شان و شوکت سے چل رہا ہے۔ طلباء نہایت محنت سے مصروف تعلیم ہیں۔ شعبہ تبلیغ کے ماتحت طلبائے دار العلوم عزیزیہ کیلئے تقریر و تحریر اور مشق مذاکرہ کا انتظام کر دیا گیا تاکہ طلباء ہر ہفتہ انجمن اصلاح الکلام کا جلسہ منعقد کر کے تقریریں اور مباحثے کر کے اپنی قابلیت بڑھائیں۔ طلبہ کیلئے مطالعہ کتب اخبار و رسائل وغیرہ مہیا کئے جائیں گے۔

مولانا سید صباح الدین صاحب بعض ذاتی مجبوریوں کی وجہ سے تشریف لے گئے ہیں۔ اور اُن کی جگہ مولانا عبد الحمید صاحب کو مقرر کیا گیا ہے۔ جو کہ ہر لحاظ سے مولانا موصوف کے بدل واقع ہونگے۔

مدرسہ عربیہ دار پرٹن | نہایت اچھے پیمانہ پر چل رہا ہے۔ اور مولانا محمد رفیق صاحب کا وحافظ حسن محمد صاحب نہایت محنت سے تدریس میں مصروف ہیں۔

تبدیلی نظامت | مدرسہ عربیہ دار پرٹن کے ناظم حاجی نور احمد صاحب کثرتِ مشاغل کی وجہ سے مدرسہ کی طرف پوری توجہ نہیں دے سکتے تھے۔ اسلئے اُن کی جگہ اسحاق غلام محمد صاحب کو ناظم مقرر کیا گیا ہے۔ اُمید ہے کہ انشاء اللہ العزیز آپ مدرسہ کی طرف توجہ مبذول کر کے اسکو عروج پر پہنچائینگے۔

جلسہ سالانہ حزب الانصار۔ جلسہ سالانہ کی تاریخیں ۱۴ - ۱۵ - ۱۶ مارچ ۱۹۳۴ء مطابق یکم۔ دو۔ تین چیت مقرر کر دی گئی ہیں۔ انشاء اللہ العزیز حسب دستور سابق بہترین مقررین و واعظین حضرات تشریف لائیں گے۔

مبلغین مرکز کا پروگرام

مولانا الحاج افتخار احمد صاحب امیر حزب الانصار نے گذشتہ دنوں سہر تھہ (شیخوپورہ) بسا کھوال۔ بنوں (صوبہ سرحد) وغیرہ مقامات پر جلسوں میں شرکت کی

مولانا محمد امین صاحب مبلغ حزب الانصار نے چکہ مال، نور خانیوالا، نوتھ۔ چک شیشا۔ پچانی۔ جاویاں کوٹ بھائیخان۔ کالرہ۔ ٹیڈا وادنخان۔ چک ملا منڈی کا کھلون وغیرہ وغیرہ مقامات پر دورہ کیا۔ ہر مقام پر نہایت شاندار جلسے منعقد ہوئے۔

(مینجر)

حضرت علی کی اُمیدواریٔ خلافت

(از مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی مدیر ترجمان القرآن)

سوال۔ جماعت اسلامی کے ارکان بالعموم موجودہ زمانہ کے جمہوری طریقوں پر جو تنقیدیں کرتے ہیں ان میں منجملہ اور باتوں کے ایک بات یہ بھی کہا کرتے ہیں کہ جو شخص خود کسی منصب یا عہدے کا اُمیدوار ہو یا اس کا دعویدار بنے اسلام کی رو سے وہ اس کا مستحق نہیں کہ اسے منتخب کیا جائے۔ اس پر سوال پیدا ہوتا ہے کہ حضرت علیؓ جو خلافت کے امیدوار یا دعویدار تھے اس کے متعلق کیا کہا جائے گا۔

جواب۔ حضرت علیؓ کی اُمیدواری و دعویداری کا قصہ دراصل ایک بڑے قصے کا جزء ہے جس کی بنا بعض مخصوص روایات پر قائم ہے۔ اس جزء کو کل سے الگ کرکے تنہا اس پر بحث کی بنیاد نہیں رکھی جاسکتی۔ اگر آپ اس جزء کو مانتے ہیں تو اس پورے قصے کو ماننا پڑے گا جس کا یہ جزء ہے۔ اور پھر اس پر بحث کرنی ہوگی

اس قصے کی روایات بہت مشہور ہیں۔ یعقوبی نے اپنی تاریخ میں سقیفۂ بنی ساعدہ کے بعد کے واقعات کا جو نقشہ پیش کیا ہے اور ابن قتیبہ نے الامامۃ والسیاسۃ میں جو نقشہ کھینچا ہے۔ اور [1] ایسے ہی دوسرے لوگ جو روایات اس سلسلہ میں بیان کرتے ہیں وہ سب آپ کے سامنے موجود ہیں۔ اگر آپ اس تاریخ کو باور کرتے ہیں، تو پھر آپ کو محمد رسول اللہ [illegible] مبلغ قرآن، داعی اسلام، مزکی نفوس کی شخصیت پر اور ان کی تعلیم و تربیت کے تمام اثرات پر خط نسخ کھینچ دینا پڑے گا۔ اور یہ تسلیم کرنا ہوگا کہ اس پاکیزہ ترین [illegible] کی ۲۳ سالہ تبلیغ و ہدایت سے جو جماعت تیار ہوئی تھی [illegible] کی قیادت میں جس جماعت نے [illegible] کے معرکے سر کرکے اسلام کا جھنڈا دنیا میں بلند کیا [illegible] کے اخلاق، اس کے خیالات، اس کے مقاصد [illegible] اس کی خواہشات۔ اور اس کے طور طریق عام دنیا پرستوں سے ذرہ بھر مختلف نہ تھے۔

اس تاریخ میں ہمارے سامنے کچھ اس طرح کا نقشہ آتا ہے کہ ایک حوصلہ مند شخص نے کئی سال کی جانفشانی سے لڑ بھڑ کر ایک ملک فتح کیا تھا۔ اور اپنے زور بازو سے ایک سلطنت قائم کرلی تھی۔ پھر قضائے الٰہی سے اس نے وفات پائی۔ اس کی آنکھ بند ہوتے ہی اس کے رفیقوں اور ساتھیوں نے جو سب کے سب اسی کے بنائے ہوئے آدمی تھے۔ اور [illegible]

[1] کتاب الامامۃ والسیاسۃ حقیقت میں کسی شیعہ مصنف کی تصنیف ہے [illegible] شیعہ نقطۂ نگاہ سے روایات کو پیش کیا ہے۔ اور [illegible] مصنف ابراہیم بن قتیبہ (م [illegible]) ہے جو [illegible] مصنف [illegible] حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب نے تحفۂ اثنا عشریہ میں فرمایا ہے [illegible] ایک تاریخی کتاب کا مصنف ہے [illegible] کنیت کی وجہ سے لوگوں کو یہ دھوکا ہو رہا ہے کہ شاید مصنف کتاب محمد بن قتیبہ دینوری محدث و امام اہل سنت ہے۔ کتاب الامامۃ والسیاسۃ کے متعلق ایک تحقیقی مضمون ہم نے رسالہ شمس الاسلام نومبر و دسمبر [illegible] اور رسالہ دارالعلوم دیوبند میں شائع کیا تھا۔ اور یعقوبی کے متعلق بھی کہا جاتا ہے کہ شیعہ تھا یا شیعہ روایات سے متاثر مورخ تھا۔ ۱۲ (ادارہ شمس الاسلام)

ادکرتا رہا بکایک آنکھیں پھیر لیں۔ ابھی اس کے گھر والے اس
ہیزو تکفین ہی میں مشغول تھے کہ اس کے ساتھیوں کو یہ فکر
ی کہ کسی طرح تخت شاہی پر قبضہ کریں چنانچہ وہ جمع ہوئے
پہلے آپس میں جھگڑا کرتے رہے۔ ہر ایک چاہتا تھا کہ یہ
ترمیرے منہ میں آئے۔ آخر بڑی رد وکد کے بعد انہوں
اپنے میں سے ایک کو بادشاہی کے لئے منتخب کرلیا۔ یہ
روائی جب مکمل ہوگئی۔ تو بانی سلطنت کے خاندان والوں
س کی خبر پہنچی۔ اور ان کے ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے۔
م کا بیٹا تو کوئی تھا نہیں۔ ایک داماد تھا۔ وہ بپھر گیا۔ کہ
ے ہوتے اور کون وارث تاج وتخت ہوسکتا ہے۔ بیٹی
پیچ وتاب کھانے لگی۔ کہ جو سلطنت اس کے باپ نے
ں کی جانفشانی سے قائم کی تھی۔ اس پر دوسروں کو
کرنے کا کیا حق ہے۔ پہلے تو خاندان والے آپس میں
جوڑ کر مشورے کرتے رہے۔ پھر انہوں نے مرحوم بادشاہ
پرانے پرانے ساتھیوں کو اس کے احسانات یاد دلا
کر اپیل کرنی شروع کی۔ اور پبلک میں اپنے حق کا
بہ کیا۔ مرحوم کا داماد اس کی بیٹی کو دارالسلطنت کے محلوں
لئے لئے پھرتا رہا۔ اور ایک ایک بااثر قبیلے میں اسے
یا۔ کہ شاید اسی کی فریاد سے لوگوں کے دل پگھل جائیں
م بادشاہ کی قبر کو بھی خطاب کر کرکے دہائیاں دیں
شاید یہی اپیل کارگر ہوجائے۔ مگر کسی نے سنکر نہ دی۔ آخر
وہ تھک ہار کر بیٹھ رہا۔ اور جب مرحوم کی بیٹی بھی جو اس
ی کی اصل بنیاد تھی۔ دنیا سے رخصت ہوگئی۔ تو اس
یب نے جاکر بادل ناخواستہ غاصب تخت کی اطاعت قبول
ی۔ مگر دل میں وہ برابر پیچ وتاب کھاتا رہا۔ اور وقتاً فوقتاً
وہ اس پیچ وتاب کا اظہار بھی کسی نہ کسی طرح کرتا رہا۔

کیا واقعی یہی تصویر ہے۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
اور ان کے اہل بیتؓ اور ان کے اصحاب کیا رکی؟ کیا اللہ کے
رسول کی یہی پوزیشن تھی۔ کہ وہ دنیا کے بانیان سلطنت کی
طرح ایک سلطنت کا بانی تھا؟ کیا پیغمبر خدا کی ۲۳ سالہ
تعلیم صحبت اور تربیت سے یہی اخلاق۔ یہی سیرتیں اور یہی
کردار تیار ہوئے تھے؟ آخر اس نقشے کو کیا مناسبت ہے
قرآن اور اس کی پاکیزہ ترین تعلیمات سے؟ محمد صلی اللہ علیہ وسلم
کی زندگی اور آپ کے بلند ترین اخلاقی ہدایات سے جو ذخیرہ
حدیث میں بھری پڑی ہیں حضرت علی اور حضرت فاطمہؓ کے ان
سوانح حیات سے جن میں (اس ایک قصہ کے سوا) دنیا طلبی کا
کوئی شائبہ تک نظر نہیں آتا؟ ابوبکرؓ و عمرؓ کی ان زندگیوں
سے جن کا کوئی رنگ بھی دنیا کے بھوکے لوگوں کے رنگ ڈھنگ
سے نہیں ملتا؟ اور صحابہ کرام کی ان سیرتوں سے جن کے
مجموعے میں اس داستان کے کھینچے ہوئے نقشے کو رکھ کر دیکھا
جائے۔ تو کسی طرف سے بھی اس کا جوڑ ان کے ساتھ بیٹھتا نظر
نہیں آتا؟ پھر اگر اس گروہ کی تاریخ کا پورا مستند ذخیرہ ہمارے
سامنے اس کے اخلاق۔ اس کی سیرت اس کی ذہنیت اور
اس کے نفسیات کا کچھ اور نقشہ پیش کرتا ہے۔ اور صرف یہ
ایک مجموعہ روایات اس کے بالکل برعکس ایک اور ہی نقشہ پیش
کر رہا ہے۔ تو آخر عقل کیا کہتی ہے؟ کیا یہ کہ سمندر میں اتفاقاً
آگ لگ گئی تھی؟ یا یہ کہ سمندر میں پانی تھا ہی نہیں۔ آگ ہی
آگ تھی؟ یا یہ کہ آگ لگنے کا قصہ جھوٹا ہے۔ جب تمام شہادتیں
اس کی تصدیق کرتی ہیں۔ کہ وہ سمندر تھا۔ تو وہاں پانی کے
سوا کچھ نہ ہوسکتا تھا؟ تاہم اگر کسی کا جی چاہتا ہے کہ اس
قصے کو باور کرے تو ہم اسے روک نہیں سکتے۔ تاریخ کے صفحات
تو بہرحال اس سے آلودہ ہی ہیں۔ مگر پھر ساتھ ہی یہ ماننا پڑے گا

کہ معاذ اللہ رسالت کا دعویٰ محض ایک ڈھونگ تھا قرآن شاعرانہ لفاظی کے سوا کچھ نہ تھا۔ اور تقدس کی ساری داستانیں خالص ریاکاری کی داستانیں تھیں۔ اصل میں تو ایک شخص نے ان چالوں سے دنیا کو پھانسا تھا۔ تاکہ اپنی ایک سلطنت بنائے۔ اور اس قسم کے دنیا طلب مکاروں کے گرد جیسے لوگ جمع ہوا کرتے ہیں۔ ویسے ہی لوگ اس کے گرد بھی جمع ہو گئے تھے۔ اور تقدس کے اس ظاہری پردے میں دراصل وہ چند مقاصد کے لئے کام کر رہا تھا۔ ان کا راز آخرکار اس کے اپنے گھر والوں نے فاش کر کے رکھ دیا۔

اس کے مقابلہ میں تاریخ کچھ اور روایات بھی پیش کرتی ہے۔ ذرا ان کو بھی دیکھ لیجئے۔ علامہ ابوجعفر ابن جریر طبری پوری سند کے ساتھ یہ روایت بیان کرتے ہیں کہ حضرت سعید بن زید سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے واقعات پوچھے گئے تھے۔ اس سلسلہ میں انہوں نے بیان کیا۔

ان علی ابن ابیطالب کان فی بیته	علی ابن ابی طالب اپنے گھر
اذ جاءه من انباه ان ابابکر قد	تھے۔ کہ ایک شخص نے
جلس للبیعة فخرج فی قمیص	اس کو جا کر خبر دی۔ کہ ابوبکر
علیه ازار ولا رداء عجلا کراهیة	بیعت لینے کے لئے بیٹھے
ان یبطیٔ عنها حتیٰ بایعه ثم جلس	ہیں۔ یہ سن کر وہ چادر اور
الیه وبعث الی ثوبه فاتاه فتجلله	ازار کے بغیر کرتے قمیص
ولزم مجلسه۔	ہی میں نکل آئے۔ کھڑے

ہوئے۔ اتنی دیر کرنے بھی انہوں نے پسند نہ کی۔ کہ کپڑے پہن لیں۔ پہلے جا کر بیعت کی۔ پھر گھر سے کپڑے منگائے اور پہن کر مجلس میں بیٹھے۔

بیہقی کی روایت اس سے تھوڑی مختلف ہے۔ وہ ابو سعید خدری سے روایت کرتے ہیں کہ

فصعد ابوبکر المنبر فنظر فی	پھر ابوبکر منبر پر چڑھے اور
وجوه القوم فلم یر الزبیر قال	حاضرین مجلس پر نظر ڈالی تو
فدعا بالزبیر فجاء فقال	کہ زبیر موجود نہیں ہیں۔ ان
قلت ابن عمة رسول الله و	بلانے کے لئے آدمی بھیجا۔
حواریه اردت ان تشق	وہ آئے تو فرمایا میں کہہ رہا
عصا المسلمین؟ فقال لا تثریب	تھا کہ رسول اللہ کے پھوپھی
یا خلیفة رسول الله فقام	بھائی اور حضور کے حواری
فبایعه ثم نظر فی وجوه	ہیں کیا تم مسلمانوں کی جماعت
القوم فلم یر علیا فدعا	سے الگ رہنا چاہتے ہو؟ انہوں
بعلی بن ابی طالب فجاء	نے جواب دیا۔ اے جانشین
فقال قلت ابن عم رسول الله	رسول معاف فرمائیے۔ پھر اٹھے
وختنه علیٰ ابنته اردت	اور بیعت کی۔ پھر ابوبکر نے
ان تشق عصا المسلمین قال	مجمع پر دوبارہ نظر ڈالی۔ اور دیکھا
لا تثریب یا خلیفة رسول الله	کہ علی نہیں ہیں۔ انہیں بلا-
فبایعه	نے کے لئے بھی آدمی بھیجا۔ جب

آ گئے۔ تو فرمایا میں کہہ رہا تھا۔ کہ رسول اللہ کے چچا زاد بھائی اور داماد کہاں رہ گئے۔ کیا تم مسلمانوں کی جماعت سے الگ رہنا چاہتے تھے انہوں نے بھی فرمایا۔ کہ اے جانشین رسول معاف فرمائیے پھر بیعت کی۔

ان دونوں روایتوں میں بظاہر جو تھوڑا سا اختلاف نظر آتا ہے۔ وہ محض تفصیل کا فرق ہے۔ ورنہ دراصل دونوں ایک دوسرے کی تائید کرتی ہیں۔ پھر اس کی مزید تائید حضرت عبدالرحمن بن عوف کی اس روایت سے ہوتی ہے جو موسیٰ بن عقبہ نے عمدہ سند کے ساتھ اپنے مغازی میں نقل کی ہے۔

ثم خطب ابوبکر واعتذر	پھر ابوبکرؓ نے بیعت کے لئے

الیہ انا والله ما كنت حريصا على الامارة يوما ولا ليلة ولا سألتها الله في سر ولا علانية ... فقال علي والزبير ما غضبنا الا لانا اخرنا عن المشورة وانا نرى ابا بكر احق الناس بها انه لصاحب الغار وانا لنعرف شرفه وخيره ولقد امره رسول الله ان يصلي بالناس وهو حي

خطبہ دیا۔ اور اپنی معذرت پیش کرتے ہوئے فرمایا میرے دل میں ایک دن یا ایک رات کے لئے امارت کی ہوس نہ تھی اور نہ میں نے کبھی خفیہ یا علانیہ اس کی خواہش کی۔ سب مہاجرین نے حضرت ابوبکر کی اس تقریر کو خاموشی سے سنا۔ البتہ علی اور زبیر نے اتنا کہا کہ ہم کو شکایت صرف اس بات کی ہے کہ ہمیں مشورے میں شریک نہیں کیا گیا۔ ورنہ ہم بھی ابوبکر کو سب سے زیادہ مستحق سمجھتے ہیں۔ وہ رسول اللہ کے رفیق غار ہیں۔ ان کے شرف اور ان کی تجربہ کاری کا ہمیں اعتراف ہے۔ اور رسول اللہ نے اپنی زندگی میں انہیں کو اپنی جگہ نماز پڑھانے کے لئے مقرر کیا تھا۔

حافظ عماد الدین ابن کثیر البدایہ والنہایہ میں اپنی یہ تحقیق پیش کرتے ہیں کہ حضرت علیؓ حضرت فاطمہ کے پاس خاطر سے چھ مہینے تک خانہ نشین رہے۔ کیونکہ وہ تقسیم میراث کے معاملہ میں حضرت ابوبکر سے ناراض ہو گئی تھیں۔ اور حضرت علیؓ نے یہ مناسب نہ سمجھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے جو داغ ان کے دل کو لگا ہے اس پر کسی ادنیٰ رنج و ملال کا بھی اضافہ ہو۔ بعد میں جب حضرت فاطمہؓ کا انتقال ہو گیا تو حضرت علیؓ نے دوبارہ حاضر ہو کر حضرت ابوبکرؓ سے بیعت کی تجدید کی۔ اور معاملات میں حصہ لینا شروع کیا۔[1]

ہم خواہ مخواہ کسی لمبی بحث و مناظرہ میں الجھنا نہیں چاہتے ہیں۔ ہم نے یہ دونوں تصویریں پیش کر دی ہیں۔ اب ہر صاحب عقل کو خود سوچنا چاہیے کہ ان میں سے کون سی تصویر مبلغ قرآن صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اہل بیت و اصحاب کبار کی سیرتوں سے زیادہ مناسبت رکھتی ہے۔ اگر پہلی تصویر پر کسی کا دل مطمئن ہو تو سمجھے مگر اس کے ساتھ ایک امیدواری و دعویداری کا مسئلہ ہی نہیں پورے دین و ایمان کا مسئلہ حل طلب ہو جائیگا اور اگر کوئی اس دوسری تصویر کو قبول کرلے تو اس میں سرے سے اس واقعہ کا کوئی وجود ہی نہیں ہے کہ حضرت علی منصب خلافت کے امیدوار یا دعویدار تھے۔

(ترجمان القرآن جمادی الاولیٰ ۶۹ھ)

---

[1] ایک اور روایت محمد حسین ہیکل نے اپنی کتاب "الصدیق" میں نقل کی ہے۔ جس کی تحقیق کا مجھے موقع نہیں ملا۔ وہ لکھتے ہیں کہ جب حضرت ابوبکر کی بیعت ہو گئی۔ تو جناب ابوسفیان نے حضرت علی کو دعویداری خلافت کے لئے اکسانے کی کوشش کی تھی۔ مگر حضرت علیؓ نے ان کو جواب دیا۔ کہ تمہاری عمر کا ایک بڑا حصہ اسلام اور مسلمانوں کی دشمنی میں گذر چکا ہے۔ اب اپنے سابق نامہ اعمال میں کچھ اور اضافہ نہ کرو۔ تو بہتر ہے میرے نزدیک ابوبکر اس منصب کے اہل ہیں۔ جو انہیں دیا گیا ہے ۱۲ (مودودی)

مباحث علمیہ

ازالۃ الشکوک نمبر (۱)

(از مولوی خالد محمود بی۔ اے۔ امرتسری)

منجملہ ان اعتراضات کے جو حضرت فقیہ الامت سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذات گرامی پر ان حضرات کی طرف سے کئے جاتے ہیں، جو صحابہ کرام کے طریق عمل کے مطابق جبکہ حدیث نبوی نہ بھی ملے ھم رجال و نحن رجال کا نعرہ لگاتے ہیں اور دنیا کو اساطین امت کی روشنی سے محروم کر دینا چاہتے ہیں۔ ایک مسئلہ تطبیق الیدین کا بھی ہے۔ جیسا کہ حافظ زیلعی رحمۃ اللہ علیہ نے تخریج ہدایہ میں اور علامہ ترکمانی نے جوہر نقی میں نقل کیا ہے۔ حتیٰ کہ مولٰنا عبدالحی جیسے فاضل بھی تعلیق الممجد میں اس کی واقفیت کی معترف ہو گئے۔ اگرچہ انہوں نے اس کا اقرار تقلیداً ہی کیا تھا کہ اعتراض نظر پڑا اور تحقیق نہ کی۔ مگر دوسرے لوگوں کو موقع مل گیا کہ اس بزرگ ہستی پر اعتراض کرتے وقت فاضل لکھنوی کا توافق بھی نقل کریں۔ اور اس طرح اپنا جی ٹھنڈا کر لیں۔ چنانچہ مولوی عبدالستار صاحب کلانوری کی عبارت مرقومہ مجموعات خمسہ اس پر شاہد ہے۔ بناءً علیہ مناسب معلوم ہوا کہ مسئلہ کی ذرا وضاحت کر دی جائے۔ لیکن اصل صورت کی طرف آنے سے پہلے کچھ چیزیں بطور مقدمہ پیش کی جانی ضروری معلوم ہوتی ہیں۔

اولاً۔ معترضین اس حدیث کو مسکہ بناتے ہیں جسے کہ امام مسلمؒ نے اپنی صحیح میں ص۲۰۲ پر نقل کیا ہے۔

ثانیاً۔ حضرت عبداللہ بن مسعود کا رکوع کے وقت دونوں ہاتھوں کو جوڑ کر اپنی رانوں میں رکھنا اور گھٹنوں پر ہاتھ نہ رکھنا جو محل اعتراض ہے۔ باتفاق فریقین نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی ثابت ہے۔ چنانچہ حضرت ابن مسعود نے ایسا عمل کرنے کے بعد ہی فرما دیا۔

هٰذا فعل رسول الله صلى الله عليه وسلم

(مسلم شریف ص۲۰۲ جلد اول)

ثالثاً۔ علماء اصول کی تصریحات کے مطابق احکام کی دو قسمیں ہیں۔

۱۔ عزیمت جس کا سبب موجود ہو اور حکم بحال ہو۔ جیسے ماہ صیام میں روزہ رکھنا۔ اس کا دوسرا نام ضروری بھی ہے۔

۲۔ رخصت جس کا سبب موجود ہو اور کسی وجہ کی بنا پر وجوب ملتوی ہو۔ جیسے سفر میں روزہ نہ رکھنا۔

چنانچہ وضو میں موزہ اتار کر پاؤں دھونا عزیمت ہے اور موزہ پر مسح کر لینا رخصت ہے۔ امامت پر تنخواہ نہ لینا عزیمت ہے۔ اور تنخواہ پر یہ کام رخصت ہے۔

اب ہم کہتے ہیں کہ اعتراض مخالفین کا صرف اسی صورت میں درست بیٹھ سکتا ہے کہ حضرت فقیہ الامت کا یہ فعل مانا جائے کہ نہ عزیمت ہو نہ رخصت کیونکہ یہ دونوں قسمیں شرعی ہیں۔ اور ان میں سے کسی ایک پر عمل اعتراض کرنا ہے اور اعتراض کی یہ صورت غلط ہے کیونکہ یہ فعل ان دونوں قسموں سے خارج نہیں۔ واضح ہو کہ تطبیق الیدین اور

اخذالرکب میں سے ایک چیز عزیمت ہے اور دوسری رخصت۔

ابتدا میں نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم اور تمام صحابہ کرام کا عمل تطبیق الیدین پر ہی تھا۔ رواہ ابن المنذر کما فی الفتح ۱۲۲۔

چونکہ اس میں مشقت زیادہ تھی۔ اس لئے صحابہ کرام نے برائے تفصیل تیسر شکایت کی تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جیسا کہ ابوداؤد اور طحاوی کی روایات سے معلوم ہوتا ہے فرمایا۔

استعینوا بالرکب۔ گھٹنوں سے سہولت حاصل کر لیا کرو اس سے یہی متبادر ہوتا ہے کہ تطبیق الیدین عزیمت تھی اور اخذالرکب رخصت کیونکہ آپ نے پہلے عمل سے انکار کا اظہار نہیں فرمایا۔

تو اگر حضرت فقیہ الامت نے اسے عزیمت سمجھ کر معمول بنا ٹھہرایا تو محل اعتراض کونسی بات ہے۔ علماء اصول کا عزیمت اور رخصت پر عمل کی افضلیت کے متعلق یہ فیصلہ ہے حکمہ ان الاخذ بالعزیمۃ اولی (نورالانوار ص۱۷۱)

بحرالعلوم میں حضرت علامہ انور شاہ صاحب فرماتے ہیں۔

کانت فیہ مشقۃ ثم رخص بالاعتماد علی الیدین وکان ابن مسعود یراہ عزیمۃ فان العطایا علی قدر البلایا ولم یکن یراہ ابن مسعود منسوخاً عن اصلہ ومن طعن فیہ فقد افرط فی التعصب (فیض الباری جلد دوم ص۲۹۰ مطبوعہ مصر)

اور دوسرے مقام پر بعد نقل حدیث استعینوا بالرکب فرماتے ہیں۔

یستفاد من الحدیث ان تلک الاستعانۃ رخصۃ ومعنی الرخصۃ فیہ ظاهر ولذا کان ابن مسعود یطبق بین یدیہ عملاً بالعزیمۃ ص۳۰۶ جلد دوم)

یعنی تطبیق الیدین کا عزیمت اور اخذالرکب کا رخصت ہونا اس حدیث سے مستفاد ہوتا ہے۔

اس مقام پر یہ ایک اعتراض کیا جاتا ہے کہ صحابہ کرام نے تطبیق الیدین کے متعلق فرمایا نہینا عن هذا۔ جیسا کہ صحیح مسلم میں ہے۔ اور ائمہ اصول کے نزدیک ایسا امر حدیث مرفوع کے حکم میں ہے

ہم کہتے ہیں کہ یہ لفظ اس وقت حدیث مرفوع کے حکم میں لئے جانے ثابت نہیں ہیں۔ جبکہ سارے صحابہ اس امر پر متفق نہ ہوں۔ اور اس لفظ پر تمام صحابہ کا اتفاق نہیں ہے۔ چنانچہ حضرت ابن مسعود کا یہی فعل اس پر دال ہے۔

پس معلوم ہوا کہ نسخ کا دعوی باطل ہے کیونکہ حضرت ابن مسعود جیسے جلیل القدر اور رفیع المنزلت صحابی اس کو منسوخاً عن اصلہ نہیں سمجھتے بلکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ جو فی الحقیقت باب مدینۃ العلم ہیں۔ وہ بھی ارشاد فرماتے ہیں۔

اذا رکعت فان شئت قلت هکذا یعنی وضعت یدیک علی رکبتیک وان شئت طبقت رواہ ابن ابی شیبۃ ونقلہ العلامۃ العثمانی فی الفتح جلد ۲ ص۱۲)

شیخ الاسلام حافظ ابن حجر عسقلانی اس کی سند کے متعلق فرماتے ہیں "اسنادہ حسن" (فتح الباری جلد ۲ ص۲۲۷) اس سے ثابت ہوا کہ اجماعی نسخ کا دعوی غلط ہے۔

غایت ما فی الباب یہ ہے کہ چونکہ حدیث کے اصول یہ کہ سب عقلی ہیں۔ اور تجربہ پر موقوف ہیں اس لئے کہنا پڑے گا۔ جو کچھ حضور نے فرمایا۔ اس کا مفہوم اس راوی نے سمجھا کیونکہ اس نے حضور سے کچھ نقل نہیں کیا۔

اب ہم کہتے ہیں کہ فہم صحابی جبکہ اس کے خلاف دوسرے صحابہ کا

اصل موجود ہو کسی پر حجت نہیں من ادعی فعلیہ البیان۔ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ فرماتے ہیں: انہ لیس بحرام کون امر وغیرہ علیہ کہ لم یأمرہ من فعلہ بالاعادۃ (فتح الباری جلد ۲ ص۲۲۳) بلکہ اگر تطبیق الیدین کو رخصت بھی مان لیا جائے تب بھی یہ اعتراض لازم نہیں آتا کیونکہ اس میں پھر بھی یہ احتمال ہوگا کہ شاید کچھ لوگ اسے ناجائز سمجھنے لگ پڑے ہوں اور جو شخص مسح یعنی رخصت کو ناجائز سمجھے اس کے سامنے عزیمت کی بجائے رخصت پر عمل اولی ہوتا ہے تاکہ اس کو اس کے جواز پر اطلاع ہو جائے۔ اور شریعت کی جائز کردہ بات کو مترددین کے سامنے جائز کہنا اور ثابت کرنا واجب ہے چنانچہ فقہاء کرام فرماتے ہیں کہ اگر کوئی سمجھے کہ موزہ پر مسح ناجائز ہے تو اس کے سامنے موزہ اتار کر پاؤں دھونا عزیمت نہیں بلکہ مسح ہی عزیمت ہوگا۔ پس اس صورت میں بھی حضرت فقیہ الامت اولیت پر ہی عامل رہے اور رحمی لقین کا اعتراض ہباءً منثورا ہو گیا۔

واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب۔

مسلمان کسے کہتے ہیں؟

(از مولانا محمد حسین شوق بیلانوی)

لا الٰہ گوئی بگو از روئے جاں
تا ز اندام تو آید بوئے جاں
ایں دو حرف لا الٰہ گفتار نیست
لا الٰہ جز تیغ بے زنہار نیست (اقبال)

ذاتی حالات، نفسانی کیفیات، اور فطری رجحانات بیان کرتے ہوئے جن الفاظ کو نوک زبان پر لایا جاتا ہے اُن کا تعلق دو چیزوں کے ساتھ ہونا لابدی امر ہے۔ ایک دعویٰ۔ دوم حقیقت یہ ہر دو کبھی ایک دوسرے کے ساتھ موافق اور ہم آہنگ ہوتے ہیں۔ یعنی جو دعویٰ ہے نفس الامر اور حقیقت بھی وہی ہے۔ اور کبھی اس کے بالکل برعکس یعنی جو دعویٰ ہے حقیقت اس کے بالکل برخلاف ہے دعویٰ کو واقعیت اور حقیقت الامر کے ساتھ دور کا رشتہ اور تعلق بھی نہیں۔ حضرت ابراہیم یا حضرت سلیمان علیہما الصلوٰۃ والسلام کا کمال عبودیت اور انتہائی اطاعت کے اظہار کے وقت لفظ اول المسلمین یا انی من المسلمین فرمانا یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اُمرت ان اکون من المسلمین زبان پر لانا ایک ایسا دعویٰ ہے جو نفس الامر اور حقیقت کے ساتھ متفق ہے بلکہ واقعیت کا آئینہ ہے۔

مسلمان کا معنے ہے فرمانبردار ہر حکم کی اطاعت کرنے والا، ہر انتہا پر گردن جھکا دینے والا، ہر بات کو ماننے والا، سب کچھ اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دینے والا۔ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں بالکلیہ بک جانے والا۔ دولت، غنا، فقر و غنا، سفر و حضر، راحت و رنج یعنی حیات دنیاوی کے ہر شعبہ میں اس کا تعلق ذات واحد کے ساتھ قائم ہو۔ اذ قال لہ ربہ اسلم قال اسلمت لرب العلمین جب اُس کے رب نے اسکو کہا مطیع ہو۔ تو اس نے کہا میں پروردگار عالم کے لئے مطیع ہوں۔

اپنی زندگی میں سے کوئی چیز اپنی نہ ہو۔ مال۔ جان۔ اولاد موت و حیات دوستی دشمنی نماز روزہ حتیٰ کہ غم اور خوشی میں جو حیات انسانی کے فطری لوازمات میں سے ہے یہ تمام کی تمام چیزیں صرف اللہ تعالیٰ کے لئے ہوں۔ قل ان صلاتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العلمین لا شریک لہ وبذلک

آمرت وانا اول المسلمین (ترجمہ) تم فرمادو کہ میری نماز اور حج زندگی اور موت سب اللہ تعالیٰ کے لئے ہے جو پروردگار عالم ہے جس کا کوئی شریک نہیں میں اسی کا حکم کیا گیا ہوں۔ اور میں اپنی امت کا پہلا مسلمان ہوں۔

یہی تخیل اسلامی فلسفہ اخلاق یا اسلامی مذہب کی جان ہے اس کے متعلق قرآن کریم نے کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں چھوڑی بلکہ تمام قرآن پاک میں دلائل و براہین قصص نصائح حقائق و امثال کے ساتھ اس اصول کی توضیح و تشریح کی گئی ہے۔ اور یہ عقیدہ صرف اسلام ہی کا طرہ امتیاز ہے جس کی نظیر دنیا کا کوئی مذہب پیش نہیں کر سکتا بلکہ اگر غور سے دیکھا جائے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کی نظروں میں توحید محض ایک عقیدہ یا شعور عقلی جس کے ساتھ جذبات احساسات کا کوئی تعلق نہ ہو نہیں بلکہ توحید ایسے احساس کا نام ہے جو انسان کی تمام کائنات زندگی کے ذرے ذرے پر طاری ہو مسلمان فقط وہ نہیں جو صرف زبانی اقرار یا اعتقاد رکھتا ہے کہ خدا ایک ہے بلکہ اس کی زندگی اس اقرار و احساس کی تفسیر ہوتی ہے وہ صرف اسی کو قابل پرستش سمجھتا ہے۔ اسی کے احکام کی پیروی کرتا ہے۔ اسی کی مرضی اس کی مرضی ہوتی ہے۔ اس احساس اور اس تخیل کا نام ہے اسلام۔ اور جس شخص کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ یہ رشتہ ہو وہ ہے مسلمان۔ گویا اسلام چند عقائد چند قوانین اور چند ضوابط کا نام نہیں جنہیں ہوش و حواس رکھتے ہوئے انسان صحیح تسلیم کرے۔ اور بس مسلمان کہلانے کا مستحق ہو جائے بلکہ ایک مکمل دستور حیات ہے۔ ایک مستقل نظام زندگی ہے جو انسان کو تمام کمزوریوں اور پستیوں سے نکال کر انسانیت کے معراج کمال تک پہنچا دیتا ہے۔ علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

ہست دین مصطفےٰ دین حیات ✤ شرع او تفسیر آئین حیات
گر زمینی آسمان سازد ترا ✤ آنچہ حق میخواہد آن سازد ترا
خستہ باشی استوارت میکند ✤ پختہ مثل کوہسارت میکند

یعنی جو انسان ایک خاص نظام اور معلوم معاشرت کے علاقہ و حدود میں رہکر اسکے جملہ احکام کی پیروی کرتا ہو۔ اس کے عقائد و کردار میں باہمی تعلق ہو اس کی زندگی سرتا پا قرآن اور شریعت کا آئینہ ہو۔ وہ مسلمان ہے اور ایسوں کی ایمانی طاقت اور اخلاق عظمت قوموں اور ملکوں کی قسمت بدل سکتی ہے ؎

زیستن با سوز او قہاری است ✤ لا الٰہ ضرب است و ضرب کاری است

صرف مسلمانوں کے گھر پیدا ہونا مسلمانوں کا سا نام رکھوا لینا۔ یا اسلامی عقائد کو محض تخیل اور طرف راجح کے طور پر صحیح تسلیم کر لینا لیکن اسلام کے کسی حکم کو عملاً خداوندی سمجھ کر نہ ماننا یا بعض احکام کی وقتاً فوقتاً عادتاً یا طبعاً اتباع کر لینا اور جو احکام نفسانی خواہشات شخصی وقار اور ذاتی مفاد کے برخلاف ہوں ان کو پس پشت ڈال لینا احکام خداوندی دین حق اور شریعت الٰہی کے اوامر و نواہی کی پابندی کو امر مباح اور ذاتی معاملہ سمجھنا دین کے ہر مشقت طلب حکم کی تاویل کر لینا ایسے شخص کو دنیا کے ہندو سکھ عیسائی اور یہودی مسلمان کہتے ہوں یا مسلمان کہہ کر پکارتے ہوں تو کہتے اور پکارتے رہیں کسی کو اعتراض کا حق نہیں پہنچتا لیکن ایسے شخص کو خدا کی کلام قرآن کی زبان اور دین حق کی تعبیرات میں مومن یا مسلم کا خطاب دینا بالکل غلط ہے۔

مومن و پیش کسان بستن نطاق ✤ مومن و غداری و فقر و نفاق
با پشیزے دین و ملت را فروخت ✤ ہم متاع خانہ و ہم خانہ سوخت
لا الٰہ اندر نمازش بود نیست ✤ ناز ہا اندر نیازش بود نیست

تبلیغی کتابیں

جامع حیات } حیات بعد الموت کے جملہ مسائل قرآن کریم اور حدیث نبوی علیہ التحیۃ والسلام کی روشنی میں ایک جامع اور دلآویز انداز تحریر سے مبارک کتاب تحریر کرائی گئی ہے جو کہ ہر دو فریقین کیلئے مشعل ہدایت ثابت ہو سکتی ہے۔ حضرت مولانا ظہور احمد صاحب مرحوم نے یہ کتاب مولانا محمد حسین صاحب شوق سابق صدر المدرسین دار العلوم عزیزیہ سے اپنی زیر نگرانی تحریر کرائی تھی جو کہ اب کاغذ کی گرانی کے باوجود طبع کرائی گئی ہے کتاب دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے قیمت صرف ۹ر محصولڈاک ۱ر

قاتلان حسینؓ } اس میں نہایت محققانہ طریقہ سے حضرات شیعہ کی معتبر کتابوں کی مستند روایات سے ثابت کیا گیا ہے کہ رسول خدا کے نواسے اور حضرت علی کے لخت جگر حضرت حسینؓ کو کربلا میں بلا کر طرح طرح کے مظالم میں مبتلا اور نہایت بیرحمی سے شہید کرنے والے شیعہ اور پیشوایان مذہب شیعہ تھے۔ اس کتاب کو ضرور دیکھئے تا کہ شیعوں کی شیعت کی حقیقت کھل جائے۔ صفحات ۹۶۔ کتاب دلفریب طباعت دیدہ زیب۔ کاغذ دبیز۔ قیمت دس آنہ محصولڈاک ۱ر

آخری پیغام حق } حضرت مولانا ظہور احمد صاحب بگوی رحمۃ اللہ علیہ کی آخری تقریر جو پہلے شمس الاسلام کے صفحات پر جلوہ گر ہو چکی ہے۔ اور امید سے زیادہ مقبول ہو چکی ہے۔ عام افادہ کیلئے کتابی شکل میں ہدیہ ناظرین کی گئی آخری پیغام حق کے متعلق حضرت سجادہ نشین تونسہ شریف تحریر فرماتے ہیں:-

"حضرت مکرم مغفور کے آخری کلمات نصائح نہایت ہی گوہر بے بہا ہیں۔ اور ناظرین کی ہدایت کے لئے مشعل راہ ہیں"

قیمت دس آنہ محصولڈاک ۱ر

کشف التلبیس } مصنفہ مولانا سید ولایت حسین شاہ صاحب دہلوی
یہ کتاب شیعوں کے مشہور رسالہ "نور ایمان" کے جواب میں لکھی گئی ہے۔ شیعوں کا یہ رسالہ لاکھوں کی تعداد میں طبع ہو کر ہزار ہا سنی نوجوانوں کی گمراہی کا باعث بن چکا ہے شیعہ رؤسا کی طرف سے سنیوں میں مفت تقسیم ہوتا رہتا ہے شیعوں کی اس ظلمت کفر کا عقلی و نقلی دلائل سے مہذب پیرایہ میں بلیغ رد اس کتاب میں موجود ہے شیعوں کے تمام مطاعن اور اعتراضات کے جوابات دیئے گئے ہیں حصہ دوم ۸ر حصہ سوم ۶ر (پہلا حصہ ختم ہو چکا ہے) ہر دو حصہ طلب کرنے پر ۱۲ر علاوہ محصولڈاک

برق آسمانی } جس میں مرزائے قادیانی کے اپنے قلم سے اسکے سوانح و عقائد و عبادات و معاملات کارنامے تفصیل کے ساتھ درج کئے گئے ہیں۔ علاوہ ازیں خلیفہ نور الدین اور مرزا محمود کے سوانح حیات اور ان کے عقائد وغیرہ بیان کرنے کے بعد حیات مسیح کے مسئلہ پر عقلی و نقلی دلائل جمع کئے گئے ہیں۔ اس کتاب نے مرزائیوں کا ناطقہ بند کر دیا ہے۔ قیمت ۸ر محصولڈاک ۲ر

فیصلہ شرعیہ بر حرمت تعزیہ } یہ کتاب حضرت مولانا مولوی محمد جلال الدین صاحب دام برکاتہم سابق خطیب جامع قلعہ شیخوپورہ کی تصنیف ہے جس میں آپ نے تعزیہ مروجہ پر سیر کن بحث کی ہے کتاب ماخذ اسی سے زیادہ معتبر کتابیں ہیں۔ اور تقریباً ۴ مختلف بحثیں درج ہیں جنہیں ضمنی طور پر کثیر التعداد اور ضروری مسائل بھی آ گئے ہیں حضرت موصوف نے قرآن مجید اور احادیث صحیحہ معتمدہ تفاسیر مستند اور تصریحات ائمہ کرام فتاویٰ جات علماء اعلام و مجتہدین عظام سے تعزیہ کی حرمت بیان کرنے کے علاوہ دس عقلی دلیلیں بھی تعزیہ مروجہ کے حرام ہونے پر قائم کی ہیں۔ اور رافضی حضرات کے جواز تعزیہ کی ۲۲ دلیلوں کے اسی سے زیادہ جواب دیئے ہیں۔ اور یہ بھی بیان کیا ہے کہ ائمہ کرام سب اہلسنت والجماعت تھے نہ کہ شیعہ بلکہ وہ شیعہ ہونے سے

جیسے اور یکہ کوئی سے مساوات محمدی کا عزاز و عنصر ... جلد ماہ محرم میں کیا کرنا چاہیئے پہلی مستقل و مدلل کتاب ہے جس کے پڑھنے سے ایک معمولی استعداد والا بھی اس مسئلہ پر مکمل طور پر گفتگو کر سکتا ہے۔ کاغذ عمدہ طباعت ... دیدہ زیب ضخامت قریباً دو سو صفحات۔ قیمت صرف ۸؍ محصولڈاک ۱۲

تازیانہ نقشبندیہ } مؤلفہ مولانا حکیم حافظ عبدالرسول صاحب بھیروی اس کتاب میں مرزا قادیانی کے ان اعتراضات کا مدلل جواب دیا گیا ہے۔ جو اس نے صوفیائے کرام پر کئے تھے۔ قیمت صرف ۴؍ محصولڈاک ۱؍

اجتناب الحنفیہ } اس رسالہ میں صدہا علمائے اسلام کے فتاوی جمع کئے گئے ہیں جن میں دلائل واضحہ اور براہین قاطعہ سے فرقہ روافض و مرزائیہ کا ارتداد اور رافضی و مرزائی سے سُنی عورت کا نکاح ناجائز ثابت کیا گیا ہے۔ حجم ۱۰۰ صفحہ قیمت ۴؍ محصولڈاک ۱؍

تحفہ مرزائیہ } یعنی جریدہ شمس الاسلام کے دسمبر ۱۹۳۲ء کا ایڈیشن جو قادیان نمبر کے نام سے موسوم ہوا تھا اس میں نہایت عمدہ مضامین قادیانیوں کے رد میں درج ہوئے ہیں۔ قیمت ۴؍ محصولڈاک ۱؍

حقیقت تشیع } مولانا پیر قطب شاہ صاحب مذہب شیعہ کے سربستہ رازوں کا انکشاف۔ قیمت ۱؍

ہدایات القرآن } عیسائیوں کے مشہور رسالہ حقائق قرآن کا بلیغ رد نیز اس رسالہ کے ذریعہ مرزائیوں کے مغالطات بھی دور ہو سکتے ہیں۔ عیسائی لاکھوں کی تعداد میں حقائق قرآن کو ہر سال مفت تقسیم کرتے ہیں۔ لہٰذا ہدایات القرآن کی وسیع اشاعت نہایت ضروری ہے۔ فی نسخہ ۲؍

رسالہ جیوری حاکم در مذہب خاکساری } از تصنیف شہزادہ ...

... قیمت مع کرایہ آمد ۱؍

مظلوم قوم } تصنیف مولوی محمد بخش صاحب ... اس کتاب میں مصنف نے اچھوتوں پر ہندوؤں کے مظالم اور اسلامی مساوات و اسلامی تعلیمات کو مؤثر پیرایہ میں بیان کر کے اچھوتوں کو اسلام کی دعوت دی ہے۔ قیمت ۵؍

اسلامی جہاد } راولپنڈی میں فوج محمدی کے عظیم الشان کیمپ منعقدہ ۹۔۱۰ دسمبر ۱۹۳۸ء میں انصار سپاہیوں سے آلہ مکبر الصوت پر خطاب جس میں اسلامی جہاد کی حقیقت اور فوج محمدی کے نصب العین کو واضح کیا گیا ہے اور عہد حاضر کی بعض ملحدانہ عسکری تنظیموں پر بھی ناقدانہ تبصرہ کیا گیا ہے۔ از مولانا ظہور احمد صاحب بگوی امیر مجلس مرکزیہ حزب الانصار بھیرہ قیمت ۱؍

خاکساری مذہب } ضلع میانوالی کی اسلامی جماعتوں کے نمائندہ اجتماع کے موقع پر بمقام میانوالی علماء کرام کی طرف سے خاکساری مذہب پر حقیقت افروز تبصرہ خوبصورت ٹریکٹ شائع کر کے مسلمانوں میں تقسیم کیا گیا۔ از مولانا ظہور احمد صاحب بگوی امیر مجلس حزب الانصار بھیرہ قیمت ۱؍

خاکساری فتنہ } خاکساری لعنت کے خلاف یہ پہلی کتاب ہے جس نے ہندوستان کے علماء کرام کو بیدار کیا جسکو پڑھ کر ہزاروں مسلمانوں کا ایمان مشرقی ملحد کی دستبرد سے محفوظ ہوا اور جسکو دیکھ کر خاکساروں کی کثیر تعداد نے توبہ کی۔ یہ کتاب پانچ دفعہ ہزاروں کی تعداد میں چھپ چکی ہے۔ پانچواں ایڈیشن ... صفحات از مولانا پیرزادہ محمد بہاءالحق قاسمی۔ قیمت فی نسخہ ۳؍ محصولڈاک ۱؍

مشرقی فتنہ } یعنی جناب عنایت اللہ مشرقی کے کفریہ خیالات پر لاجواب تنقید از قلم جناب سید ابوالاعلیٰ صاحب مودودی مدیر ترجمان القرآن قیمت فی نسخہ ۲؍ علاوہ محصولڈاک

ملنے کا پتہ } مینیجر جریدہ "شمس الاسلام" بھیرہ (پنجاب)

Registered No. L. 2650. March, 1947.

شمس الاسلام

SHAMS-UL-ISLAM,

BHERA (Punjab.)

Printed at the Manohar Press, Sargodha & Published from the Office of Shams-ul-Islam, Bhera (Pb.) by M. Ghulam Hussain, Editor, Printer & Publisher.

بیادگار زعیم ملت [illegible]

زیر ہدایت مولانا الحاج افتخار احمد صاحب بلوی امیر حزب الانصار بھیرہ (پنجاب)

سالانہ چندہ
عوام سے ۲/-
طلبہ سے [illegible]
فی پرچہ [illegible]

سالانہ چندہ
معاونین سے ۵/
غیر ممالک سے ۱۰/

منجانب

حزب الانصار بھیرہ و ادارہ عالیہ محمدیہ

(اللہ کے دین کے مددگاروں کا گروہ)

اغراض و مقاصد (۱) اندرونی و بیرونی حملوں سے اسلام کا تحفظ و اشاعت اسلام۔
(۲) [illegible] عوام باتباع شریعت اسلامیہ، احیاء و اشاعت علوم دینیہ

طریق کار (۱) جریدہ شمس الاسلام کا اجراء (۲) دار العلوم عزیزیہ جامع مسجد بھیرہ جو اپنے مختلف شعبوں کے ذریعہ اسلام کی بہترین خدمت انجام دے رہا ہے (۳) مبلغین کے ذریعہ ملک کے طول و عرض میں اسلامی زندگی پیدا کی جا رہی ہے (۴) عظیم الشان سالانہ کانفرنس (۵) امیر حزب الانصار کا مبلغین کے ہمراہ سالانہ تبلیغی دورہ (۶) یتیم خانہ (۷) کتب خانہ (۸) جامع مسجد بھیرہ کی مرمت (۹) مسلم نوجوانوں کی تنظیم

جریدہ کے قواعد و ضوابط

۱۔ رسالہ ہر انگریزی ماہ کی گیارہ تاریخ کو پابندی وقت سے شائع ہوتا ہے مضامین ہر ماہ کی پندرہ تاریخ کو وصول ہونے چاہئیں۔ مدیر کا مضمون نگار صاحبان کی رائے کے ساتھ متفق ہونا ضروری نہیں ہے۔

۲۔ اراکان حزب الانصار کے نام جریدہ مفت بھیجا جاتا ہے چندہ رکنیت کم از کم چار آنہ ماہوار یا تین روپیہ سالانہ مقرر ہے۔

۳۔ عام سالانہ چندہ ۳/- ہے معاونین سے ۵/ طلبہ سے ۲/ مقرر ہے۔ نمونہ کا پرچہ ۳ کے ٹکٹ موصول ہونے پر بھیجا جاتا ہے۔

۴۔ رسالہ باقاعدہ جانچ پڑتال کے بعد بذریعہ ڈاک بھیجا جاتا ہے بعض رسائل راستہ میں تلف ہو جاتے ہیں ایسی صورت میں خریدار کی طرف سے مہینہ کے آخر تک اطلاع موصول ہونے پر رسالہ دوبارہ بھیجا جاتا ہے اطلاع نہ ملنے کی صورت میں دفتر ذمہ دار نہ ہوگا۔

۵۔ جواب [illegible] کارڈ یا ٹکٹ آنا چاہیے ۶۔ بیرنگ ڈاک اور خطوط واپس ہوں گے

جملہ خط و کتابت ذیل کے پتہ پر ہونی چاہیے: غلام حسین منیجر شمس الاسلام بھیرہ (پنجاب)

سرخ نشان دائرہ میں سرخ نشان سالانہ چندہ ختم ہونے کی علامت ہے۔ آئندہ ماہ کا رسالہ بذریعہ وی۔ پی ارسال ہوگا جس کے زائد اخراجات سے بچنے کے لئے بہتر صورت یہ ہے کہ آپ اپنا چندہ بذریعہ منی آرڈر بھیج دیں اگر خریداری منظور نہ ہو تو اطلاع دیں۔ خدارا وی۔ پی واپس فرما کر ایک اسلامی ادارے کو مالی نقصان نہ پہنچائیں۔ خط و کتابت کرتے وقت نمبر خریداری کا حوالہ ضرور دیں

(غلام حسین منیجر شمس الاسلام)

سلام منجانب ملتِ اسلامیہ

(طالوت)

جامعہ نگر (دہلی)

سید کل فخرِ آدم تجھ پہ ہوں لاکھوں سلام
باعثِ تکوینِ عالم تجھ پہ ہوں لاکھوں سلام

ہادیٔ کونین مولائے جہاں، ختم الرسل
بعد حق اے سب سے اکرم تجھ پہ ہوں لاکھوں سلام

کائناتِ دہر موجوداتِ عالم کی ہے آج
سروری تجھ کو مسلّم تجھ پہ ہوں لاکھوں سلام

خواجۂ ہر دو سرا و شافعِ روزِ جزا
اجود و رحمِ مجسم تجھ پہ ہوں لاکھوں سلام

صادق و مصدوق و مامون و امین و مصطفےٰ
نازشِ اولادِ آدم تجھ پہ ہوں لاکھوں سلام

عاجزوں اور عاصیوں کا ہے سہارا تیری ذات
حشر کے سالارِ اعظم تجھ پہ ہوں لاکھوں سلام

آخری دم بھی زباں پر اُمّتی کا لفظ تھا
اے رؤف القلب ارحم تجھ پہ ہوں لاکھوں سلام

اے نبی السیف! ہم کو شے جو بزدل کر گئی ؟
پھر بتا ہم کو مکرّم تجھ پہ ہوں لاکھوں سلام

وہ زمانہ ہوا ہوا

(طالوت)

عشق کی بیماریاں جاتی رہیں
حسن کی سرداریاں جاتی رہیں

ہو گئی معلوم قدرِ عافیت
ان کی ندرت کاریاں جاتی رہیں

ہے سواری کے لئے عیسیٰ کا خر
لال بیگی لاریاں جاتی رہیں

تا بکے چندے پہ کشتیٔ زندگی
ان کی خاطر داریاں جاتی رہیں

گل کھلا دوئی کے جب ایوان میں
مذہبی گلکاریاں جاتی رہیں

پونڈ کے جب ٹوکرے آنے لگے
باپ کی الماریاں جاتی رہیں

لال پانی کی ہے یہ تاثیر دیکھ
زرد سی بیماریاں جاتی رہیں

حسن کے ادنیٰ کرم کے فیض سے
عشق کی ناچاریاں جاتی رہیں

انسان کی نفسی و قلبی حالت

(از مولانا نذیر الحق صاحب قادری)

انسانوں کے رہبر اعظم، رحمت عالم، محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا مشہور ارشاد گرامی ہے "جسم انسانی میں ایک گوشت کا ٹکڑا ہے اگر وہ درست رہے تو تمام جسم صحیح رہتا ہے۔ اور اگر وہ بگڑ جائے تو اس کے بگڑنے سے تمام جسم بگڑ جاتا ہے اور جان لو کہ وہ قلب ہے"۔ اس ارشاد عالی میں دنیا کے انسانوں کو سعادت و شقاوت کا وہ نکتہ و راز بتلا دیا گیا ہے کہ اگر اس زمانہ کے انسان عموماً اور مسلمان خصوصاً توجہ کریں تو اپنے مقصد حیات کو پا سکتے ہیں۔ مگر آہ خدا سے غافل خدا کے منکر اور خدا کے باغی انسان اس قابل کہاں رہے ہیں کہ وہ خدا و رسول کی کوئی بات سن سکیں۔ تاہم سچے ایمانداروں اور اسلام کے علمبرداروں کا فرض ہے کہ وہ اس دور الحاد و فتنہ میں انسانوں کو اسلام کی دعوت دیں اور اللہ کی طرف بلائیں۔ اس میں انسانوں کی فلاح و نجات ہے لیکن ان گذارشات میں میرے مخاطب صرف مسلمان ہیں۔ انہیں غور و فکر کرنا چاہیئے کہ ان کی نفسی و قلبی حالت کیا ہے؟

نفس انسانی کی تین حالتیں

(۱) نفس امارہ۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "اور بعض انسان وہ بھی ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان لائے حالانکہ وہ ایماندار نہیں۔ ان کے دلوں میں بیماری ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان کے مرض کو بڑھا دیا اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔ اس سبب سے کہ وہ (اللہ کی آیتوں اور احکام کو) جھٹلاتے تھے"۔

یہ کون لوگ ہیں؟ وہ جو زبان سے تو ایمان باللہ اور ایمان بالآخرت کا اقرار کرتے ہیں۔ اور مومن ہونے کے مدعی ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ وہ مؤمن نہیں۔ اس لئے کہ ان کا عمل ایمان کے مطابق نہیں، وہ پورے طور پر احکام الٰہی کے مطیع و منقاد نہیں مطلب پرست ہیں۔ اغراض کے بندے ہیں۔ اپنے ذاتی مفاد کے پجاری ہیں۔ اللہ کا حکم ماننے اور اس کی اطاعت کرنے میں اگر ان کو اپنا کچھ فائدہ نظر آئے تو پورے دیندارانہ زعم کے ساتھ شریعت پر عمل کرتے ہیں۔ اور اگر اطاعت الٰہی کی راہ میں کوئی خطرہ اور نقصان نظر آئے تو پھر احکام شرعیہ کو پورے اعتقاد اور عزت و احترام کے ساتھ طاق نسیان پر دھر دیتے ہیں اور مومن کے مومن بھی بنے رہتے ہیں۔ یہ درحقیقت حق پرستی نہیں بلکہ نفس پرستی ہوتی ہے۔ ایمان کا تقاضا حق پرستی اور نیک عملی ہے جو شخص ایمان کے دعوی کے بعد حق پرستی اور نیک عملی کا راستہ اختیار نہیں کرتا قرآن پاک کے نزدیک وہ مومن نہیں بلکہ منافق ہے اور اسی کا نام دل کی بیماری ہے۔

قرآن حکیم میں جو کہیں اس لئے آیا ہے کہ ایمان و عمل

صالح کے ذریعہ قلب و روح کی اس بیماری کا علاج کرے انسانوں کو روحانی و اخلاقی زندگی، تر و تازگی اور طاقت و توانائی بخشے۔ یہ چیز اسی وقت حاصل ہو سکتی ہے جبکہ خدا، رسول، قرآن اور شریعت پر ایمان لانے والے اپنی پوری کی پوری زندگی قانون الٰہی کی پیروی کے لئے وقف کر دیں یعنی معتقدات و عبادات اخلاق و آداب، معیشت و معاشرت اور ریاست و تمدن وغیرہ تمام معاملات میں انفرادی و اجتماعی طور پر اسلامی مسلک و نظریہ اختیار کریں۔ اور اگر وہ ایسا کریں کہ کسی معاملہ میں کفار و مشرکین کے طور طریقے اختیار کر لیں تو پھر وہ سچے اور کامل مومن نہیں بلکہ منافق ہیں اور دلوں کے مریض۔

قلب و روح کی جتنی بھی بیماریاں ہیں، وہ سب الحاد و افکار اور توہم و سوفسطائیہ سے پیدا ہوتی ہیں۔ اور یہ انسانوں کو بے عملی، عیاشی و بدکاری اور معصیت و شقاوت میں مبتلا کرتی ہیں۔ آج مسلمانوں کو مغربی تہذیب، مغربی علوم و فنون اور مغربی سیاست نے انہی بیماریوں میں مبتلا کر رکھا ہے۔ ان کے دلوں کی بستی اجڑ گئی ہے فطرۃ کا نور جاتا رہا ہے۔ ملحدانہ افکار و اعمال سے قلب و ضمیر مردہ ہو گئے ہیں، سرور و راحت قلبی کا نشان تک نہیں ملتا ایمان کے مدعی گناہوں میں بیباک و نڈر ہیں، تمیز و احساس تک مٹ چکا ہے۔ ذہنیتیں مسخ ہو چکی ہیں، اصلاح سے نفرت اور فساد سے الفت ہے بدی کی خواہش نے نیکی کی غرض کو ختم کر دیا ہے اور مسلمانوں کو نہ اچھائی پر خوشی ہے اور نہ برائی پر غم۔ یہ ان کی مذہبی و اخلاقی موت ہے جو اسلامی آبادیوں پر

طاری ہے۔ اسی کو قرآن نے کہا ہے۔

کَلَّا بَلْ رَانَ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ مَا کَانُوْا یَکْسِبُوْنَ۔

قلوب کو خدا کی نافرمانیوں نے مسخ کر دیا ہے۔ ان پر گناہوں کی سیاہی چھائی ہوئی ہے۔ اسی حالت کو قرآن نے نفس امارہ سے تعبیر کیا ہے۔

اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌ بِالسُّوْءِ تحقیق نفس برائیوں کی طرف کھینچنے والا ہے۔

ہمیں ہمارا نامہذب اور شریر نفس برائیوں کی طرف کھینچ رہا ہے اور ہم کھنچ رہے ہیں گناہوں کے سیلاب میں بہے چلے جا رہے ہیں۔ نفس کے مقابلہ میں بے دست و پا ہیں نیکی و اصلاح کے وعظ کچھ فائدہ نہیں دے رہے ہیں مسجدیں اور خانقاہیں کچھ کام نہیں آ رہی ہیں۔ اور علماء و مشائخ کچھ بھی نہیں کر سکتے۔ کیوں؟ اس لئے کہ دنیا کی امامت و سرداری اور سربراہ کاری کفار و مشرکین کے ہاتھ میں ہے۔ اور مسلمان انہی کے افکار و اعمال کی پیروی کر رہے ہیں۔ اور اسلامی نظام کہیں بھی نہیں اور طاغوتی نظام ساری دنیا پر چھایا ہوا ہے۔ پھر کیوں نہ ہم نفس امارہ کے مرید ہوں۔

(۲) نفس لوامہ۔ دنیا میں جب کبھی وہ حالت ہو جو اوپر بیان کی ہوئی ہے تو وحی الٰہی کی روشنی اور ہدایت الٰہی کو لے کر داعیان حق و صداقت اٹھتے ہیں، اور نفس کے بندوں کو اللہ کی بندگی کی طرف بلاتے ہیں۔ نفس امارہ کے پیرو اللہ کی بندگی کی دعوت کو سن کر ناک بھوں چڑھاتے ہیں۔ اس میں کیڑے ڈالتے ہیں۔ مختلف حیلوں بہانوں سے راہ حق سے کتراتے ہیں۔ شکوک و اعتراضات سے چہرۂ

حق کو چھپا دینا چاہتے ہیں. جہل و نادانی کے اوچھے ہتھیاروں سے اسلامی فکر و عمل پر حملہ آور ہوتے ہیں. اور بالآخر مخالفت اور دشمنی پر اتر آتے ہیں کیونکہ اسلامی دعوت سے اُن کا ذاتی فکر و عمل مجروح ہوتا ہے. ان کی قیادت و رہنمائی خطرہ میں پڑ جاتی ہے اور اُن کے اُن اغراض و مفاد اور حقوق پر ضرب لگتی ہے. جو اُن کو نظام باطل کے ماتحت کفر کی غلامی اور نفس کی پیروی کی وجہ سے حاصل ہوتے ہیں. اس لئے وہ حتی المقدور نفس امارہ کی حالت میں ہی رہنا چاہتے ہیں

مگر سعید الفطرت انسان جنہیں کیونکہ حق کی ذرا سی صلاحیت بھی باقی رہتی ہے دو آواز حق کو سن کر ظلمت کدہ سے باہر قدم نکالتے ہیں. ان کی فکری قوت بیدار ہو جاتی ہے احساس و امتیاز خفتہ جاگ اٹھتا ہے. فطرت کی بجھتی ہوئی روشنی ٹمٹمانے لگتی ہے. حق کی طلب و تمنا اور باطل سے نفرت و بیزاری محسوس ہونے لگتی ہے. برائی سے بچنے کی طاقت پیدا ہوتی ہے. مگر چونکہ باطل ذہن سے ابھی ابھی متروک ہوتی ہے اس لئے اپنے پیروں پر کھڑی نہیں ہو سکتی اچھائی کی آرزو کبھی کروٹ بدلتی اور اپنا نشو و نما چاہتی ہے. نیکی سے خوش ہونے لگتی ہے اور بدی و بے راہی سے غمگین ہوتی ہے. اور خدا کی نافرمانی پر نفس ملامت کرنے لگتا ہے. یہ ہے نفس لوامہ: وَلَآ اُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِ قرآن حکیم نے اپنے مخصوص طرز میں اس اندرونی شہادت اور حالت کی طرف انسان کو توجہ دلائی ہے.

جب نفس امارہ، نفس لوامہ کی حالت میں آ جاتے تو ضمیر نیکی کا فتویٰ دینے لگتا ہے. بدی دل میں کھٹکنے لگتی ہے. نافرمانی پر ندامت ہوتی ہے. توبہ و استغفار کا جذبہ قوی ہونے لگتا ہے. نیکیاں زیادہ اور برائیاں کم ہونے لگتی ہیں. اس حالت میں انسان انابت الی اللہ کے کسی مقام میں پھنس کر نہ رہ جائے تو پھر نفس آگے کی منزل میں قدم بڑھا دیتا ہے.

(۳) نفس مطمئنہ. آگے کی منزل یا حالت "نفس مطمئنہ" ہے یعنی یہ کہ قلب میں خدا تعالیٰ کی ذات و صفات کا پورا اور صحیح تصور راسخ ہو جائے، روح اپنی غذا معرفت الٰہی، ذکر الٰہی کو پانے. عقل حکم الٰہی کی پابند ہو جائے، جذبات و احساسات اسلامی رنگ اختیار کر لیں، دوستی و دشمنی خالص طور پر اللہ کے لئے ہو جائے. دل و دماغ تمام اعضا و جوارح پر پوری طرح قابض و متصرف ہو جائیں. غفلت و اغراض سے انسان پوری طرح محفوظ ہو جائے. ہر پیاری سے پیاری چیز کو خوش دلی و خندہ پیشانی کے ساتھ اللہ کی راہ میں قربان کر دے. پھر سمجھے ابھی میں نے کچھ نہیں کیا. اور قلب تمام بیماریوں اور کمزوریوں سے نجات پا کر بالکل مطمئن ہو جائے تو اس حالت کا نام نفس مطمئنہ ہے.

يَا أَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِي إِلَىٰ رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ط

حالت اطمینان و سکون اور یقین و راحت تامہ کی یہ وہ حالت ہے جہاں شک و وہم، اضطراب و تذبذب اور ظن و گمان کا ذرہ برابر شائبہ نہیں رہتا. نجات کامل اور سعادت دارین کے مستحق وہی سعید و صالح انسان ہو سکتے ہیں جو یوں اپنا مطلوب و مقصود پالیں. اس مقام پر پہنچ کر انسان کے لئے دنیا و آخرت دونوں ہیں. بجز جنت الخلد و

سرور، اور راحت و اطمینان کے غم، فکر، رنج، الم اور اضطراب کا ذرا سا اثر بھی نہیں ہوتا۔ یہی دنیا جو ایمان و معرفت سے محروم دنیا والوں کے لئے مایا کا جال، دکھوں کا گھر، الجھنوں اور پریشانیوں کی جگہ اور درد و الم کا منبع ہے۔ صاحب نفس مطمئنہ کے لئے دار المقام اور دار السلام بن جاتی ہے ابن تیمیہ نے کیا خوب فرمایا ہے۔

دنیا میں بھی ایک جنت ہے سو جو اس دنیا کی جنت میں داخل نہیں ہوا۔ وہ آخرت کی جنت میں بھی کبھی داخل نہ ہوگا۔"

یہ قول اللہ تعالےٰ کے اس ارشاد کا خلاصہ وعطر ہے:۔

وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّہٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى۔

یعنی جو شخص اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے اور زندگی کا حساب دینے سے ڈرا۔ اور اپنے نفس کو تمام شرارتوں، بدخیالیوں اور بیجا خواہشوں سے روک لیا۔ تو اس کا مقام دار النجات جنت ہے

اسلام مسلمانوں کو اس مقام تک لانا اور سعادت دارین کا مستحق بنانا چاہتا ہے لیکن عہد حاضر کے مسلمان کہاں ہیں؟ اب ہر شخص اپنے قلب و نفس کی حالت دیکھ کر فیصلہ کر لے کہ وہ کس حالت میں ہے۔ اگر میں عرض کرونگا تو گستاخی ہوگی۔ اور مسلمانوں کی گستاخی اتنا بڑا جرم ہے جو کسی طرح معاف نہیں کیا جا سکتا۔

اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو توفیق دیں کہ وہ معرفت الٰہی اور معرفت نفس حاصل کریں۔ اپنے آپ کو جانیں۔ اپنی حالت کا صحیح اندازہ لگائیں۔ اپنی اصلاح پر آمادہ ہو جائیں۔ اور ترقی کے اسی راستہ پر ہولیں جو قرآن نے اُن کو دکھایا ہے۔

آمین

تعلیم نسواں اور اصلاح نسواں

قدامت پسند اور تجدد پرور مسلمانوں کیلئے ایک لمحہ فکریہ

(از مولانا نذیر الحق صاحب)

اُمت مسلمہ کی زندگی کچھ اس طرح بگڑی اور منتشر ہوئی ہے کہ زندگی کا کوئی پہلو بھی صحیح و سالم نہیں رہا۔ ان کی زندگی کے تمام شعبے بگڑے ہوئے اور اصلاح پذیر ہیں۔ قرآن اور صاحب قرآن کی ہدایت و رہنمائی کے ذریعہ حضرت حق جل مجدہ نے اُمت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام پر بہت بڑا فضل و احسان فرمایا تھا۔ ان پر اصلاح و ترقی کی تمام راہیں کھول دی تھیں۔ کامیابی و فلاح کے تمام گُر بتلا دیئے تھے۔ اور ان کو دینی و دنیوی کمالات کے اصول و قوانین تعلیم فرما دیئے تھے انہی دو چیزوں کے ذریعہ ہمارے سلف صالحین نے دارین کی فلاح و سعادت حاصل

کی۔ قرآن و حدیث کے صحیح علم و عمل اور کامل اتباع سے جو طرح فائز المرام و شادکام ہوئے اور اُن کے اصلاحی کارناموں نے اقوامِ عالم کو راہِ ترقی پر لگا دیا۔ مگر آہ! ایک ہم ہیں کہ دینِ متین کی حفاظت کے باوجود اور کتاب و سنت کے غیر محرف ہوتے ہوئے ہم نے اپنے آپ کو تباہ و برباد کر لیا۔ اپنا علمی و عملی اندوختہ لٹا بیٹھے، اپنی زندگی کو اپنے ہاتھوں بگاڑ لیا۔

حالاتِ انسانی اور کمالاتِ فطرتِ انسانی کا کوئی پہلو ایسا نہیں جس میں ہم قرآن کی ہدایت و رہنمائی اور حضور کے درس و اتباع کو نہ بھول گئے ہوں۔ جس آقا نے ہمیں پستی و ضلالت سے اُٹھا کر علم و اخلاق اور ترقی و سعادت کی انتہائی بلندی تک پہنچایا تھا ہم نے زندگی کے ہر پہلو میں اس کی پیروی کو ترک کر کے غیر اسلامی افکار و اعمال کو اختیار کر لیا۔ اور اغیار و اجانب کی اندھی تقلید و پیروی کو اپنا شعار بنا لیا۔

اسلام نے جہاں مردوں کی تعلیم و تربیت اور تہذیب و ترقی پہ زور دیا تھا۔ وہاں عورتوں کی تعلیم و تربیت اور تہذیب و ترقی کو بھی لازمی قرار دیا تھا۔ مگر نہ مردوں نے اسلام کی دعوت و پکار کو سنا اور نہ عورتوں نے۔ دنیا کی قوموں نے اپنی علمی و اصلاحی کوششوں سے ترقی حاصل کی۔ اور ہمارے مرد اور عورتیں بھی بگڑیں دونوں صنف کے عادات و خصائل میں فساد آیا۔ دونوں نے راحت طلبی، عافیت کوشی، دنیا پرستی اور آسائش پسندی پہ اپنی تمام کوششیں صرف کر دیں۔ نتیجہ یہ کہ ہم غلام و محکوم اور پامال و زنگار ہو کر رہ گئے۔ نہ مردوں میں دین و اخلاق اور فضل و کمال باقی رہا اور نہ عورتوں میں۔

غضب بالائے غضب یہ کہ اول تو ہم صدیوں تک دین و دنیا سے اور فرائضِ حیات سے بے خبر اور غافل و مدہوش رہے پھر اگر لمبی غفلت اور مدہوشی کے بعد بیدار و ہوشیار بھی ہوئے تو اسلام کی طرف رجوع نہیں کیا بلکہ ترقی کی دھن اور دولت و اقتدار کی تمنا میں اسلام کا راستہ چھوڑ کر کافرانہ و مشرکانہ افکار و اعمال کو اپنا ذریعۂ نجات بنایا۔ پہلے مرد سکولوں اور کالجوں کی بھینٹ چڑھ کر مغربی تہذیب کا شکار ہوئے۔ پھر اسی لعنتی تعلیم و تہذیب کا بھوت عورتوں پر سوار ہو گیا۔ اس تعلیم و تہذیب نے مردوں اور عورتوں کو کیوں کر بندۂ نفس و شکم بنایا۔ اور ان کو خداوندانِ باطل نے کس کس طرح تہذیب سے مذہب و اخلاق کا دشمن بنایا؟ یہ ایک جگر خراش داستان ہے اور ہمارے موضوع سے خارج ہے۔ مختصر یہ ہے کہ مغربی تعلیم و تہذیب نے ہمارے مردوں و عورتوں کو نہ دین کا رکھا اور نہ دنیا کا۔ دونوں جہان سے کھو دیا۔ مردوں سے زیادہ عورتیں بہت بری طرح تہذیبِ مغرب کا شکار اور تباہ و برباد ہیں۔

قرونِ اولیٰ کی عورتیں اور زمانۂ حال کی عورتیں

قرونِ اولیٰ کی عورتوں نے دین کو اختیار کرنے، دین کو قائم کرنے، حق کی راہ میں جد و جہد کرنے، اپنی عزت، راحت، اولاد، مال اور جان کو بے دریغ قربان کرنے، اخلاق سنوارنے، علمی و عملی ترقی کرنے اور عند اللہ جواب دہ و مسئول ہونے میں مردوں کے برابر ہونے کا ثبوت دیا تھا۔ تاریخِ اسلام اس پر شاہدِ عدل ہے کہ اقامتِ دین

کی جدوجہد میں عورتوں نے مردوں کی برابر حصہ لیا۔ اسلام کے لیے دنیا جہاں کی مصیبتوں کو مول لیا۔ اللہ کی راہ میں تکلیفیں جھیلیں اور شدائد و مصائب برداشت کرنے میں بہتر مثالیں قائم کیں۔ حق پرست خواتین نے حق کی خاطر وہ سب کچھ کیا جو مردوں نے کیا۔ اسلام کا اثر ان کے قلوب پر اس درجہ حاوی تھا کہ ان کی تمام زندگی اللہ کے لئے وقف ہو گئی تھی۔ وہ خدا کی فرمانبرداری کے جذبے سے سرشار تھیں۔ ایثار و قربانی میں مردوں سے بڑھی ہوئی تھیں اور ایمانی اوصاف و خصائص کی مالک تھیں۔

اسلامی تہذیب و تمدن کی تشکیل و تعمیر اور اس کی حفاظت و بقا میں انہوں نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ دین حق کی اشاعت و حفاظت میں مجاہدہ کی شریک رہیں۔ وہ میدان جہاد میں جاتیں زخمیوں کی مرہم پٹی کرتیں تیر اٹھا اٹھا کر لاتیں بعض اوقات خود شمشیر بکف ہو کر دشمن سے نبرد آزمائی کرتیں مردوں کی ہمت و ڈھارس بندھاتیں۔ ان کو اللہ کی راہ میں مرنے کے لئے ہنسی خوشی بھیجتیں اور صبر و شکر کا ثبوت دیتیں۔

تعلیم و تدریس، وعظ و ارشاد اور قضا و افتا میں بھی وہ مردوں کے ساتھ ساتھ نظر آتی ہیں۔ اور انہوں نے اپنے حقوق و فرائض کو مردوں کی طرح بڑھ چڑھ کر ادا کیا۔

اب ذرا زمانہ حال کی عورتوں کی حالت بھی دیکھ لیجئے۔

صدیوں کی جہالت و غفلت، غلط تعلیم و تربیت، غلط روایات اور غلط افکار و اعمال کی وجہ سے ان کی حالت یہ ہے کہ وہ دین و دنیا دونوں سے بےخبر ہیں۔ وہ دین، مقاصد دین، اور ضروریات دین اور عصر حاضر کے تقاضوں سے لاعلم ہیں۔ حقوق و فرائض سے آشنا نہیں، ایمان، عمل صالح، اخلاق اور عفت و طہارت سے محروم ہیں۔ انہوں نے دین کی ساری ذمہ داریاں اور ملت کی فلاح و ترقی کی تمام آرزوئیں مردوں پر ڈال دی ہیں۔ خود اسلام اور مسلمانوں کی تمام ذمہ داریوں سے اپنے آپ کو آزاد خیال کرتی ہیں۔ وہ صرف اپنے جسم کی خادم بن کر رہ گئی ہیں۔ جسم کی زیبائش و آرائش اور لطف و راحت کو اپنا مقصد حیات سمجھتی ہیں۔ دنیا میں اپنا سب سے بڑا حق اس کو تصور کرتی ہیں کہ ان کو روٹی کپڑا اور رہنے کے لئے مکان مل جائے۔ ان کی سب سے بڑی چاہت یہ ہوتی ہے کہ ہم اپنے گھر کی مالک بن کر رہیں ہم پر کسی کی کوئی ذمہ داری اگرفت اور مسئولیت نہ ہو۔ ہمیں ہر طرح کی آزادی حاصل ہو۔ کسی طرح کا دکھ اور تکلیف نہ پہنچے ہم اپنے گھر میں جو چاہیں کریں۔ ساس نندوں کی روک ٹوک نہ ہو، جیٹھ دیوروں کی امداد و اعانت نہ ہو اور خاوند خادم بن کر رہے۔ اس کا سب سے بڑا فرض یہ ہو کہ وہ بیوی کی ہر جائز و ناجائز خواہش اور فرمائش کو بلا چون و چرا پورا کرتا رہے۔

انہیں کچھ خبر نہیں کہ دین ہم سے کیا چاہتا ہے؟ قوم کس حال میں ہے؟ اور دنیا کہاں سے کہاں پہنچ گئی ہے وہ ہیں اور ان کی خوش حال زندگیاں۔ مذہب و ملت سے انہیں کوئی سروکار نہیں۔ وہ مذہبی علم و عمل کو مزدوری

وعید نہیں سمجھتیں، حقوق و فرائض کی پابندی کا اہتمام نہیں کرتیں۔ انہیں سوائے بننے اور سنورنے کے اور کچھ نہیں آتا۔ اس سے اگر فرصت ملتی ہے تو سیر سپاٹے اور لڑنے جھگڑنے میں اپنا وقت گنواتی ہیں۔ غیبت اور چغلی ان کی عادت ثانیہ ہے۔ لگائی بجھائی ان کی زندگی کا پیارا مشغلہ ہے۔ بات بات پر بگڑنا اور صلواتیں سنانا اُن کا طرہ امتیاز ہے۔ شہری عورتیں بننے سنورنے سیر و تفریح کرنے اور اچھے سے اچھا کھانے پینے اور پہننے میں مست ہیں۔ اور دیہاتی عورتیں جہالت، حماقت، اوہام پرستی، خرافات نوازی، گندے جسموں، گندے لباسوں، گندے مکانوں اور گندے خیالوں اور پھوہڑ پنے میں مگن ہیں۔ شہری عورتوں کو سادہ زندگی، محنت و مشقت اور اطاعت و فرماں برداری سے نفرت ہے۔ اور دیہاتی عورتوں کو علم، صحت صفائی، سلیقہ شعاری، تربیت و اصلاح اور عقلمندی و ہوش مندی سے چڑ ہے۔ اُن کی دلچسپی بازاروں، باغوں، پارکوں، جلسوں اور سینماؤں سے ہے۔ اور ان کی وابستگی مکانوں اور کھیتوں سے ہے۔ لڑنا اور لڑانا شہری اور دیہاتی، پڑھی لکھی اپٹوڈیٹ فیشن ایبل اور جاہل و کندۂ ناتراش سب قسم کی عورتوں کو خوب آتا ہے۔ غرض یہ کہ ہماری پڑھی لکھی اور جاہل خواتین اسلامی زندگی اور ایمانی اوصاف و خصائص سے محروم ہیں۔

عورتوں کے بگڑنے کا نتیجہ

عورتوں کے فساد و بگاڑ نے ہماری زندگی کو تہس نہس کر ڈالا ہے۔ اب حالت یہ ہے کہ عورتیں دین و دنیا سے بیخبر تمام معائب و خرافات اپنے اندر لئے بیٹھی اور وہی معائب و خرافات اپنے بچوں اور شوہر دل میں پھیلا رہی ہیں۔ مغربی تہذیب کی جو برائیاں اقتدار کا راز ہیں اُن سے عورتیں بری طرح متاثر ہیں۔ فیشن پرستی نے ان کی خواہشات کو بے لگام اور ضروریات زندگی کو حد سے زیادہ بڑھا دیا ہے۔ یہی خامیاں بچے ماؤں سے سیکھتے ہیں۔ اور شوہر اُن کی فرمائشوں اور ناز برداریوں کے لئے حرام و حلال کی تمیز اٹھا کر دین اور آخرت کو بھلا کر دولت کمانے، جائداد بنانے اور عیش و راحت کی زندگی بسر کرنے کو اپنا مقصد حیات بنائے ہوئے ہیں۔ اُن کا وقت، دولت، ہاتھ پاؤں، دل و دماغ اور تمام سامان حیات صرف اپنی ذات اور اپنی بیویوں کی خوشنودی و ناز برداری میں کام آرہا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ عورتوں کے دین و دنیا سے غافل اور بندہ نفس و شکم ہونے کی وجہ سے بچے اور شوہر بھی دین و دنیا سے غافل اور بندۂ نفس و شکم بنے ہوئے ہیں۔

عورتوں کو اپنے فرائض حیات کا علم و احساس تک نہیں۔ ان کی زندگی صرف حیوانی زندگی بن کر رہ گئی ہے۔ اس وجہ سے ہماری تمام نسل کی ذہنی و اخلاقی حالت مسموم ہو گئی ہے۔ جو نسل اس وقت ہمارے سامنے ہے وہ آوارہ فیشن پرست، آرام طلب، کاہل، کمزور، صحت و توانائی سے محروم، دین و اسلام سے ناآشنا اور اخلاق و ایمان سے معرا کیوں ہے؟ اس لئے کہ اس کو ماؤں کی گود میں دودھ کے ساتھ ساتھ مذہب و

اخلاق اور پاکیزگی و طہارت کی روح نہیں ملی۔ صحیح اسلامی تربیت کی پہلی درسگاہ اور جسمانی نشوو ارتقا کے ساتھ صحت و توانائی کا منبع ہماری مائیں ہیں۔ اگر اس درسگاہ اور منبع سے بچوں کو مذہب و اخلاق کا سبق اور مومنانہ اوصاف و خصائص نہ ملیں گے تو پھر یہ چیز اُن کو دنیا کی کسی تعلیم و تربیت گاہ سے نہیں مل سکتی۔ بچے ماؤں ہی کی گود میں بنتے یا بگڑتے ہیں۔ مائیں اگر چاہیں تو اپنے بچوں کو بگاڑ دیں اور چاہیں تو بنا دیں۔ جو اچھا یا بُرا نقش چاہیں اُن کے دل پر نقش کر دیں۔ مائیں بچوں کی زندگیوں کی معمار اور انجنیئر ہیں۔ سو ظاہر ہے کہ جب مائیں دیندار ہوں گی تو بچے بھی دیندار ہوں گے۔ اگر مائیں بے دین ہوں گی تو بچے بھی بے دین ہوں گے۔ بچے سب سے پہلے اور سب سے زیادہ اپنی ماؤں کی زندگی سے اثر لیتے ہیں۔ اور انہی سے عادات و خصائل حاصل کرتے ہیں۔

آج ہمارے اندر عبداللہ بن زبیرؓ اور خالد بن ولیدؓ جیسے جانباز مجاہد امام مالکؒ اور امام ابوحنیفہؒ جیسے فقیہہ و مجتہد امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ جیسے ائمہ حدیث اور سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانیؒ اور سیدنا شیخ علی ہجویریؒ جیسے دین کو زندہ کرنے والے صوفی کیوں نہیں پیدا ہوتے اس لئے کہ ہم میں وہ محترم خواتین موجود نہیں جنہوں نے ان اعاظم رجال کی ذہنی و اخلاقی تربیت کی تھی۔

مردوں کی خرابی بھی نسلوں کو بگاڑتی ہے۔ مگر ان کی خرابی کے اثرات و نتائج سے بچوں کو بچانا اور اصلاح کرنا آسان ہے۔ مگر عورتوں کے بگاڑ کے ہلاکت آفرین اثرات و نتائج سے بچانا ناممکن ہے۔ ان کی پیدا کردہ خرابی شاخوں اور تنے کی خرابی نہیں بلکہ جڑ کی خرابی ہے جس درخت کی جڑ میں خرابی ہو اُس کا تناور درخت بننا مشکل ہے پس عورتوں کی اصلاح اور ان کی تعلیم و تربیت صحیح اسلامی ترقی و تنظیم کا پہلا قدم ہے۔ اور یہ کام ہمارے مفکرین و مدبرین ملت کی اولین توجہ کا مستحق ہے۔ اس سے غفلت و لاپروائی برت کر ہم کبھی اپنی بگڑی ہوئی قوم کو نہیں بنا سکتے۔

ضرورت ہے کہ دردمندانِ اسلام تحریک اقامتِ دین کے نصب العین کے ماتحت عورتوں کی تعلیم و تربیت کا صحیح نصاب مرتب کریں جو نصاب آج ہمارے نسوانی اداروں اور تعلیم گاہوں میں چل رہے ہیں وہ اقامتِ دین کے مقصد کو پورا کرنے والے نہیں اور نہ اسلامی انقلاب کی طرف لے جانے والے اس لئے ازسرِنو تعلیم نسواں کا نصاب مرتب کرنے کی ضرورت ہے ہم صرف مردوں کے ذریعہ دینِ حق کو قائم اور غالب نہیں کر سکتے۔ اس میں عورتوں کا تعاون بھی ضروری ہے۔ ان کی بیداری اور شرکت کے ہم قدم قدم پر محتاج ہیں۔

وقت آ گیا ہے کہ ہم عورتوں کی غفلت دور کریں۔ ان کو ان کے فرائض اور ذمہ داریاں یاد دلائیں۔ ان کو مومنہ اور مسلمہ بنائیں، ان کو دین کے صحیح مفہوم اور مقتضیات ایمان سے آگاہ کریں۔ اور ان کو ایمانی اوصاف و خصائص کے زیور سے آراستہ و پیراستہ کریں۔ ان کی زندگیوں سے آرام طلبی، فیشن پرستی اور بری عادتوں کو دور کریں۔ اسلامی ترقی اور احیاء دین کا یہی بنیادی اور صحیح طریقہ ہے

دورِ رسالت میں ادب وشعر کی ایک جھلک

(از مولانا شاہ فیاض عالم صاحب ولی اللہی)

عام طور پر مذہب کو زندگی کا ایک مکمل خشک لائحہ عمل سمجھا جاتا ہے جس کو ادب وشعر سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔ اور ہونا بھی یہی چاہیئے اس لئے کہ ٹھیٹھ مذہبی حضرات جن کو مذہب کا سچا پیرو اور دین کا صحیح نمونہ سمجھا جاتا ہے۔ اکثر اس سے بے بہرہ رہتے ہیں۔ اسی وجہ سے انسان ان کی صحبت میں ایک کوفت اور بے کیفی سی محسوس کرتا ہے۔ اس کے علاوہ چند آیتیں اور حدیثیں بھی ایسی ہیں جن کا ظاہری مطلب یہی ہے کہ شعروشاعری نہایت ہی بری چیزیں ہیں۔ انسان کو ان سے بچتے رہنا چاہیئے۔ قرآن حکیم میں ہے۔

والشعراء یتبعھم الغاؤن	اور شاعروں کی بات پر وہی
الم تر انھم فی کل واد یھیمون	لوگ چلتے ہیں جو گمراہ ہیں۔ تو
وانھم یقولون ما لا یفعلون	نے نہیں دیکھا کہ وہ ہر میدان

میں سر مارتے پھرتے ہیں۔ اور وہ جو کچھ کہتے ہیں کرتے نہیں ہیں۔

حدیث نبوی میں ہے:۔

حضرت ابن عمر کہتے ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا کہ انسان کے پیٹ میں پیپ بھرا ہوا ہو یہ بہتر ہے اس سے کہ اس میں اشعار بھرے ہوں۔

آیت اور حدیث عام ہے اس کے عموم سے لوگ یہ سمجھ لیتے ہیں کہ شعروشاعری بالکل ناجائز ہے۔ حالانکہ آیت اور حدیث میں جو کچھ کہا گیا ہے وہ تصویر کا ایک رخ ہے۔ جس ہر پہلو پر نظر ڈال کر فیصلہ کرنا ہے۔

اسلام ایک نہایت ہی معتدل مذہب ہے یہ انسان کو رہبانیت نہیں سکھاتا بلکہ صحیح متمدن زندگی بسر کرنے کی ہدایت کرتا ہے۔

شعروشاعری سے دلچسپی ایک فطری جذبہ ہے جب سے دنیا کی تاریخ شروع ہوتی ہے اسی وقت سے ہم شعروشاعری کا وجود پاتے ہیں۔ اسی وجہ سے اس کے آغاز کی تاریخ اب تک معلوم نہ ہو سکی دنیا کے تمام باشندے بلا امتیاز نسل و قوم، ادب وشعر سے دلچسپی رکھتے ہیں۔

ہاں جس طرح اور چیزوں میں بے اعتدالیاں ہوتی ہیں۔ اسی طرح ادب وشعر افراط و تفریط سے محفوظ نہ رہ سکا۔ اسی وجہ سے اس کا ایک حصہ ایسا نکل آیا جو انسانی معاشرہ کے لئے مضرت رساں ہے۔ لیکن بجا طور پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ اس کے بہت سے مفید پہلو بھی ہیں۔ اور یہی فیصلہ صحیح اور حق بجانب ہے۔ اس لئے ہمیں مفید کو غیر مفید سے تمیز کر کے قبول کرنا اور غیر مفید کو رد کر دینا چاہیئے۔ یہی فیصلہ اسلام کا بھی ہے۔ حدیث نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم میں ہے۔ حضرت ابی بن کعب ؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ان من الشعر حکمۃ۔ شاعری میں حکمت کی باتیں بھی ہوتی ہیں۔

اور ایک روایت میں ہے :-
ان من الشعر لحکمۃ وان من البیان لسحرا۔ بہت سے اشعار میں حکمت کی بات ہوتی ہے۔ اور بہت سے بیان جادو ہیں۔

ذیل میں کچھ واقعات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کے لکھے جاتے ہیں جن میں دور رسالت کے ادب وشعر کی ایک جھلک دیکھی جا سکتی ہے۔

(۱) رات کا وقت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خیبر کی طرف تشریف لے جا رہے ہیں۔ کچھ صحابہ ساتھ ہیں مسافت قطع کی جا رہی ہے۔ ایسے موقع میں آدمی کا جی چاہتا ہے کہ شعر و شاعری سے جی بہلائے۔ ایک شخص نے عامر بن اکوع سے کہا کہ اپنی کوئی چیز سناؤ اس نے نظم پڑھنی شروع کی۔

لولا انت ما اھتدینا لا تصدقنا ولا صلینا

(اے اللہ) اگر تو ہماری ہدایت نہ کرتا۔ تو نہ ہم صدقہ دیتے نہ نماز پڑھتے۔

فاغفر فدی لک ما اقتفینا + وثبت الاقدام ان لاقینا

پس بخش دے (میں قربان) ہمارے گناہوں کو۔ اور جب دشمن سے ہماری مڈبھیڑ ہو ہمیں ثابت قدم رکھ۔

والقین سکینۃ علینا انا اذا صیح بنا اتینا

اور ہم پر سکون نازل فرما۔ ہم تو وہ ہیں کہ جب ہمیں قتال کے لئے بلایا جائے تو ہم لبیک کہتے ہیں۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ یہ کون ہے؟ لوگوں نے کہا "عامر بن اکوع" ہے۔ آپ نے فرمایا یرحمہ اللہ (اس پر خدا کی رحمت ہو)

(۲) حضرت ابو ہریرہ رض کہتے ہیں کہ حضرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ فرمایا کہ شعراء کے کلام میں سب سے زیادہ سچی بات وہ ہے جو لبید نے کہی ہے۔

"الا کل شیٔ ما خلا اللہ باطل" اس کا دوسرا مصرع یہ ہے (وکل نعیم لا محالہ زائل)

آگاہ ہو جاؤ کہ اللہ کے سوا سب کچھ ہیچ ہے۔ اور ہر نعمت ایک دن ضرور زائل ہو جائے گی۔

(۳) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تمہارا بھائی (ابن رواؔ) فحش اور باطل کلام نہیں کہتا۔ ان کے اشعار یہ ہیں:- وفینا رسول اللہ یتلو کتابہ

اذا انشق معروف من الفجر ساطع

اور ہم میں خدا کا رسول ہے۔ جو خدا کی کتاب پڑھتا ہے جبکہ خیریت بھری نورانی صبح طلوع ہوتی ہے۔

ارانا الھدیٰ بعد العمیٰ فقلوبنا

بہ موقنات ان ما قال واقع

ہم اندھے تھے ہمیں ہدایت کی راہ دکھائی۔ اب ہمارے قلوب اس بات کا پختہ یقین رکھتے ہیں کہ جو باتیں رسول اللہ نے فرمائی ہیں وہ ہو کے رہیں گی۔

یبیت یجافی جنبہ عن فراشہ

اذا استثقلت بالکافرین مضاجع

آپ اس حالت میں رات گذارتے ہیں کہ (خدا کی عبادت میں) آپ کے پہلو بستر سے الگ رہتے ہیں۔ اس وقت جبکہ کافروں پر ان کا بستر بھاری ہوتا ہے۔ یعنی وہ سوئے رہتے ہیں۔

(۴) غزوہ خندق کی تیاریاں ہو رہی ہیں۔ طے یہ ہوا کہ شہر کے چاروں طرف خندق کھودی جائے تاکہ دشمن اس کو عبور کرکے براہ راست شہر پر حملہ آور نہ ہو سکے۔

آپ کے جاں نثار انصار اور مہاجرین خندق کھودنے میں مصروف ہیں۔ بہت سے ایسے ہیں جو بھوکے ہیں۔ ضعف و نقاہت حرکت کرنے سے مانع ہے لیکن یہ ایمانی طاقت ہی تھی جس کے بل پر یہ کمزوروں کی جماعت خندق کھودنے میں مصروف تھی۔

اس خدائی فوج کے چیف کمانڈر (رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم) معائنہ کے لئے تشریف لے جا رہے ہیں۔ جب خندق کے پاس آئے تو دیکھا کہ مہاجرین و انصار خندق کھود رہے ہیں۔ صبح کا وقت ہے۔ ٹھنڈی ہوائیں چل رہی ہیں۔ لیکن ان کو کوئی پرواہ نہیں۔ ان کے پاس غلام بھی نہ تھے کہ ان کو خندق کھودنے کیلئے بھیج دیتے اور خود گھر میں بیٹھے رہتے۔ جب حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی پریشانی اور بھوک کی کیفیت کا احساس کیا تو فرمایا :-

اللھم ان العیش عیش الاخرۃ
فاغفر الانصار و المھاجرۃ

اے اللہ حقیقی اور دائم عیش تو آخرۃ ہی کا عیش ہے انصار اور مہاجرین کے گناہوں کو معاف فرما۔

انصار یہ سن کر بھڑک اٹھے۔ ان کا جوش حد سے متجاوز ہو گیا۔ مارے خوشی کے پھولے نہ سماتے تھے انہوں نے بھی جواب میں پڑھا :-

نحن الذین بایعوا محمدا + علی الجہاد ما بقینا ابدا

ہم وہ لوگ ہیں جو محمد کے (صلی اللہ علیہ وسلم) ہاتھ پر بیعت جہاد ہمیشہ کے لئے کر چکے ہیں۔

(۵) حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ خندق کی تیاریوں میں بذات خود کام کرتے تھے۔ اللہ اللہ سرور کائنات کی ذات اقدس اور مٹی ڈھونے میں مصروف کام کرتے جاتے اور اشعار پڑھتے جاتے ہیں۔

حضرت براء اس واقعہ کو یوں نقل فرماتے ہیں :-

واللہ لولا اللہ ما اھتدینا
ولا تصدقنا و لا صلینا

قسم ہے خدا کی اگر اللہ ہماری ہدایت نہ کرتا۔ تو نہ ہم صدقہ دیتے نہ نماز پڑھتے۔

فانزلن سکینۃ علینا
وثبت الاقدام ان لاقینا

پس ہم پر اطمینان نازل فرما۔ اور اگر دشمن سے ہماری مڈبھیڑ ہو تو ہمیں ثابت قدم رکھ

ان الاولی قد بغوا علینا
اذا ارادوا فتنۃ ابینا

ابینا ..... ابینا ..... ابینا

یہ لوگ ہم پر زیادتی کر رہے ہیں۔ جب وہ فتنہ کا ارادہ کرتے ہیں تو ہم اس کا انکار کرتے ہیں۔

آپ "ابینا" کے لفظ کو بار بار دہراتے اور کھینچ کر پڑھتے۔

ان واقعات کی روشنی میں صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضور رسالتمآب کی بارگاہ میں ادب و شعر کے لئے کافی جگہ تھی۔ اور اسلام نے شعر و شاعری کو بالکل رد نہیں

کیا ہے۔

اس آیت کو جس میں شعر و شاعری کی مذمت کی گئی ہے اگر بغور پڑھا جائے تو خود اسی آیت میں شعر و شاعری کے جواز کا اشارہ پایا جا رہا ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہو جاتا ہے کہ کس وجہ سے اس کی مذمت کی گئی ہے۔

آیت یہ ہے :-

والشعراء یتبعھم الغاون	شاعروں کی بات پر وہی
الم تر انھم فی کل وادٍ یھیمون	چلتے ہیں جو گمراہ ہیں تو نے
وانھم یقولون ما لا یفعلون	نہیں دیکھا کہ وہ ہر میدان

میں سر مارتے پھرتے ہیں۔ اور جو کچھ کہتے ہیں وہ نہیں کرتے۔

پہلے جملے سے معلوم ہوتا ہے کہ شعراء اور ان کے پیرو گمراہ ہیں۔ اس لئے کہ عام طور پر شعراء کی زندگی کا نصب العین کوئی بلند نہیں ہوتا۔ وہ محض اپنے تخیلات کی دنیا میں بھٹکتے پھرتے ہیں۔ وہ کوئی نظام حیات زندگی کا صحیح لائحہ عمل بنا کر پیش نہیں کر سکتے۔ ان کے خزانے میں صرف خوبصورت اور دلکش الفاظ کی بھرمار ہوتی ہے۔ غلط سے غلط بات کو اچھے سے اچھے الفاظ کا جامہ پہنا کر پیش کرتے ہیں۔ وہ خود اور وہ لوگ جو ان کی پیروی کرتے ہیں گمراہ ہو ہی جاتے ہیں دوسرے اور تیسرے جملے میں شعراء کی خصلت بیان کی گئی ہے۔ اور وہ اسباب بیان کئے گئے ہیں جن کی وجہ سے شاعری ایک مذموم شے ہو جاتی ہے۔

لیکن ہر شخص یہ سمجھ سکتا ہے کہ شاعری محض تخیلات کی وادی میں بھٹکنے اور قول و عمل کے تضاد میں منحصر نہیں، ہم شاعری میں صحیح نظام حیات کا خاکہ پیش کر سکتے ہیں، جس میں ہماری زندگی کی مشکلات کا حل ہو۔ ہم دشمن کے مقابلے کے لئے اپنی قوم کے جذبات اس کے ذریعہ ابھار سکتے ہیں۔ اور ان کو کامیاب بنا سکتے ہیں۔ تاریخ کے صفحات میں ایسی کتنی نظیریں ملتی ہیں کہ شعراء نے اپنے کلام سے مردہ قالب میں روح پھونک دی سرد رگوں میں خون دوڑا دیا۔ اور وہ قوم جو تھک ہار کر بیٹھ گئی تھی ایسی مشتعل ہوئی کہ قتل و غارت کا بازار گرم کر دیا۔ اور بالآخر فاتح بن کر رہی۔ اس لئے اسلام اس کے افادی پہلو کو کیسے نظر انداز کر سکتا ہے؟

اس آیت کا مفہوم یہی ہے کہ وہ شاعری بری ہے جس میں صرف خیال آرائی ہو۔ اور جھوٹی باتیں کہی جائیں۔ غرض اسلام ادب برائے ادب نہیں بلکہ ادب برائے حیات کا قائل ہے۔ جس کی جھلک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں پائی جاتی ہے۔

ردِ مرزائیت

مرزا قادیانی آنجہانی کے مختصر حالات

اور

اُن کے براہین پر تبصرہ

(از مولانا شفیق اللہ صاحب زیارت کاکا صاحب)

مرزا غلام احمد قادیانی نے دعویٰ نبوت مسیحیت و مہدیت کا کیا اور اس دعویٰ کے ضمن میں امام زمان، خلیفہ مامور من اللہ اور کرشن ہونیکا دعویٰ بھی کرتے تھے۔ لیکن وہ اپنے کسی دعویٰ میں مستقل نہیں۔ جب کسی ایک دعویٰ پر بحث کر دو تو وہ دوسرا پہلو لے لیتے ہیں۔ ایک دعویٰ کا بھی ثبوت پیش نہیں کر سکتے۔ مرزا صاحب خطۂ پنجاب میں موضع قادیان کے رہنے والے تھے آپ کے والد کا نام مرزا غلام مرتضیٰ تھا . . . . سکھوں کے زمانہ سے پہلے بقول مرزا صاحب چند گاؤں کی حکومت بھی ان کے خاندان کے ہاتھ میں تھی۔ مگر سکھوں کے عہد میں وہ پامال اور برباد ہو گئی۔ مرزا صاحب نے ابتدائی تعلیم فارسی و عربی کی گھر میں حاصل کی بعد ازاں مولوی گل شاہ ساکن بٹالہ جو کہ مذہباً شیعہ تھے ان سے عربی فارسی تحصیل کی۔ صرف کافیہ شرح جامی تک عربی تعلیم پائی . . . .

. . . . ذخیرہ کتب موجود تھا جو مطالعہ کر کے کسی قدر ترقی کی

. . . .

. . . .

. . . .

. . . .

. . . .

. . . .

. . . .

ابتدائی عمر میں مرزا صاحب ضلع سیالکوٹ کی کچہری میں چند روپیہ ماہوار کے ملازم ہوئے! اور چونکہ اس قلیل تنخواہ پر گذر اوقات مشکل تھا۔ رات دن یہی فکر دامنگیر رہتا تھا کہ کس طرح دولت و مال ہاتھ آئے۔ اور عیش و آرام سے زندگی بسر ہو۔ ایک دن کچہری سے فارغ ہو کر گھر کو آ رہے تھے اور اپنے فکر میں محو اور مصروف تھے کہ ایک رائے صاحب ان کے قریب آئے اور مرزا صاحب سے سلامت ہوئی۔ رائے صاحب نے شکایت کی کہ اب آپ ملتے بھی نہیں۔ مرزا صاحب نے جواب دیا کہ آپ تو کسی کے ملازم نہیں ہم تو مجبور ہیں۔ ایک روز مرزا صاحب وظیفہ کر رہے تھے کہ دروازہ کھلا اور ایک شخص بزرگ صورت عربی لباس زیب تن کئے ہوئے داخل ہوئے۔ بعد سلام علیکم کے بیٹھ گئے اور فرمایا کہ آج آپ کچہری سے دیر کر کے آئے ہیں۔ مرزا صاحب

نے فرمایا کہ ہاں بندگی پابندگی میں اسی سبب سے نوکری سے بیزار ہوں۔ چار پانچ برس ہو گئے اور ہنوز روز اول ہے کچھ ترقی نہیں ہوئی اور نہ امید ہے۔ عرب صاحب نے فرمایا میں آپ کو ایک عمل بتاتا ہوں کہ تھوڑے دنوں کے دور میں اگر خدا نے چاہا تو نوکری کی پرواہ نہ ہوگی مرزا صاحب نے جواب دیا کہ ورد وظائف کا مجھ کو لڑکپن سے شوق ہے۔ مگر بنتا کچھ نہیں۔ جس پر عرب صاحب نے فرمایا کہ صبر و تحمل سے سب کچھ ہو جائیگا پس عرب صاحب نے وظیفہ بھی بتلا دیا اور ساتھ ہی یہ کہا کہ فقط پیر کے گنڈے ہی سے کار برآری نہیں ہوتی کچھ ہمت بھی درکار ہے ......

اس لئے آپ کوئی اور کام شروع کردیں مرزا صاحب نے جواب دیا کہ میرا پہلے ہی سے ارادہ قانون امتحان دینے کا ہے وکالت میں معقول آمدنی ہے۔ چنانچہ امتحان دیا لیکن کامیاب نہ ہوئے۔ جب وکالت سے نا امیدی ہوئی تو آپ نے اپنے پرانے رفیق رائے صاحب سے مشورہ کیا کہ اب کیا کروں۔ رائے صاحب نے پریشانی کی وجہ دریافت کی۔ مرزا صاحب نے کہا کہ تنخواہ قلیل ہے۔ گذارہ نہیں ہوتا اور ترقی محال ہے۔ کروں تو کیا کروں۔

مرزا صاحب چونکہ کچھ زمانہ تک کیمیا کے بھی متلاشی رہے تھے۔ اس لئے رائے صاحب نے کہا کہ آپ نسخہ کیمیائے تلاش کیا کرتے تھے۔ تو مرزا صاحب نے اس کے جواب میں کہا کہ اگر وہ نسخہ ہماری ترکیب یا عمل و کوشش سے بن جاتا تو پھر ہم کو نوکری یا وکالت یا کسی اور کار کی کیا ضرورت تھی۔ رائے صاحب نے کہا کہ میں ایک اور تجویز بتاتا ہوں کہ تمہاری فطرت میں بحث و مناظرے کا مادہ بہت ہے۔ اور آپ کتب کے زمانہ میں بھی مناظرہ کی کتابیں مطالعہ کیا کرتے تھے۔ آپ مناظرہ کی کتابیں تالیف کیا کریں۔ اور فروخت کیا کریں تو عمدہ معاش کے ساتھ شہرت بھی ہو جائے گی۔ مرزا صاحب کو بھی یہ تجویز پسند آئی۔ چنانچہ نوکری چھوڑ کر لاہور آگئے اور چینیاں والی مسجد میں مولوی محمد حسین بٹالوی سے بھی مشورہ کیا۔ انہوں نے بھی اتفاق رائے کیا۔ اور مرزا صاحب نے پہلے پہل براہین احمدیہ کا اشتہار دیا اور اس میں وعدہ کیا۔ کہ اس کتاب میں تین سو دلائل اسلام کی صداقت پر بیان کی جائیں گی۔ اور جو مخالف مذاہب اس کا جواب دے یا میرے بیان کردہ دلائل کو توڑے تو اس کو دس ہزار روپیہ کا انعام دیا جائے گا۔ اور قیمت کتاب کی دس روپیہ اور پانچ روپیہ بعد پیشگی قرار پائی۔ چونکہ مسلمانوں کو اپنے دین سے محبت ہے۔ اور رسول اللہ کے دین کی حفاظت کے لئے روپیہ پیسہ کی کچھ پرواہ نہیں کرتے۔ اور نئی روشنی کے لوگ جو کہ اپنے مذہب سے بالکل کورے ناواقف تھے اور آریوں کے اعتراضات سے تنگ آکر اس اشتہار کو غنیمت سمجھا اور مرزا صاحب کو چاروں طرف سے روپیہ بعد پیشگی آنا شروع ہوا۔ اور دنیائے اسلام نے مرزا صاحب کو ایک مناظر اسلام سمجھ کر اپنی امداد مالی سے مالا مال کر دیا۔ قرضہ بھی ادا ہو گیا۔ اور خود بھی آسودہ ہو گئے۔ اور عرب صاحب کی پیشگوئی کے مطابق مرزا صاحب کی طرف تھوڑے سے عرصہ میں رجوع مخلوقات ہونے لگی۔ اور وظیفہ

نے وہ تاثیر دکھائی کہ مرزا صاحب لاکھوں کے مالک ہو
گئے. براہین احمدیہ لکھتے لکھتے مناظر اسلام سے ترقی کرتے
کرتے اپنے مثیل موعود ہونے کا خیال پیدا ہوا کیونکہ
براہین احمدیہ اول تو حسب وعدہ نہ نکلی اور جو نکلی تو وہ
صرف تمہیدی مضامین تھے پہلی جلد میں اشتہار دوسری
تیسری جلد میں مقدمہ اور تیسری جلد کی پشت پر اشتہار
دے دیا کہ کتاب ہذا میں موجود تک بڑھ گئی ہے. مگر یہ بالکل
دغا اور دھوکہ تھا. کیونکہ چوتھی جلد میں صرف مقدمہ کتاب
اور ۸ تمہیدات تھیں اور صفحات ۵۱۲ تھے. اور تمہیدات
کے بعد باب اول شروع ہی ہوا تھا کہ جلد چہارم کی پشت
پر اعلان شائع کیا کہ اب براہین احمدیہ کی تکمیل خدا نے
اپنے ذمہ لے لی ہے. اس پر لوگوں نے شور مچایا کہ تین سو
جز کی کتاب اور تین سو دلیل جس کا وعدہ تھا پورا کرو.
ورنہ قیمت واپس کردو. اس وعدہ خلافی کے سبب مسلمانوں
میں کا دیندار طبقہ تو اس سے ناراض ہوگیا. ادھر مرزا
صاحب نے اپنے کرامات والہامات کا اشتہار
دیا اور اشتہاروں سے تمام دنیا میں ہل چل مچا دی.
کہ میں مثیل مسیح ہوں. مجھ کو وحی ہوتی ہے. اور جو وحی
اور مکالمہ ومخاطبہ الٰہی سے سرفراز ہوتا ہے وہ نبی ہوتا ہے
پس میں نبی ہوں اور میری خاطر طاعون آئی ہے کہ میرے
منکروں کو ہلاک کردے. اور اس آیت وَمَا كُنَّا
مُعَذِّبِينَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُولًا آیۃ سے استدلال کیا کرتے
تھے. کہ خدا نے جو عذاب بھیجا ہے. تو رسول بھی ضرور
ہونا چاہیئے پس طاعون کے عذاب کے ساتھ میں رسول
ہوں. اپنی رسالت کے لئے یہ دو دلیلیں پیش کیں. اول

دونوں پر غور کرنا چاہیئے کہ ان میں کس حد تک معقولیت
اور صحت پائی جاتی ہے

(دلیل اول کا اجمالی جواب) مکالمہ اور مخاطبہ جس طرح
کہ خدا کی جانب سے ہوتا ہے. اسی طرح شیطان کی طرف
سے ہوتا رہتا ہے. اس وجہ سے سب صوفیائے کرام اور
اولیاء مقربین بارگاہ الٰہی ہیں وساوس شیطانی سے
حفظ وامان کی دعائیں صبح وشام مانگتے آئے ہیں. اب
جبکہ مکالمہ ہر دو جانب سے ہوا کرتا ہے تو ہم الہام من اللہ
اور الہام من الشیطان میں فرق کن ذرائع سے کریں گے
اس کے لئے صرف ایک ذریعہ ہے یعنی شریعت محمدیہ علی
صاحبہا التحیۃ والسلام اس کسوٹی پر سے اس کی حقیقت
اور بطلان معلوم ہو جاتی ہے. اگر کوئی کشف والہام شریعت
مطہرہ کے موافق ہو تو صحیح اور مقبول اور اگر شریعت کے
خلاف ہو. تو وسوسہ شیطانی اور مردود ہے.

چنانچہ شیخ اکبر محی الدین عربی مقدمہ فصوص الحکم
میں تصریح فرماتے ہیں. کہ وحی خاصہ انبیاء علیہم السلام
اور یہ بواسطہ فرشتہ یعنی جبریل علیہ السلام کے ہوتا ہے
اس لئے یہ وساوس سے پاک ہوتا ہے. یعنی وہ [illegible]
کلام الٰہی ہے حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی [illegible]
مبارک کو قرآن اور وحی ظاہر نہیں کہتے. وحی خصائص نبوۃ
سے ہے. اور الہام ولایت سے مخصوص ہے. اور نیز وحی
میں تبلیغ شرط ہے. اور الہام میں تبلیغ شرط نہیں.
واردات رحمانی وملکوتی اور واردات جن [illegible]
جو فرق ہے وہ یہ ہے کہ جو واردات رحمانی ہوتی ہیں
ان سے خوف ورجاء وغیرہ کی طرف رغبت ہوتی ہے

اور جو بات میں اثنت جو اس کے خلاف ہو وہ وارفات شیطانی ہیں۔

حضرت شیخ کے کلام سے دو امر واضح ہو جاتے ہیں پہلا یہ کہ وحی خاصہ انبیا علیہم السلام ہے۔ اور بذریعہ جبرئیل علیہ السلام ہوتا ہے۔ دوسرا یہ کہ الہام اولیاء رحمانی بھی ہوتا ہے اور شیطانی بھی۔ لہٰذا ہر ایک واردات کو وحی الہٰی سمجھ لینا ٹھوکر اور غلطی ہے۔ اور اسی کے امتیاز کے لئے میں ابھی عرض کر چکا کہ محک اور کسوٹی شریعت مطہرہ ہے۔ چنانچہ شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ فتوح الغیب میں لکھتے ہیں کہ کشف والہام پر عمل کرنا جائز ہے بشرطیکہ وہ قرآن اور نیز قیاس صحیح کے مخالف نہ ہو اور نیز امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ احیاء العلوم میں فرماتے ہیں کہ ابوسلیمان درانی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ الہام پر عمل نہ کیا کرو۔ جب تک اس کی تصدیق آثار سے نہ ہو جائے۔ اور نیز حضرت مولانا علی ہجویری معروف بہ داتا گنج بخش اپنی کتاب کشف المحجوب فارسی کے ص ۱۶۵ پر ارقام فرماتے ہیں کہ

اہل الہام را بر خطاء و صواب برہان نہ باشد نا بجز یکے گوید کہ ہمیں الہام است کہ خداوند در مکان است ویکے گوید کہ مرا الہام چناں است کہ زیرا مکان نیست و دو ندرد و دعاوی متضاد حق بہ نزدیک یکے باشد و ہر دو بالہام دعوی میکنند ولامحالہ دلیلے میباید تا فرق کند میان صدق وکذب الخ ،

اور نیز تذکرۃ الاولیاء ص ۱۵ پر حضرت اویس قرنی رح وصیت اپنی الفاظ منقول ہے :۔

"یک قدم از موافقت جماعت امت کشیدہ نہ داری تا ناگاہ بے دین نشوی ونمانی در دوزخ افتی۔"

اور بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کشفی حالت بیان فرماتے ہیں۔

"کہ پس چہار ہزار وادی قطع کردم و بنہایت درجۂ اولیا رسیدم چوں نگاہ کردم خود را در بدایت درجۂ انبیاء علیہم السلام دیدم چوں نگاہ کردم سر خود بر کف پائے یک نبی دیدم۔ پس معلوم شد کہ نہایت حال اولیاء بدایت حال انبیاء است ونہایت آنرا غایت نیست۔

شیخ ابن عربی فتوحات مکیہ کے باب ۶۶۴ میں آیت کریمہ یا أیھا الذین آمنوا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم کے ذیل میں فرماتے ہیں کہ اولی الامر منکم سے مراد اقطاب اور خلفاء اور اولیاء اللہ ہیں۔ اور ان کی اطاعت اس وقت تک واجب ہے جب تک خلاف شرع حکم نہ فرمائیں۔

اب مذکورہ بالا معیار پر دیکھنا چاہیئے کہ مرزا صاحب کے الہامات وکشوف وپیشگوئیاں موافق شرع ہیں یا نہ۔ چنانچہ ذیل میں چند الہامات ان کے درج کئے جاتے ہیں۔ ناظرین خود نظر انصاف سے دیکھیں۔

کتاب البریہ ص ۹۲ پر مرزا صاحب لکھتے ہیں کہ میں نے اپنے آپ کو کشف میں دیکھا کہ میں خدا ہوں اور یقین کیا کہ وہی ہوں۔ الخ کوئی مسلمان قرآن مجید اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم پر ایمان رکھنے والا کیا اس کشف کی تصدیق کر سکتا ہے۔ کہ عاجز انسان خدا ہو سکتا ہے۔ بلکہ یہ محض وسوسہ شیطانی ہے۔

براہین احمدیہ صفحہ ۵۵۹ پر مرزا صاحب لکھتے ہیں کہ مجھے الہام ہوا ہے اعمل ما شئت فانی قد غفرت لک انت منی بمنزلۃ لا یعلمہا الخلق (ترجمہ) تو جو چاہے کر تحقیق میں تجھے بخش چکا ہوں میرے ہاں تیرا ایسا مرتبہ ہے کہ جس کو مخلوق نہیں جانتی۔

اسی الہام کے قریب قریب شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کو ہوا۔ کہ اے عبدالقادر ہم نے تیری عبادت قبول کر لی۔ اب بس کر تو شیخ نے حدود شرعیہ پر نگاہ رکھتے ہوئے لاحول پڑھ کر مکر شیطانی رفع کیا۔ کہ یہ کیوں کر ہو سکتا ہے کہ اولوا العزم انبیاء علیہم السلام اخیر دم تک عبادات میں مشغول رہے۔ ان کو یہ معافی اور عبادت کی مقبولیت نہیں ہوئی میری کیا خصوصیت ہے۔ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم تو یوں فرماتے تھے۔ ما عبدناک حق عبادتک۔ اس میدان ابتلا میں تو حضرت شیخ کامیاب ہوئے لیکن مرزا صاحب ان کشوف و الہامات پر دہوکہ خوردہ ہیں۔ جو خیال دماغ میں آ جائے۔ خدا کی طرف سے مکالمہ و مخاطبہ سمجھتے تھے۔

مرزا کا الہام ہے کہ انما امرک اذا اردت شیئاً ان یقول لہ کن فیکون کہ اب تیرا مرتبہ یہ ہے کہ جس چیز کا تو ارادہ کرے اور صرف اس قدر کہدے کہ ہو جا۔ تو وہ ہو جائے گی۔ اس الہام میں مرزا صاحب اپنے آپ کو خدا کا شریک ٹھیراتے ہیں تو کیا یہ وسوسہ شیطانی نہ سمجھا جائے گا۔

یہ سارے الہامات سراسر خلاف شرع اور خلاف قرآن و حدیث و اجماع ہیں۔ جن پر یقین رکھنا اور عمل کرنا موجب کفر ہے

اب دوسری دلیل لیجئے کہ مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ میری نبوت پر وَمَا کُنَّا مُعَذِّبِیْنَ الآیۃ قرآن شاہد ہے عادت الہی اس پر جاری ہے کہ جب عالم ارضی پر مخلوقات کی تعداد زائد ہو جائے یا وہ سرکشی اور تمرد کے انتہا درجے تک پہنچ جائے تو اس کو ایک حد معین پر رکھنے اور اس منشاء و فساد کے دفع کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ ان پر وبائی امراض مسلط فرماتے ہیں یا زلازل اور طوفانوں سے ان کو ہلاک اور برباد کر دیتے ہیں یا جنگ کی آگ میں دھکیل دیتے ہیں۔ جس سے ہزاروں لوگ تباہ و برباد ہو جاتے ہیں۔ اور وہی مقدار معلوم رہ جاتی ہے۔ اور منشاء و فساد کچھ مدت کے لئے ختم ہو جاتا ہے یا اس کو اپنی طرف متوجہ کرنا مقصود ہوتا ہے بہرحال یہ خیال دل میں لانا کہ طاعون یا اور کوئی مرض نبی کے آنے کی خاطر ہوتی ہے۔ یہ غلط ہے۔ ورنہ اس طاعون سے قبل بھی دنیا میں کئی دفعہ مختلف قسم کے وبائی امراض آئے جس سے انسان تو انسان ہزاروں اور لاکھوں کی تعداد میں جانور بھی تباہ و برباد ہوئے۔ لیکن اس کے باوجود بھی کوئی نبی اس وقت ظاہر نہیں ہوا چنانچہ تاریخ الخلفاء ۳۵۳ پر ہے۔ کہ ۲۰۳ھ میں عراق میں ایک ایسی ہوا چلی کہ کھیتیاں جل گئیں۔ پچاس روز یہ قیامت برپا رہی۔

اور ۱۹۱ پر ہے۔ کہ عراق میں وبا پھیلی اور بے تعداد آدمی تلف ہوئے۔ اور ہزاروں مکانات زلزلہ سے ضائع ہوگئیں۔ اور ۱۶۲ پر ہے کہ [illegible]

...سخت طاعون پڑا کہ اس کی مثل آگے کبھی نہیں سنا گیا.
۱۸۹۶ء میں جالندھروں میں سخت وباء پڑی جس سے
ریوڑ کے ریوڑ تباہ برباد ہو گئے.
فلاں سنہ میں چارلس دوم کے عہد میں انگلستان میں
طاعون پڑی نیز شاہجہان کے زمانہ میں ہندوستان میں
طاعون بڑی سختی سے پڑی۔

ان تمام مصیبتوں میں کوئی نبی نہیں آیا اور علاوہ
اس کے مرزا صاحب نے دافع البلاء صفحہ ۱۰ پر دعویٰ کیا
تھا کہ قادیان طاعون سے محفوظ رہے گا کیونکہ یہ اس کے
رسول کا تخت گاہ ہے!!

مگر اس کی یہ پیشگوئی اور ایسا عظیم الشان دعویٰ
غلط ثابت ہوا اور ایک وقت ایسا آیا کہ طاعون نے
قادیانی رسول کے تخت گاہ میں نزول اجلال فرما کر ایک
مہینہ کے اندر بہتوں کو ختم کر دیا۔ اور تو کیا مرزا صاحب
کے گھر میں میر صاحب کے لڑکے اسحاق کو دو گلٹیاں
نکلیں اور بخار بھی تھا. مگر وہ تو خدا کی قدرت سے
بچ گیا. مرزا صاحب نے کہا کہ یہ میری دعا سے بچ گیا.
لیکن اگر خدا نے مرزا صاحب کی دعا قبول فرما کر
اسحاق کو بچایا تو پہلے سے اس کی پیشگوئی کو کیوں جھٹلایا
نیز اگر یہ طاعون مرزا صاحب کے لئے تھا تو ان کے مخلص
مرید اور پیرو اس میں کیوں تباہ اور برباد ہو گئے۔
الحکم نمبر ۲ صفحہ ۹ پر ہے. کہ اسی طاعون میں مرزا
صاحب کے مریدوں میں محمد افضل مولوی برہان الدین
مولوی محمد یوسف مولوی نور احمد وغیرہ ہلاک ہو گئے
چونکہ مرزا صاحب اور ان کے دعوؤں اور دلائل کا

فال.

معلوم ہوا کہ یہ سارا محض ڈھکوسلہ ہے. صرف
لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرنے کے لئے تھا حقیقت ہی
پہلی بات ہے کہ نام بھی ہو جاتے گا اور دنیا کے
دروازے بھی کھل جائیں گے اور وہ کام پورے
ہو گئے۔ اور مرزا صاحب کی بنائی ہوئی تجویز کامیاب
ثابت ہوئی۔ فقط۔

جواہر ریزے

(۱) جو چیز جاتی رہے پھر اس کا افسوس نہ کرنا چاہیئے
کیونکہ افسوس سے وہ واپس نہ آ جائے گی۔
(۲) انسان کسی غیر کا احسان لینا گوارا کر لے لیکن اپنے
بھائی یا قریب تر عزیز کا حتی الامکان احسان نہ لے۔
(۳) جس کا دوست نہیں اس کو مصیبت سے چھٹکارا
نہیں۔
(۴) سب سے اچھی خیرات وہ ہے جو دائیں ہاتھ سے دی
جائے اور بائیں کو اس کی خبر نہ ہو۔
(۵) جو کوئی مصیبت میں رنج نہیں کرتا خوشی میں خوش
نہیں ہوتا۔ لڑائی کے وقت نہیں لڑتا۔ وہ دنیا میں آرام
سے ہے۔
(۶) کسی سے ایسی بات نہ کہو جس کے سننے سے تم کو بھی صدمہ ہو۔
(۷) سب سے زیادہ عذاب عالم بے عمل پر ہو گا۔
(۸) اس اجتماع سے الگ رہو جو تفرقہ کا باعث ہو۔

شذرات

(طالوت)

تبلیغی انجمنوں کی مرکزیت

اسلام ایک تبلیغی مذہب ہے۔ اور قرآن پاک کے حکم کے مطابق اس میں ایک ایسے گروہ کا ہمیشہ رہنا ضروری ہے۔ جس کا کام امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہو۔ قرون اولیٰ سے لیکر آج تک کبھی اس میں تخلف نہیں ہوا۔ اور بلا خوف تردید یہ دعویٰ کیا جا سکتا ہے کہ ہمیشہ ہر جگہ مسلمانوں کے ایک مقتدر گروہ ہی نے نہیں بلکہ مختلف گروہوں نے ایک فریضۂ دینی کی طرح امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فرض ادا کیا ہے۔ ہندوستان میں بھی یہ فریضہ علمائے حق اور صوفیائے کرام کے مختلف افراد اور گروہ ادا کرتے رہے، ادا کر رہے اور ادا کرتے رہیں گے۔ مگر یہ امر ہمارے لئے موجب اذیت رہا کہ ایسے مختلف گروہ جن کا خدا ایک ہے۔ نبی ایک ہے۔ مذہب ایک ہے۔ راستہ ایک ہے۔ منہاج ایک ہے اور مقصد تبلیغ ایک ہے۔ یہ لوگ کیوں نہیں ایک مرکز کے ساتھ منسلک ہو کر کام کرتے۔ آخر اس معاملہ میں کیا چیز مانع ہے بہتر تو یہ ہے کہ ساری دنیا کے مسلمانوں کا تبلیغی مرکز ایک ہو لیکن اگر ایسا ہونا مشکل ہے تو کم از کم ہندوستان کے مسلمانوں کا ایک تبلیغی مرکز تو ضرور ہونا چاہیئے۔ اس مرکزیت کی کیا صورت ہونی چاہیئے ہمارے نزدیک سب سے آسان صورت یہ ہے کہ ملک کی مختلف مقتدر تبلیغی انجمنیں اور ان کے ارباب بست وکشاد ایک جگہ جمع ہو کر انجمنوں میں سے کسی ایک کی مرکزی حیثیت کو تسلیم کریں یا مجموعی طور پر جو اجتماع ہو اس میں سے مرکزی ادارہ کی از سر نو ترتیب دے کر کسی ایک مرکزی جگہ پر اس کا دفتر کھول کر باقی جملہ انجمنوں کا الحاق اس سے کر دیا جائے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ باقی انجمنیں اپنا اپنا کام بند کر دیں اور سب لوگ اس ایک ادارے کا منہ دیکھنا شروع کر دیں۔ بلکہ مقصد یہ ہے کہ اپنی اپنی جگہ پر ہر انجمن جس طرح پہلے کام کر رہی ہے اسی طرح اپنے ماحول میں اپنی طاقت کے مطابق کام کرتی رہے لیکن مرکزی ادارہ کے ساتھ بھی اس کا تعلق قائم کر دیا جائے۔ تاکہ سارے ہندوستان کا تبلیغی مرکز ایک ہو۔ اور منتشر ہو کر جو کام ہو رہا ہے۔ وہ ایک نظام کے ماتحت ہو کر زیادہ عمدگی کے ساتھ ادا کیا جا سکے۔ اس لئے جلد درد دل رکھنے والے حضرات سے التماس ہے کہ جلد از جلد اس طرف توجہ فرمائیں۔ اور جملہ تبلیغی انجمنوں کو ایک نظام کے ماتحت لا کر کام کو پہلے سے زیادہ سرگرمی سے جاری کر کے عند اللہ ماجور اور عند الناس مشکور ہوں۔

عملی طریق کار اس تجویز کو دائرہ عمل میں لانے کے لئے

وانے کے لئے ہمارا فرض سب سے پہلے یہ ہے کہ ہم تبلیغ کے لئے ملک میں چھوٹے چھوٹے مرکز پیدا کریں تاکہ ان چھوٹے مرکزوں سے ایک بڑے مرکز کی تشکیل کی جا سکے مثلاً فرض کیجئے ہماری انجمن حزب الانصار کا ایک دائرہ عمل ہے۔ اس دائرہ عمل میں بہت سی چھوٹی جماعتیں بھی ہوں گی جو اپنے اپنے طریق پر کام کر رہی ہوں گی لیکن اگر وہ انجمنیں اپنے دائرہ میں کام کرتے ہوئے ہماری مرکزی حیثیت کو تسلیم کر لیں۔ تو دنوں کے اندر حزب الانصار ایک بڑا مرکز بن جائے گا اگرچہ وہ وسعت کار کے لحاظ سے پہلے بھی ایک بہت بڑا مرکزی ادارہ ہے مگر دوسرے لوگوں کے اشتراک سے اس کی مرکزیت اور وسیع تر ہو جائے گی اسی طرح دوسرے مقامات پر بھی کسی بڑی تبلیغی انجمن کو مرکزی حیثیت دے کر چھوٹے چھوٹے اداروں کو ان سے اشتراک و الحاق کر لینا چاہیئے جب یہ چھوٹے درجہ کی تنظیم ہو جائے گی۔ تو یقیناً ایک بڑا مرکزی ادارہ بھی قائم کرنا آسان ہو جائے گا۔ مرکز تنظیم اہل سنت لاہور کی توجہ ہم خصوصی طور پر اس طرف مبذول کراتے ہیں۔ کہ وہ لوگ اپنی توجہ مختلف کام کرنے والوں کو ایک مرکز پر جمع کرنے کی طرف اگر مبذول کریں تو یہ کام نہایت آسانی سے اور سہولت سے ہو سکتا ہے۔ مختلف نام اور مقامی ضروریات کی طرف توجہات ہماری اس دعوت میں حائل نہیں ہونے چاہئیں کیونکہ مقصود صرف کام سے ہے جبلی اگر مشترک ہے تو نام کا اختلاف کوئی

عیب نہیں

اسلامیات کی طباعت

اخبارات سے یہ معلوم کر کے خوشی ہوئی کہ پنجاب اسمبلی میں ایک ایسا قانون بنایا جانے والا ہے۔ جس کی رو سے قرآن پاک کی طباعت کا حق صرف مسلمان اداروں کے لئے ہی مختص ہو کر رہ جائے گا اور کوئی غیر مسلم ادارہ اسے چھاپنے کا حقدار نہیں ہوگا۔

مبارک باشد یہ نہایت ہی نیک خیال ہے۔ کیونکہ غیر مسلم حضرات قرآن پاک کے احترام میں ان قواعد و ضوابط کی پابندی نہیں کر سکتے جو از روئے مذہب اس معاملے میں ضروری ہیں۔ نیز غیر مسلم ادارے اس کی تصحیح و تزئین میں تجارتی اغراض کے پیش نظر اس قدر اہتمام نہیں کرتے جو ضروری اور لابدی ہے۔ یقیناً ہر مسلمان کو اس معاملے میں حکومت پر زور دینا چاہیئے۔ بلکہ ہماری رائے میں تو صرف قرآن پاک ہی نہیں بلکہ جملہ اسلامی لٹریچر کی طباعت مسلمانوں کے ہاتھ میں ہی ہونی چاہیئے۔ اور کوئی ایسا قانون بنایا جائے جس کی رو سے اسلامی کتابیں صرف مسلمان ادارے ہی طبع کر سکیں۔ اور دوسرے لوگ اس معاملے میں غیر متعلق ہی رہیں تو بہتر ہے۔ پنجاب اسمبلی کے مسلمان ممبروں سے ہماری استدعا ہے کہ وہ اس مسودہ قانون کی نہ صرف تائید کریں بلکہ مفید ترمیموں سے اس کا دائرہ نفاذ بڑھانے کی کوشش کریں۔ تاکہ صرف قرآن پاک ہی نہیں بلکہ جملہ دینی و اسلامی کتب کو غیر اسلامی ادارے شائع نہ کر سکیں۔

الحاد کا مقابلہ

روس کی الحاد پرور زمین سے جو بیج باہر کے ملکوں میں لاکر بویا گیا ہے تعلیم جدید کی آبیاری سے اب بار آور ہونے کو ہے۔ اگرچہ یہ شجرہ خبیثہ کچھ اصل و استحکام نہیں رکھتا مگر پھر بھی اس کی شاخیں کافی پھلی پھولی ہوئی معلوم ہو رہی ہیں۔ ضرورت ہے کہ پورے طور پر اس کا مقابلہ کیا جائے۔ اور اس کے قلعوں کو مسمار کر کے اچھی طرح اس کا استیصال کر دیا جائے۔ اس معاملہ میں مذہبی جماعتوں کا تو بہر حال یہ فریضہ ہے کہ وہ حتی المقدور اس معاملے میں کافی کوششیں کر رہی ہیں خصوصاً جماعت اسلامی کا لٹریچر ہر جگہ پر تریاق ثابت ہو رہا ہے۔ اور کالجوں تک میں (اور یہ زمین وہ ہے جو خاص طور پر اس شجرہ خبیثہ کی کاشت گاہ ہے) یہ لٹریچر مفید مطلب کام کر رہا ہے لیکن اس وقت ہمارا روئے سخن ملک کی سیاسی انجمنوں کی طرف ہے۔ اگرچہ سیاسیات میں دخل دینا شمس الاسلام کے لئے خارج از بحث ہے لیکن صرف مشورے کی حد تک اگر یہ کام کر لیا جائے تو کوئی ایسی حرج کی بات بھی نہیں۔ ملحدین روس کے تربیت یافتہ حضرات کی ہندوستان میں کمی نہیں اور وہ ہر سیاسی پلیٹ فارم میں گھس کر وہاں دین لینن کی تبلیغ میں مصروف ہیں۔ ضرورت ہے کہ سیاسی جماعتیں اپنے اس ترقی کے دور میں اس بات کا خاص طور پر خیال رکھیں کہ ایسے لوگوں کا داخلہ جماعت میں قطعی طور پر بند کر دیں جو ہندوستان کا اُگایا ہوا اناج کھا کر روس کے گن گاتے ہوں۔ اگر ہماری سیاسی انجمنیں یہ کام کر گذریں تو ہمیں یقین ہے کہ ملحدین کی یہ بے روح نقال جو نقل بازی میں ڈارون کے نظریہ ارتقا کی گم شدہ کڑی بننے کی کوشش میں مصروف ہیں۔ چند دنوں کے اندر ہی اندر اپنی موت آپ مر جائیں گے۔ ان ملحدین کی قدر روس کی نگاہ میں بھی اس سے زیادہ نہیں کہ وہ انہیں اپنا آلۂ کار خیال کرتا ہے۔ اور جب تک ہماری سیاسی انجمنوں میں ان کی کھپت باقی ہے روس یقیناً اس کی قدر دوصلہ افزائی میں مصروف رہے گا۔ مگر جونہی سیاسی انجمنوں کے دروازے ان پر یکسر بند کر دیئے گئے آپ دیکھیں گے کہ ان دم بریدہ گاؤ خروں روس کی قیمت نخاس خانے میں ایک ایک دو دو کوڑی سے زیادہ نہیں رہ جائے گی۔ وقت ہے کہ ہماری سیاسی انجمنیں اس راز کو پا جائیں اور ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اس جنس کا سد کا خاتمہ کر دیں۔

مدح صحابہؓ

دنیا میں شیعیت ہی ایک ایسا مذہب ہے جس کی بنیاد کسی مثبت صداقت کی بجائے ایک منفی ہتھکنڈے پر کھڑی ہے۔ اسلام و اسلامیات کی بحث کو چھوڑیئے صرف اخلاق و شرافت کے معیار سے جانچئے۔ کیا کسی کو گالی دینا یا برا بھلا کہنا بھی کوئی ایسا اخلاقی زاویہ نگاہ ہو سکتا ہے جس پر کسی مذہب کی بنیاد رکھی جاسکے۔ دنیا میں بد سے بدتر آدمی کو انتخاب کر لیجئے اور اس سے غیر جانبدار ہو کر پوچھئے کہ گالیاں دینا اچھا کام ہے یا برا کام تو یقیناً آپ کو جواب میں یہی سننا ہوگا کہ یہ برا کام ہے مگر ہماری حیرانی کی کوئی حد نہیں رہتی جب ہم سنتے ہیں کہ ہمارے

بعض بھائی ایسے بھی ہیں جن کے ہاں سب و شتم اور گالی گلوچ نہ صرف یہی کہ اچھا کام ہے بلکہ جزو ایمان ہے تاریخی نقطۂ نگاہ سے یہاں بحث نہیں کہ یہ قوم کس طرح معرض وجود میں آئی اور کس طرح پھلی پھولی اور ہندوستان میں یہ ایران سے آئے یا ترکستان سے یہ بحث ایک تو ہمارے موضوع سے غیر متعلق ہے۔ اور دوسرے یہ وقت نہیں کہ ہم تاریخی طور پر ان کے وجود کو معرض بحث میں لا سکیں۔ اس کے لئے تو صرف رضائے کرد کے یہ دو شعر یاد رکھئے۔ وہ فرماتے ہیں ؎

بشکست عمرؓ پشت ہزبران عجم را
بر باد فنا داد رگ و ریشۂ جم را
ایں عربدہ بر غصب خلافت ز علی نیست
با آل عمرؓ کینہ قدیم است عجم را

آج کی صحبت میں تو ہمیں صرف یہ دیکھنا ہے۔ کہ آیا دنیا کی کوئی قوم دنیا کا کوئی نظریہ، دنیا کی کوئی صداقت، دنیا کا کوئی قانون، دنیا کا کوئی آئین گالیاں دینے کے حق کی حمایت کر سکتا ہے یا نہ؟ اگر جواب متفقہ طور پر صرف نفی میں ہے تو پھر ہماری سمجھ میں یہ بات نہیں آئی کہ لکھنؤ میں یہ کیا ہنگامہ آرائی ہے؟ آخر کبھی شیعہ حضرات نے خود بھی اس پر غور فرمایا اگر گالیاں دینا واقعی کوئی حق ہے تو کیا خارجیوں کو یہ حق استعمال کرنے دیا جائے گا۔ سنی تو اس معاملہ میں بیچارے "حریف دشنام" ثابت نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ حضرت علیؓ اور اہل بیت سے ان کا بھی عقیدت اور نیازمندی کا رشتہ ہے لیکن اگر خارجی (خدا نہ کرے کہ لکھنؤ میں ان کا کوئی عنصر ہو) لکھنؤ میں علیؓ و آل علیؓ کے حق میں صرف وہی الفاظ استعمال کرنے کا حق مانگیں۔ جو شیعہ حضرات ابو بکرؓ و عمرؓ کے بارے میں استعمال کرتے ہیں۔ تو اہل تشیع کے لئے یہ بات قابل برداشت ہوگی۔ اگر قابل برداشت نہیں ہوگی تو یقیناً پھر ان کو ٹھنڈے دل سے سوچنا چاہیئے کہ وہ ایسے نازک وقت میں مسلمانوں کے اندر تفریق و تشتت کی آگ کو ہوا دے کر کوئی ایسا کام نہیں کر رہے جو مسلمانوں کے لئے باعث فلاح و نجات ہو شیعہ اہل حل و عقد کو اس نقطۂ نگاہ کے ساتھ اس معاملہ میں خاص طور پر غور کرنا چاہیئے۔

اقوال الرسولؐ

(۱) مجھے تین چیزیں محبوب ہیں عورت، نماز، خوشبو
(۲) جنت تمہاری ماں کے قدموں کے نیچے ہے۔
(۳) تم میں اچھے لوگ وہ ہیں جو اپنی بیویوں سے اچھا سلوک کرتے ہیں۔ اور میں اپنے کنبہ سے اچھا برتاؤ کرتا ہوں۔
(۴) عورتوں کے حقوق مقدس ہیں۔
(۵) عورتیں مردوں کی نصف قوام ہیں
(۶) نیک بیوی مرد کا بیش بہا خزانہ ہے۔

ردِّ رفض

امامت اور اختلاف

(۲)

(از مولانا محمد حسین صاحب شوق بیلانوی)

کیسانیہ محمد بن الحنفیہ کے بعد اُن کے بیٹے ابی ہاشم کی امامت کے قائل ہیں اور ہاشمیہ کہلاتے ہیں لیکن ابی ہاشم کے بعد ان میں پھر امامت کے متعلق اختلاف ہے بعض کا عقیدہ ہے کہ ابی ہاشم کے بعد اُن کے بھائی علی کو اور اُن کے بعد اُن کے بیٹے حسن بن علی کو امامت ملی۔ اور بعض کا اعتقاد ہے کہ جب ارض سراۃ شام سے واپس آتے ہوئے آپ کا انتقال ہوا تو دم واپسین آپ نے امامت کی وصیت محمد ابن علی بن عبداللہ بن العباس کو کر گئے۔ اور محمد بن علی نے اپنے بیٹے ابراہیم المعروف بامام کو وصیت کی۔ اور انہوں نے اپنے بھائی عبد اللہ بن الحارثیہ الملقب بہ سفاح کو اپنا جانشین بنایا۔ اور سفاح نے اپنے بھائی عبداللہ ابی جعفر الملقب بہ منصور کو اپنا خلیفہ مقرر کیا۔ اور ان کے بعد ان کی اولاد میں خلافت بذریعہ ولایت عہد منتقل ہوتی رہی۔ یہ مذہب ہاشمیہ کا ہے۔ جو دولت عباسیہ کے بانی مبانی ہوئے ہیں انہیں میں سے ابو مسلم خراسانی سلیمان ابن کثیر ابو سلمۃ الخلال وغیرہ ہیں۔ بنی العباس کی خلافت پر اس بات سے استدلال کیا جاتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت حضرت عباس زندہ تھے۔ لہٰذا عصبہ عمومت ہونے کی وجہ سے وراثت خلافت کا استحقاق اُن کو زیادہ تھا۔

فرقہ زیدیہ نے جو امامت کو اہل حل وعقد کی رائے پر منحصر سمجھتے ہیں۔ حضرت علی کرم اللہ وجہٗ کے بعد امام حسن کو امام اور اُن کے بعد امام حسین اور امام زین العابدین کو اور پھر اُن کے پسر زید کو جو فرقہ زیدیہ کے بانی ہیں اور اُن کی وفات کے بعد اُن کے بیٹے یحییٰ کو امام تسلیم کیا ہے۔ اور انہوں نے امامت کی وصیت محمد بن عبد اللہ بن حسن بن الحسن بن الحسن السبط کو کر گئے جو بزرگوار نفس الزکیہ کے نام سے مشہور ہوئے۔ اور مہدی لقب اختیار کیا جس کے دفعیہ کے لئے منصور نے فوج بھیجی اور آخرکار قتل ہوئے۔ اور وصیۃ اپنے بھائی ابراہیم کو اپنا جانشین مقرر کیا۔ امام ابراہیم نے بصرہ کو اپنا قرارگاہ بنا کر زور پکڑا عیسیٰ بن زید بن علی بھی اُن کی مدد پر تھے لیکن منصور کے مقابلہ میں شکست ہوئی اور شہید ہوئے اس شکست وقتل کی خبر امام جعفر صادق پہلے سے دے چکے تھے کہ ایسا پیش آئے گا۔ یہ آپ کی کرامات سے شمار کی جاتی ہے (فرقہ زیدیہ کا باقی طویل اختلاف درمیان سے بخوف طوالت ترک کر دیا گیا ہے) فرقہ امامیہ مذہب خود اس بات کا قائل ہے کہ حضرت علیؓ کے بعد حضرت حسن رضہ بوصیت امام ہوئے اور اُن کے بعد امام حسین اور پھر امام زین العابدین پھر اُن کے پسر محمد باقر اور پھر اُن کے

فرزند جعفر صادق رضی اللہ عنہم اجمعین یکے بعد دیگرے امام ہوتے رہے۔ حضرت امام جعفر صادقؓ کے بعد امامت میں پھر اختلاف ہوا۔ اور اماموں کے دو فرقے ہو گئے۔ ایک فرقہ آپ کے بیٹے حضرت اسمٰعیل کی امامت کا قائل ہوا جو اسماعیلیہ کہلاتا ہے۔ اور دوسرے گروہ نے امام موسیٰ کاظم کی امامت تسلیم کی۔ یہ لوگ اثنا عشری کہلاتے ہیں کیونکہ یہ بارہ اماموں پر امامت ختم کر دیتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ امام دوازدہم آخر زمانہ تک زندہ اور عام خلائق کی نظروں سے غائب رہیں گے۔

فرقہ اسمٰعیلیہ کہتا ہے کہ حضرت امام جعفر صادقؓ نے حضرت اسمٰعیل کو بہ نص صریح امام مقرر کیا تھا۔ اور اس نص صریح کا مفاد یہی تھا کہ اگرچہ امام اسمٰعیل اپنے والد ماجد کی حیات میں وفات پا گئے لیکن اس نص کی وجہ سے امامت ان کی اولاد میں باقی رہی۔ جیسا کہ حضرت موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کے قصہ سے مستنبط ہوتا ہے۔ غرضیکہ اسمٰعیلیوں کے نزدیک حضرت اسمٰعیل کے بعد ان کے بیٹے محمد مکتوم جانشین ہوئے۔ محمد مکتوم ہی ائمہ مستورین میں سے پہلے امام ہیں۔ ان کے نزدیک امام کے پوشیدہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ جب امام صاحب شوکت نہ ہو تو خود اس حالت میں مستور ہو کر رہتا ہے۔ اور اس کے داعی قیامت حجت کے لئے اس کی امامت کے ظاہر اور بیدار ہوتے ہیں۔ اور جب امام صاحب شوکت ہو جائے تو پھر ظاہر ہو جاتا ہے (گویا ادعائے امامت ظاہری حالات واسباب کے اقتضا کا تابع ہے) پھر محمد مکتوم کے بعد ان کے بیٹے جعفر صادق پھر ان کے لڑکے محمد الحبیب جو آخری مستور ہیں۔ پھر عبداللہ مہدی کتامہ میں۔ ابو عبداللہ شیعی ان کا داعی تھا۔ مہدی مذکور سجلماسہ کی قید میں تھا۔ اس کو وہاں سے نکالا۔ اور چند روز میں مہدی قیروان اور مغرب کا مالک بن گیا۔ اس فرقہ کو باطنیہ کہا جاتا ہے اور عام طور پر لوگ انہیں ملاحدہ کے نام سے پکارتے ہیں۔ اس فرقہ کے مفصل حالات تاریخ کے اوراق میں موجود ہیں۔ فرقہ امامیہ حضرت امام جعفر صادقؓ کے بعد امام موسیٰ کاظم اور ان کے بعد حضرت علی رضا کو امام مانتے ہیں جن کو مامون عباسی نے اپنا ولیعہد مقرر کیا تھا۔ ان کے بعد پھر ان کے بیٹے محمد نقی پھر ان کے بیٹے محمد حسن العسکری پھر ان کے فرزند امام محمد المہدی امام منتظر منصب امامت پر فائز ہوئے شیعیوں کے یہ مذاہب جو مشہور ہیں ہم نے مختصراً بیان کئے ہیں۔ ان میں پھر ہر ایک میں باہم بہت کچھ اختلاف ہے جس کے لئے مستقل کتاب چاہیئے۔ اگر بالتفصیل دیکھنے ہوں تو ابن حزم اور شہرستانی کی کتاب الملل والنحل کو دیکھنا چاہیئے۔ یہ مشتے از خروارے ناظرین کے اندازے کے لئے درج کی گئی ہے کہ جو چیزیں منجانب اللہ منصوص ہوں اور اصول دین میں داخل ہوں۔ اس قدر اختلاف ان کی شان سے قطعاً بعید ہے۔ پھر ایک وقت میں دو دو مدعیان امامت کے آپس میں مناظرے اس سے زیادہ دلچسپ ہیں۔

کونسا اختلاف ناجائز ہے

مندرجہ بالا قسم کا اختلاف یقیناً اختلاف امتی رحمۃ کے برعکس ہے۔ کیونکہ جو اختلاف اصول پر متحد اور متفق

ہونے کے بعد محض فرعی اور بوجہ دلیل عقلی و شرعی کے پیدا ہو اور اس کا منشا محض تیسیر فی الدین اور تفقہ فی العلم ہو۔ اور مخالف کی تفسیق و تکفیر تک نہ ہو تو ایسا اختلاف مسلمانوں کے لئے باعث رحمت ہو سکتا ہے۔ جیسا کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا مسائل فقہیہ فرعیہ میں یا دیگر فقہائے اسلام اور ائمہ دین کا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے اختلاف کے متعلق اختلاف امتی رحمۃ۔ اور بایہم اقتدیتم اہتدیتم۔ ارشاد فرمایا ہے تاکہ جس صحابی یا امام کے قول پر مسلمان عمل کر لے مسلمان رہے اور دوسرے کو بھی مسلمان سمجھتا رہے۔ ایک دوسرے کے پیچھے نماز جائز سمجھے۔ احتجاج طبرسی نے ص۲۰۸ میں حضرت امام جعفر صادقؓ سے نقل کیا ہے۔

ان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قال ما وجد تم فی کتاب اللہ عز وجل فالعمل لکم بہ ولا عذر لکم فی ترکہ و ما لم یکن فی کتاب اللہ عز وجل وکانت فی سنتی فلا عذر لکم فی ترک سنتی وما لم یکن فیہ سنۃ منی فما قال اصحابی فقولوا انما مثل اصحابی فیکم کمثل النجوم بایہا اخذ اہتدی وبای اقاویل اصحابی اخذ تم اہتدیتم واختلاف اصحابی لکم رحمۃ (ترجمہ) رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو اللہ کی کتاب میں مل جائے اس پر عمل کرنا تمہارے لئے لازم ہے۔ اور اس کے ترک کرنے میں تمہارا کوئی عذر مقبول نہ ہوگا۔ اور جو چیز قرآن میں نہ ہو لیکن میری سنت میں مل جائے تو اس کے ترک کرنے میں بھی تمہارا کوئی عذر نہ سنا جائے گا۔ پھر جو بات میرے صحابی کہیں تم اس کے قائل ہو جاؤ۔ کیونکہ میرے صحابہ کی مثال تم میں ستاروں کی مانند ہے جس ستارے کو سامنے رکھ لو راستہ مل جائے گا۔ اسی طرح میرے صحابہ کے جس قول پر عمل کر لیا جائے ہدایت حاصل ہو جاتی ہے۔ اور میرے صحابہ کا اختلاف تمہارے لئے باعث رحمت ہے

اس عبارت میں صراحتہً اصول دین کی وضاحت فرما دی گئی اور حکم دیا گیا کہ قرآن وسنت پر عمل کرنا مسلمان کی نجات کے لئے ضروری ہے۔ اور صحابہ کرام کے مختلف فیہ مسئلہ میں مسلمان کے لئے رخصت ہے۔ کہ جس کے قول پر عمل کر لے گا ہدایت حاصل ہو جائے گی۔ یہی اختلاف باعث رحمت ہے۔ کہ مسلمان اہل سنت میں سے کسی صورت پر عمل کرنے سے خارج نہیں ہوتا۔ اور جن لوگوں نے جماعت حقہ اہل سنت سے انحراف کر کے ڈیڑھ اینٹ کی مسجد الگ بنائی ہے۔ وہ دنیا و آخرت میں خاسر و خائب رہے ہیں۔ ملاحظہ ہو

خصال ابن بابویہ مطبوعہ ایران جلد ۲ ص۱۲۱ قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ان امتی ستفترق علی اثنین وسبعین فرقۃ یہلک احدی وسبعون وتخلص فرقۃ قالوا یا رسول اللہ من تلک الفرقۃ قال الجماعۃ الجماعۃ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت ۷۲ فرقوں میں منقسم ہوگی جن میں سے ۷۱ ہلاک ہوں گے۔ اور ایک فرقہ ناجیہ ہوگا۔ لوگوں نے دریافت کیا کہ وہ کون سا فرقہ ہے۔ آپ نے فرمایا کہ وہ صاحب جماعت ہے تین دفعہ اس کلمہ کو دہرایا۔

اس سے زیادہ عجیب احتجاج طبرسی ص۱۲۱ میں

حیث ثلاثة عشر فرقة من الثلاث والسبعين فرقة کلھا تنتحل مودتی و حبی واحد منھا فی الجنة وھی النمط الاوسط واثنا عشر فی النار۔ یعنی تہتر فرقوں میں سے تیرہ فرقے ہماری محبت اور دوستی کا دم بھرتے ہیں۔ ان میں سے صرف ایک جنت میں جائے گا۔ جو درمیانی حالت میں ہے اور بارہ دوزخ میں۔ فروع کافی ج ۳ کتاب الروضہ ۱۰۴ سے بھی اس روایت کی تائید ہوتی ہے۔ جس میں اتنا لفظ زیادہ ہے کہ ساٹھ فرقے باقی تمام لوگوں سے اور بارہ فرقے صرف ہم سے (یعنی شیعوں سے) دوزخ میں جائیں گے۔ ان سب روایات سے زیادہ اعجب فروع کافی کی وہ روایت ہے جو ص ۱۰۴ کتاب الروضہ میں ہے۔ عن محمد بن سلیمان عن ابراھیم بن عبد اللہ الصوفی قال حدثنی موسیٰ بن بکر الواسطی قال قال لی ابو الحسن علیہ السلام لو میزت شیعتی ما وجدتھم الا واصفة ولو امتحنتھم لما وجدتھم الا مرتدین ولو تمحصتھم لما خلص من الالف واحد ولو غربلتھم لم یبق منھم الا ما کان لی انھم ما اتکؤوا علی الارائک فقالوا نحن شیعة علیؓ انما شیعة علی من صدق قولہ فعلہ (ترجمہ) حضرت ابو الحسن علیہ السلام نے فرمایا۔ اگر میں اپنے شیعوں کو علیحدہ کروں تو تعریفیں کرنے والوں کو پاؤں گا۔ اور اگر امتحان کرنے لگ جاؤں تو سب کے سب مرتد ہو جائیں۔ اور اگر اس سے زیادہ خالص کروں تو ہزار میں سے ایک بھی ایک بھی مخلص نہ نکلے گا۔ اور اگر تحقیق و تدقیق کی چھلنی لے کر چھاننا شروع کر دوں تو ایک بھی باقی نہ رہے۔ تحقیق وہ تو مسندوں پر تکیہ لگا کر فقط یہی کہتے رہتے ہیں کہ ہم شیعان علی ہیں حالانکہ حضرت علیؓ کا شیعہ وہی سکتا ہے۔ جس کے قول کی عمل سے تصدیق ہو سکے۔ یعنی جو کہے کر کے دکھائے۔

وخیر الختام قول امتہ اھل بیت الکرام علی افواہ الکاذبین اللئام واسئلہ اللہ المرجع وبہ الاعتصام۔

کیا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صرف ایک ہی صاحبزادی تھیں؟

جامعہ نگر (دہلی) جناب مولوی محمد امین صاحب جھنگوی

اما بعد قال اللہ تبارک وتعالیٰ فی قرآن المجید اعوذ باللہ من الشیطن الرّجیم بسم اللہ الرحمٰن الرّحیم۔ یا ایھا النبی قل لازواجک وبنٰتک ونساء المؤمنین یدنین علیھن من جلابیبھن ذٰلک ادنٰی ان یعرفن فلا یوذین وکان اللہ غفورًا رحیما۔ (س ۲۲۔ پ۔ اول۔ ر۔ ۲)

گرچہ قرباں ہے تو نام مصطفیٰ کو دیکھ کر
خوں کے آنسو بہاتا ہے غم شبیر میں
ماتم آل عبا میں رات دن مصروف ہے
پر یہ سب تیرے عمل مطلق ریاکاری کے ہیں
دعویٰ حب نبی اولادِ احمد کا گلہ
باپ سے پیار اور اس کی لڑکیوں سے رنج و بغض
یار ناداں سے ہے بہتر دشمن دانا سدا!
مرتضیٰ ناراض ہیں تیرا عقیدہ دیکھ کر
سچ بتا تو ہی کلام کبریا کو دیکھ کر
دختران مصطفیٰ کیا چار تھیں یا ایک تھی
کیوں ہے منکر باقی تینوں دخترانِ پاک سے
توبہ کر دل سے در توبہ ہے وا تیرے لئے
مصطفیٰ کی چار صاحبزادیاں تھیں واقعی
توبہ استغفار پڑھ کچھ کر حیا بہر خدا
ایک دن پچھتائے گا اپنے نبی کے سامنے
سخت ہی نادم رہے گا اور کیا دے گا جواب

جاں فدا کرتا ہے اسم مرتضیٰ کو دیکھ کر
پیٹتا ہے واقعات کربلا کو دیکھ کر
روتے ہیں مومن تیری آہ و بکا کو دیکھ کر
حق سے تو جو پھر گیا حکم خدا کو دیکھ کر
بھولا جاتا ہے تو حکم کبریا کو دیکھ کر
مصطفیٰ بیزار ہیں تیرے دغا کو دیکھ کر
سخت رنجیدہ ہیں وہ تجھ ناسزا کو دیکھ کر
اور تیرے نام کی حب و وفا کو دیکھ کر
قول پیغمبر و قول مرتضیٰ کو دیکھ کر
غور کر کچھ دل میں اقوال ہدیٰ کو دیکھ کر
پاک ارشادِ رسول مجتبیٰ کو دیکھ کر
حکم مولیٰ قول فخر الانبیاء کو دیکھ کر
مان لے قولِ امامانِ ہدیٰ کو دیکھ کر
سرورِ کونین کے شرم و حیا کو دیکھ کر
کیا کہے گا شافع روز جزا کو دیکھ کر
روز محشر سرورِ ہر دوسرا کو دیکھ کر

معزز حضرات میں اس مضمون کو تین قسطوں میں تحریر کروں گا۔ اول قسط میں اپنے علاقہ کے ایک معزز سید صاحب کا نوٹ درج کروں گا بعدہٗ سلسلہ وار تین قسطوں میں اس کی تردید کروں گا

کتب معتبرہ شیعہ کرکے اپنے وعدہ کردہ مضمون سے سبکدوش ہوں گا۔ وہ نوٹ یہ ہے:-

"سنی لوگ خدا کے پیارے نبی اور نبی اللہ کی پیاری بیوی کی بیحد توہین کرتے ہیں۔ سوائے جناب سیدہ علیہا السلام کے جناب خیر الرسل کی ہرگز اور کوئی صاحبزادی نہ تھی۔ حضرت خدیجہ کی تین پہلی لڑکیاں کفار کے نطفہ سے تھیں جو کافروں سے بیاہی گئیں۔ جناب سرور عالم قوم کے ہاشمی سید اور خدا کے چیدہ اور برگزیدہ پیغمبر تھے۔ پیغمبر اپنے امتی کو ناطہ نہیں دے سکتا۔ اور سید القوم غیور سادات کے لئے کافروں اور امتیوں کو بیٹیاں دینا اور لینا نہایت ہی ناقابل برداشت صدمہ سخت شرم اور کمال ہتک ہے۔ جو دین نبوی کی توہین اور اسلام کے لئے ننگ و عار کا موجب ہے۔ اگر بالفرض ہمارے رسول مقبول کی چار صاحبزادیاں ہوتیں تو مباہلہ کے نازک معرکہ میں ضرور شامل ہوتیں۔ ہاں اگر قرآن کریم میں خالق حقیقی نے اپنے محبوب کی ایک سے زیادہ لڑکیاں بیان کی ہوں یا احادیث یا بیان کردہ اقوال ائمہ اور کتب تواریخ مؤلفہ شیعہ محدثان میں اس کا کچھ ثبوت مل سکتا ہے تو ہم تسلیم کرنے کو تیار ہیں۔"

جناب سید عالم کی چار صاحبزادیاں ہونا ایک سچا اور تاریخی مسئلہ ہے۔ جس سے غیر متعصب شیعہ علماء اور مؤرخین کو ہرگز انکار نہیں۔ مگر تاریخ اسلام سے ناواقف متعصب شیعہ اس مسئلہ کو ہرگز ماننے کے لئے تیار نہیں اور سب سے پیارے حرم محترم کی روح اور سید عالم کی روح کو سخت تکلیف دینے میں لیل و نہار کوشاں ہیں۔

مسئلہ رشتہ و ناطہ

سب سے پہلے مسئلہ رشتہ و ناطہ کو بالوضاحت پیش کیا جائے تو بہتر ہوگا۔ معاً یہ بھی ثابت ہو جائیگا کہ سرور عالم نے فرق ذات پات اور اونچ نیچ اعلےٰ ادنیٰ کو دور کرکے باہمی رشتے ناطے کس طرح سے قائم کرائے اور زمانہ خیر القرون میں صحابہ کرام و تبع تابعین نے کس طرح اسوۂ حسنہ پر عمل کرکے آنے والی نسلوں کے لئے طریق عمل چھوڑا۔

(۱) جناب سرور عالم نے اپنے حقیقی چچا کی بیٹی کا نکاح مقداد غلام کے ساتھ خود باندھا۔ (اخبار ماتم ص۲)

(۲) امام جعفر صادق سے مروی ہے۔ جناب رسول خدا نے تحقیق شادی کر دی۔ ضباعہ دختر زبیر بن عبد المطلب کی غلام مقداد کے ساتھ تاکہ ایسے نکاحوں کا رواج ہو جائے اور امت اس مثال کی تقلید کرے اور یہ سمجھے کہ اللہ کے نزدیک وہی اکرم ہے جو متقی ہے۔ (فروع کافی ج ۲ ص۱۳۹)

(۳) حضرت ابا بکر صدیق کے فرزند محمد کی پوتی ام فروہ امام محمد باقر کے نکاح میں داخل ہوئیں۔ جن سے امام جعفر صادق متولد ہوئے۔

(سیر الائمہ ۹۔ تاریخ آل محاد ص۵)

(۴) ام اسحٰق دختر طلحہ بن عبیداللہ کے ساتھ امام حسن کا نکاح ہوا۔ (اخبار ماتم ص۲۱)

(۵) امام علی رضا نے ام حبیبہ دختر مامون الرشید خلیفہ بغداد بنو امیہ کے ساتھ نکاح کیا۔

(تاریخ آل امجاد ص۶)

(۶) ام الفضل بنت مامون امام محمد تقی کے عقد میں آئیں۔ (اخبار ماتم ص۳۲)

(۷) اسماء بنت عمیس زوجہ جعفر طیار کے ساتھ حضرت صدیق نے عقد کیا۔ بعدہ حضرت علیؓ نے ان سے عقد کیا۔ (تہذیب المتین ج ۲ ص۳۳)

(۸) سیدہ نفیسہ دختر زید بن حسن نے ولید بن عبدالملک کے ساتھ خود جا کر نکاح کیا۔

(عمدۃ الطالب ص۹)

(۹) حضرت عثمان کے پوتے عبداللہ کے ساتھ بعد از حسن مثنیٰ حضرت فاطمہ دختر حسین علیہ السلام کا عقد ہوا۔ (ناسخ التواریخ ج ششم ص۱۳)

مذکورہ بالا حوالجات سے معلوم ہوا کہ سرور عالم نے اپنی حین حیات میں فرق ذات پات کو دور کر کے اخوت اسلامی کو مدنظر رکھتے ہوئے حضرت صدیق و عمر کی لڑکیوں سے نکاح کیا۔ اور حضرت عثمان کو یکے بعد دیگرے اور مولا علی کو لخت جگر کا نکاح بنفس نفیس خود کر دیا۔

جواب اعتراض

اعتراض کیا جاتا ہے کہ حضرت فاطمہ کے سوائے باقی تین لڑکیاں ربیبہ تھیں یعنی (پچھلگ) اس اعتراض کے دفع میں ان کی کتابوں سے دو حوالے پیش کرتا ہوں جس سے صراحۃً معلوم ہوگا کہ ان حضرات کے مؤرخین نے سرے سے حضرت خدیجہ کے پچھلے نکاحوں کو کافور کیا ہے۔ تو معلوم ہوا کہ حضرت خدیجہ بحالت بکر حضرت سرور عالم کے عقد میں آئیں تو ربیبہ والا اعتراض خود بخود اڑ گیا۔

(۱) شیخ طوسی نے روایت کی ہے کہ حضرت نے جب خدیجہ سے نکاح کیا تو وہ باکرہ تھیں۔ حضرت سے پہلے دوسرے شوہر کے ساتھ عقد نہیں کیا تھا۔

(اشفاء الصدور و الکروب ج ۲ ص۹۱۹)

(۲) سید مرتضیٰ و شیخ طوسی روایت کردہ اند کہ چوں حضرت خدیجہ را تزویج نمود او باکرہ بود و بعقد شوہر دیگر پیش آنحضرت در نیامدہ بود۔

(حیات القلوب ج ۲ ص۲۷)

(ت) سید المرتضیٰ و شیخ طوسی نے روایت کی ہے جب حضرت خدیجہ نے حضرت سے نکاح کیا تو باکرہ تھیں۔ حضرت سے پہلے کسی شوہر سے عقد نہیں کیا تھا۔

اس حوالہ سے معلوم ہوا جب خدیجہ نے اور کسی سے نکاح بھی نہیں کیا تو ربیبہ اولاد ہونا کیسے ثبوت ہوگا۔

اعتصام بالکتاب

یا ایہا النبی قل لازواجک وبناتک ونساء المؤمنین

ست بحوالہ ترجمہ شیعہ مفسرین۔ اے پیغمبر بلند مرتبہ کہہ تو واسطے عورتوں اپنی کے اور بیٹیوں اپنی کے اور

عورتوں مومنین کے (تفسیر عمدۃ البیان ج ۲ ص)
(۲) اے نبی تم اپنی ازواج سے اور اپنی بیٹیوں سے اور اہل ایمان کی عورتوں سے یہ کہدو۔

(ترجمہ مقبول احمد دہلوی)

اس آیت میں جملہ مومنین کی عورات کے لئے بالعموم اور جناب رسول خدا کی ازواج اور صاحبزادیوں کے لئے بالخصوص پردہ کے لئے ارشاد ہوا ہے۔ بنت واحد پر بنتے تثنیہ پر بنات جمع پر شامل ہے۔

بنات جمع تعدادی کا صیغہ ہے جو دو سے زیادہ پر شامل ہے۔ سیاق آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی کریم کی دو سے زیادہ صاحبزادیاں تھیں۔ اگر ایک ہوتی تو لفظ بنات کی جگہ لفظ بنت وارد ہوتا ورنہ یہ کلمہ مخل بالفصاحت ہوگا مرجع واحد ہوا اور صیغہ جمع کا مضاف ہو۔ لفظ ازواج ونساء سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ صیغہ بھی جمع تعدادی کا ہے ورنہ ازواج ونساء سے فرد واحد مراد ہوگا جو صراحۃً غلط ہے۔ اگر کہا جائے کہ صیغہ جمع تعظیم کے لئے وارد ہے تو یہ بھی نہیں ہوسکتا جب سرور عالم کے لئے ابتدا آیت میں لفظ النبی کا ہے۔ اور آپ کی صاحبزادی کے لئے صیغہ بنات کا یعنی جمع کا اس اعتقاد کے مطابق یہاں یا ایہا الانبیاء ہونا چاہیئے تھا معلوم ہوا معترض کی محض خوش اعتقادی ہے۔ جب سرور عالم کو قرآن میں خطاب بلفظ ک وقل ہے اور یہ مرجع واحد کو چاہتے ہیں تو معلوم ہوا حضرت سید البشر کی صاحبزادی کسی حالت میں باپ سے فضیلت میں زیادہ نہیں۔ کلام خدا میں حضرت مریم کے لئے ارشاد ہے۔ واصطفیٰک علیٰ نساء العالمین (ت) برگزیدہ کیا تجھ کو اوپر عورتوں عالم کے۔ جہاں کی برگزیدہ عورت کے لئے صیغہ واحد باتصال ضمیر واحد وارد ہے تو یہاں محض تعظیم کے لئے صیغہ جمع وارد نہیں ہوسکتا۔ قال یا قوم ھؤلاء بناتی ھن اطھر لکم (۲) قالوا لقد علمت ما لنا فی بناتک من الحق (۱) حضرت لوط نے کہا اے قوم میری یہ بیٹیاں میری کہ پاک اور پاکیزہ تر ہیں واسطے تمہارے (عمدۃ البیان ج ۲ ص) (۲) انہوں نے کہا البتہ تحقیق جانتا ہے تو نے نہیں ہے واسطے ہمارے بیچ بیٹیوں تیری کے کوئی حاجت (تفسیر مذکور ج ۲ ص) اس اعتقاد کی بنا پر حضرت لوط کی ایک بیٹی ماننی پڑیگی حالانکہ یہ صراحۃً خلاف تاریخ ہے۔

ام لہ البنت ولکم البنون۔ یا واسطے اس خدا کے بیٹیاں اور واسطے تمہارے بیٹے ہیں (عمدۃ البیان ص) اس آیت سے اگر ایک لڑکی مراد لی جائے تو آیت کا معنیٰ تبدیل ہو جاتا ہے۔ جو جرم عظیم ہے۔

جب خود شیعہ حضرات کے مفسرین ومترجمین نے اپنے تراجم میں بنات کا معنی بیٹیاں کیا ہے تو کیوں آپ ضد کو ترک کر کے حق سے چشم پوشی کرتے ہیں اور سرور دو عالم کی روح مبارک کو ایذا پہنچاتے ہیں۔

(باقی)

تنقید و تبصرہ!

مضامین جمال الدین افغانی، ارشادات جمال الدین افغانی

سید جمال الدین افغانی انیسویں صدی کے اواخر کے ان اعاظم رجال اور اکابر ملت میں سے ایک ممتاز ہستی ہیں جنہوں نے مشرق کو بیدار کیا۔ اور مسلمانوں میں صحیح اسلامی روح پھونکنے اور مذہب و ملت کی صحیح خدمت سرانجام دینے میں اپنی عمر عزیز صرف کی۔ اسلامی ممالک میں پھر پھر کر آپ نے قابل و مستعد اشخاص کو منتخب کیا۔ اور ان کو ایسی تعلیم و تربیت دی کہ افغانی کے افکار و خیالات کے انوار سے مستنیر ہو کر ان میں سے ہر ایک اپنے وطن میں مسلمان قوم کے لئے ایک منارہ ہدایت اور مشعل راہ بنا۔ ان کی عملی جدوجہد اور اصلاح و انقلاب کی تخم ریزی افغانستان مصر ایران اور ترکی ہر ایک ملک میں یکے بعد دیگرے جاری ہوئی۔ مختلف ممالک اسلامیہ میں اصلاحی کام کرنے اور اپنے افکار کو پھیلانے کے بعد ۱۸۸۳ء میں جمال الدین افغانی لندن پہنچے اور چند دن کے بعد پیرس جا کر قیام کیا۔ اور وہاں سے مختلف رسائل و اخبارات میں مضامین علمیہ کی اشاعت کا سلسلہ شروع کیا۔ اور چند ماہ کے قیام کے بعد ان کے رفیق اور مخلص شاگرد شیخ محمد عبدہ اور سعد زغلول بھی پیرس جا پہنچے۔ ان پرجوش اور مخلص تلامذہ اور چند اور رفقا کی معیت میں افغانی نے "جمعیۃ العروۃ الوثقیٰ الخیریہ" کے نام سے ایک جماعت قائم کی۔ اور "العروۃ الوثقیٰ" کے نام سے ایک ہفتہ وار جریدہ شائع کیا۔

اس رسالہ کے چند اہم مقالات کا اردو ترجمہ "مضامین جمال الدین افغانی" کے نام سے ہمارے محترم دوست مولانا حافظ عبدالقدوس صاحب قاسمی فاضل دیوبند و مولوی فاضل و منشی فاضل پروفیسر ادارہ السنہ شرقیہ امرتسر نے کیا ہے۔ جس کو ادارہ فروغ اردو لاہور نے نہایت بہتر انداز سے عمدہ کاغذ پر شائع کیا ہے۔ اور سید جمال الدین افغانی رحمۃ اللہ علیہ کے بعض دوسرے ایسے مقالات کا جن کا تعلق ہندوستانی سیاسیات سے زیادہ ہے مولانا موصوف نے "ارشادات جمال الدین" کے نام سے اردو ترجمہ کیا ہے۔ اس دوسرے مجموعہ "ارشادات" کو بھی ادارہ فروغ اردو لاہور نے بہترین کتابت و طباعت اور عمدہ کاغذ پر شائع کرکے ایک بہترین علمی خدمت سرانجام دی ہے۔ ضرورت ہے کہ ممالک اسلامی کے اس بے نظیر داعی اور انیسویں صدی کی تاریخ مشرق کے اس زعیم عظیم اور ممتاز ترین شخصیت کے افکار و خیالات سے استفادہ کیا جائے اور مسلمان بصد ذوق و شوق ان مضامین و ارشادات کو مطالعہ کرکے موجودہ نازک دور میں اپنے لئے صحیح طریق راہ متعین کریں۔

مضامین جمال الدین مجلد ۲/ ارشادات جمال الدین مجلد ۲/

ملنے کا پتہ:- کتب خانہ سعدیہ جامع مسجد بھیرہ ضلع سرگودھا

تبلیغی کتابیں

جامِ حیات حیات بعد الموت کے [illegible] مسائل قرآن کریم اور حدیث نبوی علیہ [illegible] والسلام کی روشنی میں ایک جامع اور دل آویز انداز طرز تحریر سے مبارک کتاب تحریر کرائی گئی ہے جو کہ ہر دو فریقین کیلئے مشعل ہدایت ثابت ہو سکتی ہے حضرت مولانا ظہور احمد صاحب مرحوم نے یہ کتاب مولانا محمد حسین صاحب شوق سابق صدر المدرسین دار العلوم عزیزیہ سے اپنی زیر نگرانی تحریر کرائی تھی جو کہ اب کاغذ کی گرانی کے باوجود طبع کرائی گئی ہے کتاب دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے قیمت صرف ۹ر محصولڈاک ۱ر

قاتلانِ حسینؓ اس میں نہایت محققانہ طریقہ سے حضرات شیعہ کی معتبر کتابوں کی مستند روایات سے ثابت کیا گیا ہے کہ رسولِ خدا کے نواسے اور حضرت علی کے لخت جگر حضرت حسینؓ کو کربلا میں بلا کر طرح طرح کے مظالم میں مبتلا اور نہایت بیرحمی سے شہید کرنے والے شیعہ اور پیشوایانِ مذہب شیعہ تھے اس کتاب کو ضرور دیکھئے تاکہ شیعوں کی شیعت کی حقیقت کھل جائے. صفحات ۹۶ - کتاب دلفریب طباعت دیدہ زیب. کاغذ دبیز. قیمت دس آنہ محصولڈاک ۱ر

آخری پیغامِ حق حضرت مولانا ظہور احمد صاحب بگوی رحمۃ اللہ علیہ کی آخری تقریر جو پہلے شمس الاسلام کے صفحات پر جلوہ گر ہو چکی ہے اور اُمید سے زیادہ مقبول ہو چکی ہے. عام افادہ کیلئے کتابی شکل میں ہدیہ ناظرین کی گئی آخری پیغام حق کے متعلق حضرت سجادہ نشین تونسہ شریف تحریر فرماتے ہیں:-

"حضرت مکرم مغفور کے آخری کلمات نصائح نہایت ہی گوہر بے بہا ہیں. اور ناظرین کی ہدایت کے لئے مشعل راہ ہیں"

قیمت دس آنہ محصولڈاک ۱ر

کشف التلبیس مصنفہ مولانا سید ولایت حسین شاہ صاحب قادیوری یہ کتاب شیعوں کے مشہور رسالہ "نور ایمان" کے جواب میں لکھی گئی ہے شیعوں کا یہ رسالہ لاکھوں کی تعداد میں طبع ہو کر ہزار ہا سُنی نوجوانوں کی گمراہی کا باعث بن چکا ہے شیعہ روٴسا کی طرف سے سنیوں میں مفت تقسیم ہوتا رہتا ہے شیعوں کی اس ظلمت کفر کا عقلی و نقلی دلائل سے مہذب پیرایہ میں [illegible] اس کتاب میں موجود ہے شیعوں کے تمام مطاعن [illegible] کے جوابات دیئے گئے ہیں حصہ دوم [illegible] حصہ ختم ہو چکا ہے) ہر دو حصہ طلب کر لیجئے ۱۲ [illegible] محصولڈاک

برقِ آسمانی جس میں مرزائے قادیانی کے اپنے قلم سے اسکے سوانح و عقائد و عبادات و معاملات و کارنامے تفصیل کے ساتھ درج کئے گئے ہیں. علاوہ ازیں خلیفہ نور الدین اور مرزا محمود کے سوانح حیات اور ان کے عقائد وغیرہ بیان کرنے کے بعد حیات مسیح کے مسئلہ پر عقلی و نقلی دلائل جمع کئے گئے ہیں. اس کتاب نے مرزائیوں کا ناطقہ بند کر دیا ہے. قیمت ۸ر محصولڈاک [illegible]

فیصلہ شرعیہ بر حرمتِ تعزیہ یہ کتاب حضرت مولانا مولوی محمد [illegible] الدین صاحب دام برکاتہم سابق خطیب جامع قلعہ شیخوپورہ کی تصنیف ہے. جس میں آپ نے تعزیہ مروجہ پر سیر کن بحث کی ہے کتاب کا ماخذ اسّی سے زیادہ معتبر کتابیں ہیں. اور تقریباً ۴ مختلف بحثیں درج ہیں جنہیں ضمنی طور پر کثیر التعداد اور ضروری مسائل بھی آ گئے ہیں حضرت موصوف نے قرآن مجید اور احادیث صحیحہ معتمدہ تفاسیر مستند اور تصریحات ائمہ کرام فتاوی جات علماء اعلام و مجتہدین عظام سے تعزیہ کی حرمت بیان کرنے کے علاوہ دس عقلی دلیلیں بھی تعزیہ مروجہ کے حرام ہونے پر قائم کی ہیں، اور ماتمی حضرات کے جواز تعزیہ کی ۲۲ دلیلوں کے اسّی سے زیادہ جواب دیئے ہیں. اور یہ بھی بیان کیا ہے کہ ائمہ کرام سب اہلسنت والجماعت تھے نہ کہ شیعہ بلکہ وہ شیعہ ہونے سے

بیو رہے اور یہ کہ کون سے سادات محقق اعزا و تعزیہ میں در ماہ محرم میں کیا کرنا چاہیئے یہ پہلی مستقل و مدلل کتاب ہے۔ جس کے پڑھنے سے ایک معمولی استعداد والا بھی اس مسئلہ پر مکمل طور پر گفتگو کر سکتا ہے کاغذ عمدہ طباعت دیدہ زیب ضخامت تقریباً دو سو صفحات۔ قیمت صرف ۱؎ محصول ڈاک علاوہ۔

مؤلفہ مولانا حکیم حافظ محمد عبدالرسول صاحب

تازیانہ لقب ... } بجھوری ... ہیں مرزا قادیانی کے ان اعتراضات کا مدلل جواب دیا گیا ہے۔ جو اس نے صوفیائے کرام پر کئے تھے۔ قیمت صرف ۲؍ محصول ڈاک ۱؍

اجتناب الحنفیہ } اس رسالہ میں صدہا علمائے اسلام کے فتاویٰ جمع کئے گئے ہیں جن میں دلائل واضحہ اور براہین قاطعہ سے فرقہ روافض و مرزائیہ کا ارتداد اور رافضی و مرزائی سے سنی عورت کا نکاح ناجائز ثابت کیا گیا ہے۔ حجم ۱۰۰ صفحہ قیمت ۴؍ محصول ڈاک ۱؍

تحفہ مرزائیہ } یعنی جریدہ شمس الاسلام کے دسمبر ۱۹۳۴ء کا ایڈیشن جو قادیان نمبر کے نام سے موسوم ہوا تھا اس میں نہایت عمدہ مضامین قادیانیوں کے رد میں درج ہوئے ہیں۔ قیمت ۴؍ محصول ڈاک ۱؍

حقیقتِ تشیع } مولانا پیر قطبی شاہ صاحب مذہب شیعہ کے سربستہ رازوں کا انکشاف۔ قیمت ۱؍

ہدایات القرآن } عیسائیوں کے مشہور رسالہ حقائق قرآن کا بیخ و بن ... نیز اس رسالہ کے ذریعہ مرزائیوں کے مغالطات بھی دور ہو سکتے ہیں عیسائی لاکھوں کی تعداد میں حقائق قرآن کو ہر سال مفت تقسیم کرتے ہیں۔ لہٰذا ہدایات القرآن کی وسیع اشاعت نہایت ضروری ہے۔ فی نسخہ ۱؍

رسالہ تیرہ ... مذہب خاکساریہ } از تصنیف ... مولانا ... صاحب ...

... قیمت ... ۱ ... ۱؍

مظلوم قوم } تصنیف مولوی ... صاحب ... اس کتاب میں مصنف نے ... چھوتوں کے ساتھ اسلامی مساوات و ... کے پیرایہ میں بیان کر کے اچھوتوں کو اسلام کی دعوت ... قیمت ۵؍

اسلامی جہاد } ... میں فوج محمدی کے تعلیم اخلاق ... ضخامت ۱۰۰ صفحہ ... اس کتاب میں آنحضرت ... خطابہ ... اسلامی جہاد کی حقیقت اور فوج محمدی کے نصب العین کو واضح کیا گیا اور عہد حاضر کی بعض ... عسکری تنظیموں پر بھی ... کیا گیا ہے۔ از مولانا ظہور احمد صاحب بگوی امیر مجلس مرکزی حزب الانصار بھیرہ قیمت ۰؍

خاکساری مذہب } ... کی ... جماعت کا ... اجتماع ... اس رسالہ میں ... خاکساری ... حقیقت ... تحریک شائع کر کے ... تقسیم کی گئی۔ از مولانا ظہور احمد صاحب بگوی امیر مجلس حزب الانصار بھیرہ قیمت ۰؍

خاکساری فتنہ } خاکساری ... [illegible] ... جنگ ... مشرقی ... [illegible] ... از مولانا ... [illegible]

مشرقی فتنہ } [illegible]

ملنے کا پتہ } منیجر جریدہ شمس الاسلام ... بھیرہ ... پنجاب

نعرۂ مسلم

(مولانا کامل القریشی مہو چھاؤنی)

کبھی دیکھی بھی ہونگی معرکہ آرائیاں میری
کبھی تم نے سنی ہوگی وہ خونیں داستاں میری

انہیں جبر و تحکم سے مٹا دینا نہیں آساں
تمہیں خود رام کر لیں گی یہی خودداریاں میری

بدل لو یوں تو لاکھوں ظلم و استبداد کے پہلو
مگر یہ بھی سمجھتے ہو رسائی ہے کہاں میری

جھکے جو آستانِ غیر پر وہ سر نہیں میرا
کرے جو مدح باطل کی نہیں ہرگز زباں میری

رضا جوئی پہ مٹتا ہوں جو منہ سے اف نہیں کرتا
نہیں تو رنگ [illegible] کر رہے اک دن فغاں میری

خوشامد جن کا شیوہ کاسہ لیسی جن کی فطرت ہو
کبھی کر ہی نہیں سکتے وہ تائید بیاں میری

سمجھ لینا نہ اس کو تم "مرا مجبور ہو جانا"
کہ حالت اور ہو جاتی ہے وقتِ امتحاں میری

شذرات

(از ابن الانور سید محمد ازہر شاہ قیصر کاشمیری)

مسلمانوں کو مسلمان بننے کی ضرورت

پہلے جنگ یورپ کی ہولناک اور فتنہ خیزی اور اس سے فراغت پاکر اپنے ملک کی غیر معتدل سیاسیات کی گرم بازاری، ہندو مسلمانوں کے اختلافات، الیکشنوں کی بھرمار، فرقہ وارانہ فسادات کے عذاب الیم اور اس قسم کے اور موانع نے مسلمانوں کے ذہنوں کو دین اور ضروریات دین سے قطعاً بے توجہ کر دیا ہے۔ اب ہر مسلمان یا تو کانگرس کی مخالفت میں سرگرم عمل ہے اور یا لیگ کی ہمنوائی میں مصروف جدوجہد کسی کو جناح صاحب کی قیادت کا پروپیگنڈہ کرنے کی فکر ہے۔ تو کوئی نہرو کی سیاست کا گن الاپ رہا ہے کسی کی زبان پر پاکستان کا نعرہ ہے۔ تو کوئی متحدہ ہندوستان کا نقشہ اور خاکہ بنا رہا ہے۔ ایک اتحاد باہمی کی دعوت دے رہا ہے۔ تو دوسرا اس اختلاف و افتراق ہی کو ملت کی ترقی و بقا کا فیصلہ بتاتا ہے۔ سیاسیات کی اور ان روزمرہ کے حالات واقعات کی ضرور ایک اہمیت اور ذہن انسانی پر ان کا ایک اثر ہے۔ بلاشبہ ان سیاسی تغیرات سے ہم اپنے آپ کو چھپا نہیں سکتے اور ملکی انتظام کی ان سرگرمیوں سے ہمیں براہ راست دلچسپی لینی پڑے گی۔ ہم سیاسیات کی اہمیت کے قائل ہیں۔ اور اپنی زندگی کے کچھ مقررہ اوقات ان بحثوں اور مصروفیتوں کے لئے نکالنے اور ان اوقات کو ان میں صرف کرنے کا حق تسلیم کرتے ہیں لیکن سیاسیات میں اتنا اشتغال و انہماک کہ ہم اپنی شریعت کے بنیادی اصولوں اپنی زندگی کی اساسی ضرورتوں، اپنے مذہب کی تبلیغ و اشاعت کے گرانبار فرض اور اپنے مذہب پر حملہ کرنے والے دوسرے مذاہب کے لوگوں اور تبلیغی تحریکوں کی سرگرم کارروائیوں سے غافل ہو جائیں۔ یہ ہم کسی طرح تسلیم نہیں کر سکتے ہر قسم کی خیر و برکت اور دین و دنیا کی تمام بھلائیوں اور نیکیوں کا وہ سرچشمہ جس سے ہر مسلمان کی زندگی سیراب و فیضیاب ہے۔ اور جسے عام اصطلاح میں ہم اسلام کہتے ہیں۔ سچ یہ ہے کہ اس مذہب مقدس کی ضروریات ہماری ضرورتوں پر مقدم ہیں یا ... آج ہماری زندگی کی ... سے بہتر ہیں۔ اس کے مقاصد ہمارے مقاصد عمل سے افضل ہیں اور اس کے فرائض ہماری تمام مشغولیات و مصروفیتوں پر غالب ہیں۔ کوئی مسلمان کسی وقت بھی دین حنیف کی ضرورتوں سے بے پروا اور اسکی تبلیغ و اشاعت سے غافل نہیں ہو سکتا۔ سیاسیات کی یہ دھماچوکڑی تو اسی طرح بھی رہے گی۔ حالات و معاملات کا یہ تغیر تو بہر نوع ہماری زندگیوں پر یوں ہی مسلط رہیگا۔ سلطنتوں کا بننا اور بگڑنا تو قدرت کا قدیم قانون اور دستور ہے۔ دنیا میں تو ہمیشہ یہی ہوا ہے کہ آج جس کے گھر میں دولت و کامرانی کے نقارات دکا دینے بلند کئے جا رہے ہیں۔ تو اسی وقت اور اسی لمحہ دوسرے کے گھر میں

موت و ہلاکت کی اداسیاں دانت نکالے اور منہ کھولے
کھڑی ہیں۔ استعمار اپنی حکومت و اقتدار کی مسرت سے تو
دوسرے کو اپنی ناکامی و نامرادی کا رنج ہے۔ مذہبی ضرورتیں
اس تغیر و تبدل میں فراموش نہیں ہو سکتیں اور دینی ضروریات
کا ان ہنگامی مشاغل میں انکار۔ ایک بہت بڑی حقیقت کا
انکار کرنا ہے۔ بلاشبہ بہت سے لوگ ہماری اس صوت
خیر پر منہ بنائیں گے اور انہیں اعتراض ہوگا۔ کہ روشنی
اور روشن خیالی کے اس دور میں مذہبی فرائض کا یہ سبق
یاد دلانا سورج کو چراغ دکھانے کے مترادف ہے۔ کہ
یہ لوگ مذہب کے بانی، دین کے اصولوں، قاعدوں
اور ضابطوں کے منکر اور ایمان و اسلام کی سادہ و صاف
نکر گہری اور مضبوط تعلیمات سے متنفر ہیں۔ لیکن ہم ان
لوگوں سے جواب میں کہیں گے۔ کہ اب کے ان سیاسی حالات
اور روزمرہ کے اتفاقات ہی نے اس حقیقت مستور کے بہت سے
پہلوؤں کو روشن کر دیا ہے۔ کہ مذہب کے بغیر انکی زندگی
نامکمل، ناکارہ اور ناکام ہے اور کوئی مرکز مذہب کے سوا ایسا
نہیں جس پر تمام نفوس انسانیہ کو مذاق۔ خیال و رائے۔ قول و
عمل اور خواہشات و جذبات کی یکرنگی اور موافقت کیساتھ
مجتمع کر دیا جائے اور کوئی طریقہ مذہب کو ماننے اور اس کے
احکامات پر عمل کرنے کے سوا ایسا نہیں جو انسانوں کے ان
باہمی اختلافات، رنگ و نسل کے اس امتیاز، فقر و غنا کے
اس فرق وطنیت کے اس تعصب اور قومیت کے ان مناقشات
کو ختم کر سکے۔ بہت سے منکر حالات کے گہرے مطالعہ کے بعد
اس حقیقت کو تسلیم کر چکے ہیں۔ اور سالہا سال تک انکار و
بیدینی کے دشت ذلت میں کوچہ گردی کے بعد بالآخر انہیں

مذہب کی صداقت و حقانیت اور اسکی ضرورت و اہمیت کو
مان لینا پڑا ہے۔ اور جو ابھی نہیں مانتے ان کے متعلق بھی
ہمیں یقین ہے کہ وہ آج نہیں تو کل اپنے ضمیر کو اس عظیم سچائی
کے سامنے نگوں سار اور اپنے قلب و دماغ کو مذہب کی
عظمت سے متاثر پائیں گے ؎

اور کھل جائیں گے دو چار ملاقاتوں میں

اور ہم چونکہ بحمد اللہ علی احسانہ آج بھی علی وجہ البصیرت
مذہب کی عظمت و اہمیت کو تسلیم کرتے ہیں اور خوب اچھی طرح
جانتے ہیں کہ فتنہ و آشوب کی ان نزاکتوں بدامنی اور رقابت
کی ان پریشاں حالیوں سیاسی مخالفتوں کی اس بھڑکتی ہوئی
آگ، فرقہ پرستی کے اس عذاب اور جنگ و تفرقہ کی اس
وبائے عظیم کو اگر کوئی چیز روک سکتی ہے تو وہ صرف مذہب اسلام
اور مذہب اسلام کی پاکیزہ تعلیمات ہیں۔ اسلئے پراگندہ ذہنی کے
اس اندھیرے میں بھی ہم اپنے تصور کو ماسواء سے پاک، اپنے
خیال کو صرف اس نقطہ پر مرکوز، اپنی خواہشات کو صرف اسلام
کی ارتقاء کی تمناؤں سے وابستہ اور اپنے جذبات کو صرف
اس دین حق کی تبلیغ و اشاعت کی آرزوؤں سے لبریز پاتے
ہیں۔ ہماری سوچی اور سمجھی ہوئی رائے یہ ہے کہ فرقہ وارانہ
جنگ کے یہ ہیبتناک شعلے گاندھی جی اور جناح صاحب کی
شعلہ آلتقریروں سے بھڑک تو سکتے ہیں۔ لیکن جنگل میں پھیلی
ہوئی اس آگ کو بعد میں قابو میں لانا خود گاندھی جی اور
جناح صاحب کے بھی بس کی بات نہیں۔ ہندو مسلمانوں کے
یہ اختلافات اور انکی باہم نفرت و عداوت کے یہ
قومی جذبات لیگ و کانگریس کی سیاسیات اور بے لگام
زبان دراز اخبارات کی فرقہ پرستانہ اور اشتعال انگیزنہ

تحریروں سے پیدا تو ہو سکتے ہیں۔ لیکن ان جذبات نفرت کو ختم کرنا خود لیگ و کانگرس اور لیگ و کانگرس کے اخبارات کے دائرہ قدرت سے باہر کی بات ہے۔ لیڈر یہ اخبار یہ تقریریں اور یہ روزانہ کے آرٹیکل ہمیں کے ذخیرہ میں آگ تو لگا سکتے ہیں بلکین اس کو بجھا دینے میں اُنہیں کامیابی نہیں ہو سکتی۔ ہاں اگر تہذیب و تعلیم کی روشنی پھیل سکتی ہے تو وہ مذہب کے آفتاب نصف النہار سے۔ اخلاق و انسانیت کی پاکیزگیاں عود کر سکتی ہیں۔ تو مذہب کی پاک تعلیمات سے، شرافت اور سچائی کا بول بالا ہو سکتا ہے۔ تو صرف مذہبی قوانین کے اجرا سے خونریزی اور خون آشامی کی یہ حیوانیت و بہیمیت کا بدترین تصور پیدا کرنے والی تحریکیں اگر ختم ہو سکتی ہیں تو اسلام کے آئین انصاف و عدل سے ہندو مسلمانوں کے علاقوں صوبوں اور گھروں میں امن پا سکتے ہیں۔ تو اسلام کے ذریعہ سے اور مسلمان ہندوؤں کی دست درازی سے محفوظ رہ سکتے ہیں۔ تو صرف مسلمان بنکر ہم غافل اور اپنے مقصد زندگی سے سینکڑوں میل دور جا پڑنے والی قوم کو پھر ایک دفعہ اسکے مذہب کی عظمت و سچائی سے باخبر کرنا چاہتے ہیں۔ کہ وہ خود مسلمان بنکر اپنے اخلاق نیک اعمال، جائز خواہشات، میانہ روی، اعتدال پسندی اور شرافت و انسانیت سے اس جہنم زار حیات کو از سر نو خلد بریں کے سکون و طمانیت سے لبریز کر دے اور دوسری قوموں کو بھی اپنے طرز عمل سے اسی قسم کا اخلاق، ایسی ہی امن پسندی، انصاف دوستی اور نکوکاری اختیار کرنے پر مجبور کر دے۔ اسلام کی ضرورت ہمیں پہلے بھی تھی لیکن آج اس فتنہ و فساد کے ماحول میں مذہب حق کی اور اسکی تعلیمات حقانی کی ضرورت پہلے سے بدرجہا زائد ہے، خود سچے مسلمان بنو، اسلام کی خواہش پر اپنی خواہشات کو قربان کرنا سیکھو، اپنی ضرورتوں کو اسلام کی ضرورتوں پر ختم کر دو، اپنے کردار میں اسلام کا رنگ اور اپنے قلب و ضمیر میں اسلام کی سچائی کا سچا اثر پیدا کرو۔ ان اخلاق کو اپنے لئے نمونۂ عمل بناؤ۔ جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذات گرامی سے وابستہ ہیں اور اپنے دوسرے مسلمان بھائیوں کو بھی یہی تعلیم دو۔ اسی اخلاق و تہذیب کی تبلیغ کرو۔ اور مذہب مقدس کی اس روشنی کو سارے ملک، ساری دنیا اور سارے کرۂ ارض پر پھیلا کر رنگ و نسل کے ان سارے فتنوں اور وطنیت و قومیت کے ان تمام جھگڑوں کو مٹا ڈالو یاد رکھو فرقہ وارانہ فساد کی وہ آگ جس سے ہمارے ملک کے اکثر علاقے متاثر ہیں اور بدامنی و فسادات کے وہ عذاب ناکیاں جس سے انسانیت کی روح کچلی جا رہی ہے۔ گاندھی جی) مسٹر جناح کی اپیلوں سے ختم نہیں ہو سکتے۔ انہیں آخری نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی خلق آفرین تعلیمات اور آپ کے پاکیزہ طریق حیات ہی سے ختم کیا جا سکتا ہے۔ یہ ہماری بہت بڑی نادانی ہے۔ کہ ہم اسلام کو جو مذاہب کی دنیا میں امن و خیر کی دعوت دینے والا سب سے کامیاب اور پرجوش مذہب ہے پس پشت ڈال کر اپنی اس قسم کی ضروریات میں کسی اور تدبیر کا سہارا پکڑیں۔

دارالعلوم عزیزیہ بھیرہ کا داخلہ بوجہ گڑبڑ کے ۲ شوال کی بجائے ۵ شوال سے جاری نہیں ہوگا۔ بہترین اساتذہ کی خدمات حاصل کر لی گئی ہیں۔ شائقین طلبہ

تین مقام

(از حضرت داعی الی الحق)

(۱) مقام مومن :-

مُسلم قوم کو اللہ تعالیٰ نے امت وسط بنا کر دُنیا میں بھیجا ہے۔ یعنی ایک جماعت جو اگلوں اور پچھلوں میں درمیان کی کڑی ؟ خیر کی کڑی۔ نیکی و صداقت کی کڑی ہے۔ عزت و شرافت کی کڑی۔ تاکہ یہ امت دنیا میں گذشتہ قوموں اور آئندہ نسلوں کیلئے نمونہ ہو۔ جس سے دونوں کی زندگی پر روشنی پڑتی ہے اور جو قوموں کے محاسب اور شاہد ہو۔

وجعلناکم امۃ وسطا لتکونوا شھداء علی الناس۔	ہم نے تم کو امت وسط بنایا تا کہ انسانی گروہ کیلئے تم شاہد کا کام

چونکہ مُسلمان قوم اقوام عالم کے لئے شاہد ہے اور ان کے اعمال و خیال کے واسطے ..... گواہ بنائی گئی ہے۔ اس لئے اس کا معیار بھی بہت اونچا ہونا۔ عقائد اخلاق اور اعمال کے لحاظ سے دنیا کی بہترین جماعت ہو

کنتم خیر امۃ اُخرجت للناس	تم بہترین اُمت ہو۔ جو انسانی گروہ کی بہتری کے لئے بھیجے گئے ہو۔

پس مُسلمان دنیا میں صداقت کا داعی ہے۔ خیر کا پیغمبر ہے۔ عروج و ارتقا بلندی و برتری اور عزت و شرافت کا مظہر اتم ہے۔

وانتم الاعلون ان کنتم مومنین	تم سربلند رہو گے۔ بشرطیکہ مومن رہے۔

یعنی اگر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا احساس کرتے رہے۔ دنیا کی قوموں کی خبرگیری سے غافل نہ رہے۔ اپنے مقام کو پہچانتے رہے۔ تو سربلندی اور برتری کی دولت تمہارے قدموں میں رہیگی۔ دنیا میں عزت و شرافت کے مستحق تم ہی رہو گے۔ قوموں میں تمہاری نیک نامی اور خوش گوئی کے چرچے رہیں گے۔

ان العزۃ للہ ولرسولہ والمومنین جمیعا	عزت تو اللہ کے لئے اور تمام مومنوں کے لئے ہے

وعدہ خداوندی کبھی غلط نہیں ہوتا۔ اس کا ایک ایک نقطہ پورا ہو کر رہتا ہے۔ قدرت کے قوانین ناممکن ہے کہ جاری نہ ہوں۔ یہ ہو نہیں سکتا کہ مسلمان دنیا میں قوموں کا شاہد بنکر رہے اور سرفرازی سے محروم رہے۔ اپنے مقام سے غافل نہ ہو۔ اور پھر عزت سے زندگی بسر نہ کرے۔

آج بھی تم نگاہ اُٹھا کر دیکھو جو خدا کے بندے اپنے مقام پر قائم ہیں۔ وہ خدا کے انعام سے ویسے ہی بہرہ مند ہیں۔ دُنیا میں ان کی وہی حیثیت ہے اور اُن کو مقام مومن کا وہی تمغہ حاصل ہے۔

مگر مُسلمان قوم کو تم ایسے نہ پاؤ گے۔ ان میں یہ چیزیں نظر نہ آئینگی۔ کیونکہ وہ اپنے مقام سے دُور ہو چکے ہیں پس خدا نے بھی ان کو اپنی برکات و عنایات سے دُور کر دیا۔ اُنہوں نے منہ پھیرا تو انعام الٰہی نے بھی ان سے نگاہ پھیر لی۔

آج مُسلمانوں پہ لُوٹ پڑے یا وہ غارت ہوں ہجرتیں کریں یا برباد ہو کر صحراؤں میں مارے مارے پھریں۔ قدرت کو اُن کی آوارگی و بے بسی اور بے عزتی و رسوائی کی کوئی پرواہ نہیں۔ کیونکہ

نَسُوااللّٰہَ فَنَسِیَھُمْ　جب وہ خدا کو بھول گئے تو خدا اُنہیں بھول گیا۔

اسلامی زندگی کا ایک مقام

آؤ آج میدانِ جنگ میں اسلامی زندگی اور غیر اسلامی زندگی کا نمونہ دیکھو۔ کہ اسلام کے خونخوار سپاہی یا پیغمبرانِ رحمت محبت کس طرح اپنے اصول اور مقام پہ چٹانوں کی طرح ثابت قدم ہیں۔ اور کفر کے درندے یا فرزندانِ جور و ستم کس طرح اپنی بہیمیت کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ شاید اس مقابلے کے بعد تمہارے ذہنوں میں غور و فکر کیلئے کوئی راہ پیدا ہو جا　برموکہ کا میدانِ جنگ ہے۔ رومی عیسائیوں اور عرب مسلمانوں کا مقابلہ ہے۔

رُومی لشکر کے تربیت یافتہ سپاہی سُرور و نغمہ فراخی و عیش کوشی اور شراب کے دَور میں مست ہیں۔ پشت پر طاقت ہے عیش و عشرت کی گرم بازاری ہے۔ اور میدانِ جنگ عشرت کدہ بنا ہُوا ہے۔

دُوسری طرف مُسلمان مجاھدوں کی ایک جماعت ہے جسمیں تسبیح و تہلیل فاقہ کشی اور بے سرو سامانی ہے ایک خیمہ لگا ہے۔ جو پھٹے پُرانے کپڑوں سے بنایا گیا ہے۔ اندر کچھ مقدس انسان ہیں جنکے چہرے فاقوں سے زرد ہیں۔ جن کے بدن پر کئی پیوند کے کپڑے ہیں جو بڑی بے نفسی سے سر نیچا کئے باچشم تر بیٹھے ہیں بیچ میں ایک نحیف الجثہ انسان بیٹھا ہے جو منہ سے کچھ کہہ رہا ہے۔ اور آنکھوں سے آنسو جاری ہیں اور ساتھ ہی سب کے سب رو رہے ہیں۔

یہ ہے اسلامی لشکر کا سپہ سالار اور یہ ہیں اسکے ماتحت سپاہی۔ دیکھو میدان ہے۔ دنیا کی اہم طاقت رُوم سے مقابلہ ہے مگر خدا کے بندوں نے اپنا مقام زندگی نہ چھوڑا۔ ایک اِنچ اس سے نہ ہٹے۔ ایک منٹ کے لئے غافل نہ ہوئے۔ یکجا ہو کر احتساب ہو رہا ہے۔ ہمارے اخلاق و عادات میں کوئی تبدیلی تو نہیں پیدا ہو رہی گورشنہ کہیں پائے استقامت کو لغزش نہ ہو جائے تکبر کا خوف و یہ شکست نہ بن جائے۔ اپنی خود غرضی جہاد کو وبالِ جان نہ بنا دے۔

اسی دوران میں رُومی سفیر آیا اور پُوچھا تمہارا قائد اور امیر کون ہے۔ لوگوں نے اشارہ کیا کہ یہ ہیں ہمارے راہنما جب یہ عالم دیکھا۔ وہ سفیر واپس گیا۔ تو اُس نے رومیوں سے کہہ دیا کہ یقین کرلو کہ جس قوم کی عزیمت، خدا ترسی اور احتساب نفس کا یہ عالم ہے وہ قوم کل میدانِ جنگ میں فاتح رہیگی۔ اور تم مفتوح رہو گے۔

یہ تھے اسلام کے حقیقی ہتھیار جو میدانوں اور گھروں میں یکساں کام کرتے تھے اور ایک سے لیکر ہزاروں کے دل فتح کر لیتے تھے۔

کیا آج بھی تم اپنے قائدوں اور رہنماؤں کی زندگیاں اسی سانچے میں ڈھلی پا رہے ہو؟

مقام عدل و انصاف

انسان کا کردار اُسکا آئینہ ہوتا ہے۔ وہ جو کچھ کرتا ہے اندرونی تقاضے کے تکمیل کے لئے کرتا ہے۔ پس اگر دل کا آئینہ آلائشوں سے پاک ہے۔ تو اُسکے افعال بھی پاکیزہ اور ستھرے ہونگے۔ اور اگر اس کا ضمیر خباثتوں کا مرکز ہے۔ تو جو کریگا۔ ناروا اور گھناونا ہوگا۔

مُسلمان اپنی اندرونی کیفیت کے لحاظ سے دنیا میں ممتاز حیثیت کا مالک ہے۔ اس کا دل پاک ہے۔ اس کے ارادت اور جذبات نہایت لطیف اور پاکیزہ ہوتے ہیں لہٰذا مُسلمان کا ہر فعل اور اس کی ہر حرکت طہارت و پاکیزگی کی دلیل ہے۔ مُسلمان کی شناخت کے لئے کسی آلہ کی ضرورت نہیں۔ اس کا وزن معلوم کرنے کیلئے کسی ترازو کی حاجت نہیں ہے۔ بلکہ اس کے افعال کردار شاہد ہیں۔ اس کی حرکت دلیل ہے۔ اسی وجہ سے قرآن نے عقائد کیساتھ اعمال و اخلاق کی بھی یکساں تعلیم دی ہے۔

اور چونکہ مُسلمان دنیا میں اجتماعی زندگی کی پاکیزگی اور برتری کا داعی ہے۔ اسلئے وہ مکلف ہے۔ پہلے خود ایسے اعمال پہ کاربند ہو جنہیں دنیا والے دیکھکر اسکی دعوت کی سچائی اور ہمہ گیری کو سمجھ سکیں۔

یہی وجہ ہے کہ اسلامی تعلیمات کا عملی اور اخلاقی گوشہ تنگ نہیں۔ بلکہ اس کا برتاؤ ہر قوم اور ہر مذہب والے کیساتھ بلا کسی اجتماعی یا ملکی امتیاز کے یکساں ہونا چاہیئے۔ کوئی فرد یا قوم دشمن ہو۔ یا دوست اپنا ہو یا بیگانہ۔ آشنا ہو یا نہ آشنا اسلامی اخلاق سب کے لئے عام ہے سب سے ایک قسم کا سلوک کیا جائیگا۔ اور یہی حقیقی اسلامی تعلیم ہے۔ یہی اصل تقوٰے ہے۔ اور یہی مسلمان کی دنیا میں کامیابی کا راز ہے۔

لایجرمنکم شنان قوم علےٰ ان لا تعدلوا اعدلوا ھواقرب للتقوی۔	کسی قوم کی دشمنی اسکے ساتھ ناانصافی پر تم کو آمادہ نہ کر دے بلکہ اس کیساتھ بھی انصاف کرو یہی چیز تقوی اور دیانت کے قریب ہے۔

عدل و انصاف ایک ایسی معیاری چیز ہے۔ جس سے آدمی کا حقیقی وزن اور اسکی اندرونی کیفیت معلوم ہوسکتی ہے اگر کسی کا انصاف بے لوث ہے۔ واقعی وہ عدل و انصاف کا دلدادہ ہے اور انصاف کو اپنے لئے واجب سمجھتا ہے۔ تو کسی حال میں اس سے باز نہیں رہ سکتا۔ چاہے کوئی دشمن ہے۔ چاہے دوست اس کا ذاتی معاملہ ہے۔ دشمنی اور دوستی کی میزان پہ عدل و انصاف کو ہرگز تول نہیں سکتا۔ بلکہ وہ اپنے ایمان و دیانت سے مجبور ہوگا۔ کہ انصاف قائم رکھے۔ یہ اجتماعی معاملہ ہے۔ اسکے اسلام کا تقاضہ ہے۔ اور اسکی دعوت کی حقیقی روح ہے اگر ذاتی اغراض کے ماتحت انصاف نہ کرسکا۔ تو دیانت و تقوٰی پر حرف آتا ہے۔ مذہبی حدود سے دوری ہو رہی ہے پس تم بھی غور کرو کہیں اس بلا میں گرفتار تو نہیں ہو؟

کیا اسلام امن عالم کیلئے مضر ہے

بسلسلہ اشاعت ماہ اگست ۱۹۶۲ء

استفہام انکاری کا اثبات

فلسفۂ توحید

(مولانا محمد اکمل صاحب قاسمی)

ماسبق کے مدھم اشاروں میں بصیرت کی خفیف چمک ہی سے ظاہر ہو گیا۔ کہ میرے قرطاس فکر کے اوپر عنوانِ بالا کی حیثیت استفہام انکاری کی ہے ایسا نہیں جیسا کہ متاثراتِ خارجی اور حوادثاتِ درمیانی سے پیدا ہو کر ایک ایسا یقین پیدا ہو گیا ہے جو بالتخصیص تمام دینی روائتیوں کے لئے اعلانِ جنگ ہے۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ تمام ادیان (باطلہ غیر باطلہ) کے بنیادی تصور میں ایک ایسی قوت کا استحضار ہے۔ جو کائنات کے اوپر محیط ہے۔ لبصورت مہر یا بصورت مہر یا پھر بعنوان ترکیبی صاحب مہر و مہر

ولئن سالتھم من خلق السمٰوات والارض لیقولن خلقھن العزیز العلیم (الزخرف ۲۵)	اگر آپ اُن سے پوچھیں آسمانوں کو اور زمین کو کس نے پیدا کیا؟ یہی کہیں گے۔ کہ ان کو پیدا کیا اس ذات نے جو غالب ہے اور علیم ہے۔
ولئن سالتھم من خلقھم لیقولن اللہ (الزخرف ۲۵)	اگر آپ ان سے سوال کریں ان کو کس نے پیدا کیا۔ یقیناً کہیں گے۔ کہ اللہ نے۔

یہ بنیادی تصور ذہن و فکر سے سمٹ کر قلب میں سمٹ آتا ہے۔ خود سمٹ کر قلب کے ارادوں کو بھی سمیٹ لیتا ہے۔ اور انسان وحدت محدود یا کثرت محدود ہی تک پہنچ کر رُک جاتا ہے۔ مسلمان کی گردن ایک ہی جگہ خم ہوتی ہے۔ غیر مسلم دو یا تین یا پھر عظیم محدود قوتوں کے ماسوا کا انکار کر جاتا ہے۔

ماسوا کی تمام ظالم و جابر سطوتیں اس یقین مستحکم سے ٹکرا ٹکرا کر پاش پاش ہو جاتی ہیں۔ اگر باقی رہ گئیں یا تو پھر کچھ مہیب تھپیڑے ایک تخیف سند کے کنارے جمع ہو جاتے ہیں۔ اس کی بنیاد و اکھیڑ کر دریا بہا کر حقیقی ہمت پیدا کر لیتے ہیں۔

مآل کار فی الجملہ ایک ایسا استحضار پیدا ہو جاتا ہے۔ جو انسانی خیر و شر کا زمام بردار ہے۔ ماسوا کے انکار کے بعد کوئی ایسی غالب قوۃ پیدا نہیں ہو پاتی۔ جو تجائیت امن کے اسباب پر قادر ہو کر اپنے نفسانی مقتضیات کا رواج دے سکے۔ بعموماً محدود افراد کے بعد اکثریت کے لئے بدامنی کا موجب ہے

بنو اسرائیل اور فرعون کے حالات دیکھئے۔

ولقد کان فی قصصہم عبرۃ لاولی الالباب

وقوعِ فطری تو یہی تھا۔ جو ایک جزوِ مشترک ہے مگر ماسوائے اسلام کے دیگر فرعی اصول اس استحضار ایمانی کی حقیقی روح کو فنا کر دیتے ہیں۔ ایک ایسا تضاد پیدا ہو جاتا ہے۔ جو اس استحضار کے حسن کو پامال کر دیتا ہے۔

عوام کے غیر تحقیقی یقین کی وجہ سے اس مستحسن استحضار کا نتیجہ اپنے حقیقی لوازم کے ساتھ ظاہر نہیں ہو پاتا۔ کثرت کے تغلب کا یقین خواہ وہ کثرت عظام الناس سے پیدا ہو یا دیگر معتبرات مادی یا روحانی سے کردار میں سہل انگاری پیدا کر دیتا ہے۔ مرورِ زمانہ کیساتھ اس غیر مادی استحضار میں عظام الناس بھی شریک ہو جاتے ہیں۔ اور انجام کار دنیا کا امن ظلم و تعدی کے ہاتھوں برباد ہو جاتا ہے۔ اس بنا پر بھی اسلام کے علاوہ تمام ادیان کے باطل ہونے کا دعویٰ کیا جا سکتا ہے۔

ومن الناس من یتخذ من دون اللہ انداداً یحبونہم کحب اللہ والذین آمنوا اشد حباً للہ۔ (البقرۃ – ۲)	اور بعض لوگ اللہ کے علاوہ کئی ایک معبود رکھتے ہیں اور ان سے ایسی ہی محبت کرتے ہیں جیسی اللہ سے کرنی چاہیئے اور جو لوگ مومن ہیں وہ اللہ

سے محبت کرنے میں بہت زیادہ سخت ہیں (یعنی ان کے استحضار میں سہل انگاری نہیں پیدا ہو پاتی)

اسلام تو درحقیقت اس ایک سلسلہ کا نام ہے جو ابتدائے آفرینش سے ابھر ابھر کر فاران کی انتہا تک پھیل گیا۔ آدمؑ سے لیکر نبی آخر الزماں تک ہر جگہ اسلام موجود ہے۔ ڈھانچے مختلف ہیں۔ روح یکساں ہے اور جزوِ مشترک اثباتِ توحید ہے۔ اور انکار شرک جو اثباتِ توحید کیلئے متلازم ہے۔

انبیاء علیہم السلام مبعوث ہوئے سب نے ایک ہی آواز بلند کی۔

وما ارسلنا من قبلک من رسولٍ الا نوحی الیہ انہ لا الٰہ الا انا فاعبدون (الانبیاء – ۱۷)	ہم نے نہیں بھیجا تمہارے پہلے کسی رسول کو مگر ہم وحی کرتے تھے اس پر کہ یقینی طور پر میرے سوا کوئی اور معبود نہیں میری ہی عبادت کرو۔

اسلام کا فلسفہ توحید اور یہ استحضار فطری ایک دوسرے سے بہت قریب ہیں۔ یہ استحضار فطری ایک وحدۃ بسیط کو متقاضی ہے۔ جو تمام قوتوں کے اوپر محیط ہے۔ اور یہ شئے اسلامی توحید کے علاوہ ہر جگہ عنقا ہے یہ استحضار فطری (توحیدِ اسلامی) کس طرح امنِ عالم کیلئے ضروری ہے؟ اجمالی بحث تو مبرہن ہو چکی۔ مختصر تفصیل یوں بھی ہو سکتی ہے۔

انسان خیر و شر کا مجموعہ ہے

فالہمہا فجورہا وتقوٰہا	پھر سمجھا دے اسکو اسکی برائی اور اسکی بھلائی۔

شرکیہ ظلمت ہے اور ظلمت انسانی نظروں سے تخلیہ چاہتی ہے تو پھر کیا معاشرتی اور اخلاقی

دبا ؤ اس شر سے پناہ دے سکتا ہے۔ جو معاشرت کی دسترس سے دُور ہو کر اخلاق کے اوپر تیرگی کی چادر لہرا چکا ہے اور پھر کیا انسانی قانون اس شر کو عدالت کے کٹہرے میں لاکر کھڑا کر سکتا ہے جس کے پاس گرفتاری کا پروانہ نہ پہنچ سکا ہو۔ تو پھر کیا اس شر کو پولیس کے آدمی پکڑ سکتے ہیں۔ جو ٹارچ کے فوکس میں چوروں کو دیکھتے ہیں

معاشرت کو آواز دیکر پکارو! اخلاق کی دہائیاں دو! قانون کی جکڑ بندیاں بھی سمیٹ کر قریب کر لو! پھر کہو اس انسان کو پناہ دے سکتے ہو جو اپنی خلوت میں شر کی ظلمت بکھیر کر اپنے نفس پر ظلم کر رہا ہے۔

انسانوں نے کہا اس استحضار فطری (توحید و مذہب) کو مٹا دو! یہ اعتباری شے بالکل بے سُود ہے ہم اپنا تحفظ معاشرت سے کریں گے۔ ہمارے اخلاقیات تمہارے اعتبار و فرض کے مقابلہ میں ایسے یقینی حربے ہیں جو آبادیوں کو شر سے بچا سکتے ہیں۔ اس استحضار فطری کے لوازمات باقی "تذکرے (جنت دوزخ دیگر علوم غیبیہ) بیکار محض ہیں۔ ہم اشرار کو جیلخانوں میں بند کر کے اپنی زندگی کو مطمئن کر لیں گے۔

مغرب کی زبان بقاءِ خیر کے افسانے سُنا رہی تھی۔ اور اہلِ مغرب کے قلوب عذاب شر کے ہزاروں طوفان چھپائے ہوئے تھے اور یورپ اب تک دو عظیم طوفانِ بادو باراں سے تباہ ہو گیا۔ اس کی بستیوں پر دو مرتبہ آتشکدہ شر نے انگارے برسا دیے۔

آہ! مغرب کے افسانوں نے مشرق کو بھی اپنی طرف ملتفت کر لیا۔ تباہی کے بعد کچھ بلند شعلے لیکر مشرق کے گھروں میں بھی گھس آیا۔ ہر طرف ویرانی، سناٹا، کشت و خون، قحط ——— ؟؟

ڈوبنے والوں نے معاشرت، اخلاق، قانون کے ٹوٹتے ہوئے ساحل کو بے اختیار پکڑا۔ کنارا ہی ٹوٹ گیا۔ کچھ لوگ غرقِ آب ہو رہے تھے اور لاکھوں من بھیگی ہوئی مٹی کا وزن انہیں اُوپر سے دبوچ رہا تھا۔

دراصل امن عالم کی تباہی (انفرادی، اجتماعی) ہر دو طرح سے ہوتی ہے۔ ایک فرد لاٹھی لیکر دوسرے فرد کے سر پر لگوا دیتا ہے۔ ایک قوم ایٹم بم کے جراثیم پیدا کر کے دوسری قوم کی بستیوں میں گھس آتی ہے۔ فردِ غالب فردِ مغلوب کے بعد اور قومِ قاہر قومِ مقہور کے بعد اس تیسرے موجودِ حقیقی کے قہر و غلبہ کو بھول جاتی ہے ——— رحم کیا جب رحم کی ضرورت ہی نہیں۔ خون کیوں نہ بہایا جائے۔ جب اس خون کا محاسبہ ہی نہ ہو ——— ایک لاٹھی ٹوٹ جاتی ہے۔ اور گاؤں کے چوپال میں ہزاروں لاٹھیاں کھڑک جاتی ہیں۔ جرمنی کی آتشیں آہٹ پاکر امریکہ۔ انگلینڈ، روس۔ غرض تمام اقالیم عالم کی سرحدوں پر بم کے دھماکے بلند ہو جاتے ہیں۔ کھیتیاں جل جاتی ہیں۔ کاروبار بند ہو جاتے ہیں۔ بھوکا مہاجن کی

کھیتی میں کُود جاتا ہے۔ ہر شکا بزار کو لُوٹ لینے کا منصوبہ بناتا ہے اور امن عالم تباہ ہو جاتا ہے۔

کاش یہ استعمار فطری باقی رہتا۔ دُنیا مذہب کی ضرورتوں سے آگاہ ہو جاتی۔ پھر تو انفرادی صُلح و خیر کے بعد اجتماعی شر سے دُنیا نجات پا لیتی۔ جیسا کہ وہ منفرد کسان جو کھیت میں چوری چوری فصل کاٹنے کیلئے گھسا اور بچہ کو کھیت کے باہر راستہ پر کھڑا کر گیا۔ کہ وہ ہر آئندہ و روندہ پر نظر رکھے اور اُسے خبر دے اور خود کھیت میں چلا گیا۔

"بابا" بچے نے آواز دی۔ کسان گھبرایا ہُوا کھیت سے باہر نکل آیا۔ جو ابھی داخل ہُوا تھا۔

"کیوں بیٹا! یہاں تو کوئی نہیں"۔ کسان نے دائیں بائیں دیکھ کر کہا۔

بابا! تمہیں نے تو کہا تھا۔ ایشور ہر جگہ موجود ہے اور سب کو دیکھتا ہے۔ بابا! ایشور تمہیں چوری کرتے ہوئے دیکھ رہا ہے ——— پھر باپ اور بیٹا دونوں چوری کے جُرم کے ارتکاب کئے بغیر گھر واپس آ گئے۔

(باقی آئندہ)

سرکاروں کی سرکار کا ہتھیار ہے تلوار

(از جناب محترم غلام دستگیر صاحب نامی)

سرکاروں کی سرکار کا ہتھیار ہے تلوار
حُرمت کی نگہبان و ضماندار ہے تلوار

نامرد کے قبضے میں رہی ہے نہ رہیگی
مردوں کی چلی آئی وفادار ہے تلوار

تلواروں کے سائے میں ہی جنت ہے خبر میں
پروانۂ بخشش کی ضماندار ہے تلوار

یہ گھومتی جب ہاتھ میں ہی شاہِ علیؓ کے
کر دیتی اُنہیں حیدرِ کرار ہے تلوار

اللہ کی تلوار لقب پاتے ہیں خالدؓ
نامی جو کرے مرد کو تلوار ہے تلوار

معاشیات اور اسلام

(از جناب قاضی عبدالرحمن صاحب اوکاڑہ)

مسلمانو! اسلام میں کسبِ حلال کی بہت تاکید ہے مسلمان صنعت و حرفت اور تجارت میں اور اقوام سے بہت پیچھے ہیں۔ اس سے ہمارا اجتناب ہم کو ترقی کی دوڑ میں پسپا کرنیکا ذمہ وار ہے۔ صرف ملازمت کے ذریعے کوئی قوم ترقی یافتہ نہیں ہو سکتی۔ اب زمانہ مجبور کر رہا ہے کہ اپنی ہستی، خودداری اور وقار کو قائم رکھنے کیلئے مسلمان بھی میدانِ عمل میں اتر یں۔ اور ایک ہی جست میں صنعت و حرفت زراعت تجارت کو اپنے ہاتھ میں لیں۔ کہالت و کسالت کا وقت نہیں رہا ؎

خود عمل تیرا ہے صورت گر تری تقدیر کا
شکوہ کرنا ہے تو اپنا کر مقدر کا ذکر

حدیث شریف میں آتا ہے۔ پاکیزہ ترین کمائی تاجروں کی ہے۔ اور ان کی شان یہ ہونی چاہیئے۔ کہ گفتگو کرتے ہیں تو جھوٹ نہیں بولتے۔ جب ان پر بھروسہ کیا جاتا ہے۔ تو وہ خیانت نہیں کرتے۔ جب وعدہ کرتے ہیں تو اسے توڑتے نہیں۔ اگر خریدتے ہیں تو اس کی برائی نہیں کرتے۔ اگر بیچتے ہیں تو اس کی تعریف کے پل نہیں باندھتے۔ اگر ان پر کسی کا قرض ہوتا ہے تو پھر بغیر وجہ معقول کے طوالت نہیں دیتے۔ اگر ان کا روپیہ کسی پر نکلتا ہے تو اس پر سختی نہیں کرتے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا قول ہے۔

مسلمان تاجروں کو ہمیشہ یہ ملحوظ رکھنا چاہیئے۔ کہ تجارتی کامیابی فروغ ترقی کے لئے صداقت، دیانت، ملائمت مستعدی، مستقل مزاجی، کفایت شعاری، ضبطِ نفس ضروری ہے۔ کج خلقی، بدمزاجی، گراں فروشی مغلوب الغضبی، خیانت سے تجارت کو فروغ نہیں ہو سکتا۔ راستباز، دیانتدار، تاجر کا درجہ شہداء کے برابر ہے۔ قیامت میں اس کا مقام زیرِ عرش ہے۔ (ابن ماجہ) تجارت، کسب مانع تو کل نہیں۔ بلکہ یہ فعلِ عبادت ہے (تذکرۃ الاولیاء) ؎

چیست دنیا از خدا غافل بدن
نے قماش و نقرہ و فرزند و زن

حدیث شریف میں وارد ہے۔ زمین میں چھپے ہوئے مقامات سے رزق طلب کرو۔ قرآن مجید میں بحری تجارت کا بھی ذکر ہے۔ وہی ذاتِ پاک ہے جس نے دریا کو تابع کیا کہ اسمیں سے موتی اور جواہرات نکالو۔ اور تازہ مچھلیاں نکال کر کھاؤ۔ علماء کا اجماع ہے۔ کہ کسب واجب و وجوب سو کلمہ ہے۔ ایمان کے رتبہ سے ملحق ہے۔

رمز الکاسب حبیب اللہ شنو
از توکل در سبب کاہل مشو

کسب حلال کا لاب کرنا فرض ہے لعبِ مذہبی

فریضہ ہے (بخاری شریف)

حضرات انبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی حسب ذیل کام کرتے تھے۔

حضرت آدم علیہ السلام زراعت کرتے تھے اور حضرت نوح علیہ السلام تجارت۔ حضرت ابراہیم بزاز تھے حضرت داؤد بکتر بناتے تھے۔ حضرت ادریس خیاط حضرت سلیمان باوجود جلیل القدر بادشاہ ہونیکے زنبیل بناتے تھے۔ حضرت صدیق اکبرؓ حضرت فاروق اعظم حضرت عثمان ذوالنورینؓ کی تجارت پارچہ کھجور چمڑے کی تھی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تجارت اتنی پھیل گئی تھی۔ کہ ان کی شاخیں ایران تک پہنچ گئیں۔ انصار کا پیشہ زراعت تھا۔ یہ حضرات کاشت کیا کرتے تھے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کتابت و خلافت کرتے تھے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ معاش کے لئے کوشش کرو۔ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کاہل بیکار جوان کو ناپسند کرتا ہے۔ عبادات کے کئی باب ہیں۔ ان میں طلب د معاش حلال افضل ترین ہے۔ توکل کے معنی سعی طیبہ کے ہیں۔ یعنی

گر توکل میکنی در کار کن
کسب کن پس تکیہ بر جبار کن

دغا فریب سودی لین دین اور ترک زکوٰۃ ناپ تول میں کمی کرنے سے اجتناب نہایت ضروری ہے

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان عورتوں کے لئے۔ حضور فرماتے ہیں۔ عورتوں کو چرخہ کاتنے کا حکم دو۔ وہ ان کے لئے زینت اور بہتر ہے۔

خفقان صحت تندرستی کا موجب اور اقتصادی معاشی فائدہ کا سبب ہے۔ جسم میں بخوبی خون کی گردش ہوتی ہے۔ اعصاب مضبوط ہاضمہ قوی ہوتا ہے۔ جوانی دیر تک قائم رہتی ہے۔ گھر میں جب دیر تک چرخہ ہوگا۔ برکت کا دور دورہ ہوگا۔ بہترین میری اُمت کی عورتوں کے لئے چرخہ کاتنا ہے۔ عورت کی بہترین تفریح و کھیل اسکا چرخہ ہے۔ الحدیث۔

جان سیلون ایک انگریز لکھتا ہے۔ کہ ہمارا طرز حکومت اسپنج کی مانند گنگا کے کنارے سے ہندوستان کی دولت کو چوستا ہے اور دریائے ٹیمز کے کنارے لیجاکر نچوڑ دیتا ہے۔ یعنی بذریعہ تجارت ہندوستان کی دولت لنڈن پہنچتی ہے۔

اقوال حضرت علیؓ

تندرو روئی سے پیش آنا سب سے پہلی نیکی ہے۔
کارخانۂ قدرت میں فکر کرنا بھی عبادت ہے۔
عقیدہ میں شک رکھنا شرک کے برابر ہے۔
بے موقع حیا بھی باعث محرومی ہے۔
قابل صحبت بہت کم لوگ ہیں
نصیحت دوسروں کے حال پر غور نہ کرنے سے حاصل ہوتی ہے
شکر نعمت حصول نعمت کا باعث اور ناشکری حصول زحمت کا موجب ہے
موت ایک بے خبر ساتھی ہے۔
عادت پر غالب آنا کمال فضیلت ہے۔

ایرانی سفیر دربارِ رسولؐ میں

گذشتہ سے پیوستہ

صحابی۔ سب سے پہلی بات جو ہمیں بتائی گئی ہے وہ یہ ہے کہ اس تمام کائنات کا مالک اور خالق ایک ہے اور اس کی ذات میں یا اسکی قدرت و اختیار میں کوئی اس کا شریک نہیں۔ پتھروں اور پیڑوں کے آگے سر جھکانا اور انہیں معبود سمجھنا تو یوں بھی کسی صاحب عقل کو اچھا نہیں معلوم ہو سکتا۔ لیکن خدا کی ذات میں دوسروں کو شریک کر لینا اچھے خاصے ذی فہم اصحاب میں بھی عام ہے لیکن ہمیں ہمارے خدا نے اپنے رسولؐ کی معرفت یہ پیام بھیجا ہے کہ اگر اس تمام عالم کی حکومت میں وہ شریک ہوتے اور دو ہستیاں الٰہی موجود تھیں کہ جنہیں سے ہر ایک کو خدائی اختیارات حاصل ہوتے تو یہ ناممکن تھا۔ کہ ان دونوں میں کبھی اختلافات کے بعد جھگڑے نہ ہوتے اور اس جھگڑے کا لازمی نتیجہ یہ ہونا چاہیئے تھا۔ کہ نظام عالم جو ہزار در ہزار سال سے ایک ہی حالت پر قائم ہے۔ تمام درہم برہم ہو جاتا۔ ایک خدا کی خواہش ہوتی۔ کہ زمین آفتاب کے گرد چکر لگائے اور دوسرا چاہتا کہ آفتاب زمین کے گرد گھومے۔ نتیجہ یہ ہوتا کہ دونوں ایک دوسرے کے گرد گھومنے کی کوشش میں ایک دوسرے سے ٹکرا کر تباہ و برباد ہو جاتے۔ اور آج نہ یہ دنیا ہوتی اور نہ یہ نظام شمسی ہمارے لئے یہ دلیل بالکل کافی ہے اور ہمارا ایمان ہے کہ خدا جو کوئی بھی ہے وہ ایک ہے۔ دو تین یا دس بیس خدا نہیں ہیں

اکثر لوگ اپنی ناواقفیت کی بنا پر یہ خیال کرتے ہیں کہ اسلام کوئی نیا اور دوسرے مذاہب الٰہیہ سے مختلف مذہب ہے لیکن یہ خیال بالکل غلط ہے۔ اس با اختیار اور ذی شعور ہستی نے کہ جسے ہم خدا کہتے ہیں۔ ہر زمانے میں اور ہر قوم میں ایسے ہادی اور ایسے مصلح پیدا کئے۔ کہ جو لوگوں کو اس دنیا میں صحیح طریقے پر زندگی بسر کرنے کی تعلیم دیتے رہے۔ یہ صحیح طریقہ ہمیشہ سے ایک ہی چلا آتا ہے۔ اور اسی کا نام دین الٰہی ہے لاکھوں برس پہلے جو پیغمبر پیدا ہوئے تھے۔ انہوں نے بھی انہی اصولوں کی تعلیم دی تھی کہ جن کی تعلیم آج ہمارے ہادی و مرشد دے رہے ہیں اسلام ہرگز ہرگز کوئی نیا مذہب نہیں ہے۔ بلکہ ہمیشہ سے یہی ایک مذہب ہے جو خدا کی طرف سے آیا ہے۔ یہ نیا یا دیگر مذاہب سے مختلف نہیں ہو سکتا۔ اگر خدا اپنے منصب پر قائم ہے اور اسمیں تبدیلی نہیں ہوتی۔ تو اس کے کلمات میں بھی تبدیلی نہیں ہوتی۔ تو اس کے کلمات میں بھی تبدیلی ناممکن ہے۔ خواہ یہ کلمات ابراہیمؑ اور موسیٰؑ کی زبان سے دہرائے جائیں یا عیسیٰؑ اور محمدؐ کی زبان سے۔

میں دیکھ رہا ہوں۔ کہ آپ کے دل میں یہ سوال پیدا ہو رہا ہے۔ کہ اگر ایسا ہے۔ تو پھر روز روز نئے پیغمبروں اور نئے پیغمبروں اور نئے صحیفوں کی کیا ضرورت ہے۔ آپ کو

سفیر۔ مجھے سچے دل سے اس بات کا اعتراف ہے کہ اس سے پیشتر میرا خیال کبھی ان حقیقتوں کی طرف منتقل نہ ہوا تھا اور میں الفاظ نہیں پاتا کہ آپ کے اس احسان کا شکریہ ادا کروں کہ آپ نے میری آنکھیں کھول دیں۔ اب میں آپ سے یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں۔ کہ آپ کے مذہب کی وہ کونسی تعلیمات اور وہ کونسی خوبیاں ہیں اور آپ کے پیغمبر کی وہ کیا تعلیم ہے جس کے آپ [illegible]

اس سوال کا جواب خود ہی مل جاتا۔ مگر آپ اس حقیقت کو پیش نظر رکھئے کہ انسان اس دنیا کی گوناگوں دلچسپیوں میں پھنسکر اپنی عقل کی بے راہ روی کی بدولت اپنے پیغمبر کی تعلیمات کو بھلا دیتا ہے۔ اور پھر وہی صورت رونما ہوجاتی ہے۔ کہ جسکی درستی اور اصلاح کے لئے ایک پیغمبر کا آنا لازمی ہوجاتا ہے۔ یہودیوں نے حضرت عزیر کو خدا اور مسیحیوں نے حضرت عیسیٰ کو خدا کا بیٹا بنا دیا تھا۔ اب ان مکروہ عقائد کی صلاح کا اس کے سوا اور کیا ذریعہ ہوسکتا تھا۔ کہ پھر کوئی خدا کا برگزیدہ پیغمبر پیدا ہو اور لوگوں کے عقائد درست کر لے۔

اسی سلسلہ میں آپ کو یہ بھی بتا دوں کہ پیغمبر اسلام کو ہرگز ہرگز اس قسم کا کوئی دعویٰ نہیں ہے۔ کہ وہ کوئی مافوق البشر کوئی ہستی ہیں۔ انہوں نے نہایت صاف اور واضح طریقہ پر ہمیں خدائے پاک کا یہ ارشاد سنا دیا ہے قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ اے پیغمبر کہدو کہ میں تمہاری ہی طرح کا ایک انسان ہوں جس پر خدا کی طرف سے وحی آتی ہے۔ یہ ذکر میں نے اس موقعہ پر اس لئے کر دیا۔ کہ مبادا آپ بھی کسی ایسی ہی غلط فہمی میں مبتلا ہوں۔ اور جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی مافوق الانسان ہستی تصور کرتے ہوں۔

سفیر۔ تو کیا میں اس کا یہ مطلب سمجھوں کہ آپ اپنے رسول کو بالکل اپنا جیسا انسان تصور کرتے ہیں اور انہیں اور معمولی انسانوں میں کوئی فرق نہیں ہے۔

صحابی۔ جہانتک صرف انسان ہونیکا تعلق ہے ہم میں اور ہمارے پیغمبر میں کوئی فرق نہیں ہے وہ بھی بالکل اسی طرح کے ایک انسان ہیں کہ جیسے ہم سب لیکن جہانتک کمالات انسانی کا تعلق ہے۔ ہم ان کی خاک پاکی برابری بھی نہیں کر سکتے۔ وہ ایک کامل اور اکمل انسان ہیں۔ اور ہم بندگان خاطی اور گنہگار رہے۔ ہمارے آقا و مولا ہیں۔ اور ہم ان کے ادنیٰ غلام۔

سفیر۔ اچھا ہوا کہ آپ نے یہ بتا دیا۔ ورنہ میں فی الحقیقت اسی غلط فہمی میں مبتلا تھا۔ کہ آپ لوگ بھی جناب رسول کو خدا یا خدا کا بیٹا تصور کرتے ہوں گے۔

صحابی۔ خدا اور خدا کے رسول کے متعلق اپنا عقیدہ آپ پر واضح کر دینے کے بعد اب میں آپ کو یہ بتاؤں گا کہ اسلام نے صورت حالات کی کیا اور کس طریقہ پر اصلاح کی ہے۔ اور میرا خیال ہے کہ اگر آپ نے خواہ مخواہ کے تعصب کو دخل نہ دیا اور انصاف سے کام لیا۔ تو آپ یہ تسلیم کرنے پر مجبور ہوں گے۔ کہ اس سے بہتر اور کوئی صورت اصلاح کی نہیں ہوسکتی۔

شاید آپ کو یاد ہوگا۔ کہ ابھی اثنائے گفتگو میں میں آپ کو سمجھا چکا ہوں۔ کہ ہر قسم کی خرابیوں اور تمام فسادات کی بنا صرف یہ تین چیزیں ہیں۔

(۱) دولت کی غلط تقسیم (۲) ابنائے جنس کے ساتھ غیر مساویانہ سلوک (۳) اور کمزوروں پر ظلم و ستم اب میں ان میں سے الگ الگ ایک ایک چیز کو لیکر آپ کو یہ بتاؤنگا۔ کہ اسلام نے ان باتوں کے متعلق کیا انتظامات کئے ہیں۔ اور ان خرابیوں کے سدباب کی کس کس طرح کوشش کی ہے۔ دولت کی غلط تقسیم کا مطلب میں عرض کر چکا ہوں۔ یہ ہے کہ آج قوموں اور قبیلوں میں جو دولت

حالت پیدا ہو گئی کہ مشکل سے کوئی دس فیصدی افراد لٹیرے کنبے یا ٹولے قوم کی دولت پر زبردستی قابض ہو کر بیٹھ گئے ہیں۔ اور باقی نوے فیصدی کی یہ حالت ہے کہ شب و روز محنت کرنے کے باوجود اکثر حالات میں پیٹ بھر کر روٹی بھی اپنے لئے مہیا نہیں کر پاتے دس فیصدی بڑے بڑے عالیشان محلوں میں اپنی زندگی بسر کرتے ہیں اور نوے فیصدی کو سر چھپانے کا ٹھکانا بھی بمشکل میسر آتا ہے۔ دس فیصدی دن رات شرابیں پیتے اور مزے اڑاتے ہیں اور نوے فیصدی کو بیماری کی حالت میں دوا تک نہیں ملتی اور آپ خود سمجھ سکتے ہیں کہ یہ صورت حالات کسی طرح بھی خوشگوار اور قابل قبول نہیں ہو سکتی۔ آپ سوچئے کہ جب ہم کسی خاندان یا کنبہ کا ذکر کرتے ہیں تو اس سے مراد ایک یا دو آدمی نہیں ہوتے۔ بلکہ بلا استثناء واحد سے پورے کا پورا کنبہ ہوتا ہے۔ ایک قبیلہ یا ایک کنبہ یا ایک خاندان سے مختلف کوئی چیز نہیں ہے اور جب ہم کسی قوم کا ذکر کرتے ہیں۔ تو اس سے بھی مراد قوم کا ہر ہر فرد ہوتی ہے۔ اب آپ خود فرمائیے۔ کہ جس کنبے یا جس قوم کے نوے فیصدی افراد ضروریات زندگی کو ترستے ہوں کیا اسے خوشحال کہا جا سکتا ہے۔ صرف اس لئے کہ اس کے دس فیصدی افراد انتہا سے زیادہ عیاشانہ زندگی بسر کر رہے ہیں؟ کیا کوئی ایسی تہذیب قابل تعریف تو بڑی چیز ہے۔ قابل قبول بھی ہو سکتی ہے۔ کہ جو قوم کے بیشتر افراد کو ایسی سخت مصیبت میں مبتلا کر دے۔ اور کیا ایسے افراد رسم و رواج کا نام کسی طرح بھی تہذیب رکھا جا سکتا ہے۔ جس کی بدولت قوم کے نوے فیصدی فرزند معمولی بہائم کی طرح اپنی زندگی بسر کرنے پر مجبور ہوں

جماعت انسانی کی یہ تخریب کس طرح رونما ہوئی۔ یہ ایک بہت ہی طویل قصہ ہے اور اس کی ابتدا کی تلاش میں ہمیں ہزارہا سال پیشتر کی انسانی تاریخ کے ورق الٹنے پڑیں گے۔ اور چونکہ ایسی کوئی تاریخ موجود نہیں ہے۔ اسلئے زیادہ آسان طریقہ یہ ہوگا۔ کہ ہم اپنے ہی زمانہ کے حالات پر غور کر کے دولت کی اس غلط تقسیم کے اسباب معلوم کریں میں اور آپ دونوں اس حقیقت سے واقف ہیں۔ کہ کسی بچے کے ساتھ ماں کے پیٹ سے دولت کے انبار پیدا ہونیکا مطلقاً کوئی دستور نہیں ہے اور یہ بھی مجھے اور آپکو معلوم ہے۔ کہ کوئی صحیح الدماغ شخص اتنا بے وقوف نہیں ہوتا کہ محنت و مشقت کر کے دولت پیدا تو کرے۔ خود اور پھر اسے اپنی یا اپنے بچوں کی ضروریات پر خرچ کرنیکی بجائے دے آئے جا کر کسی خالد۔ ولید اور زبیر کو اور اس طرح خالد ولید اور زبیر مالدار ہو جائیں اگر یہ دونوں باتیں صحیح ہیں۔ تو لامحالہ ہمیں ان اسباب اور ان ذرائع کی ذرا وقت نظر کے ساتھ تلاش کرنی پڑیگی۔ کہ جن کی بدولت ایک محنت پیشہ شخص کی کمائی ہوئی دولت کسی نکمے، کاہل اور عیش پرست انسان کی جیب میں چلی جاتی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ جس وقت تک سکے ایجاد نہیں ہوئے تھے۔ اور ہر شخص اپنی محنت کا تبادلہ دوسرے کی محنت سے کیا کرتا تھا۔ اس وقت تک عدم مساوات یا غلط تقسیم دولت کی مصیبت انسان کے سر نہ پڑی تھی۔ کیونکہ انسان کے خورونوش کی تمام اشیاء ایسی ہی تھیں کہ جو چند روز میں گل سڑ کر خراب ہو جاتی تھیں اور انہیں

جمع کرکے رکھنا ممکن تھا۔ سکوں کی ایجاد نے یہ آسانی پیدا کر دی۔ کہ لوگ اشیاء خورد و نوش کو سکوں کی شکل میں تبدیل کرکے محفوظ کرنے لگے۔ اور چونکہ سکوں نے یہ آسانی بھی پیدا کر دی تھی۔ کہ ان کے بدلے میں جب چاہا جو کچھ خرید لیا۔ اسلئے آسان پسند اور آرام دوست اصحاب نے اپنی تمام توجہ اسی جانب مبذول کر دی۔ کہ جس طرح بھی ممکن ہو زیادہ سے زیادہ تعداد سکوں کی اپنے قبضے میں رکھی جائے۔ انہوں نے حصولِ مقصد کے بہت سے طریقے ایجاد کئے ہیں جن میں سب سے زیادہ مفید، کارآمد اور منفعت بخش طریقہ ان سکوں کو سود پر چلانا ثابت ہوا۔ ان لوگوں نے پہلے تو اپنی پسماندہ اشیائے خوراک کے دام کھڑے کئے تو پھر بھی دام یا سکے ضرورتمندوں کو ان کی ضرورت کے وقت قرض دیکر ان سے وعدہ لے لیا کہ ایک کی بجائے سوا یا ڈیڑھ یا دو سکے واپس کرینگے اور اسطرح چند ہی روز کے الٹ پھیر میں ایک اچھی خاصی تعداد سکوں کی فراہم کر لی۔ اگر انصاف سے دیکھا جائے۔ تو درحقیقت قرض دینے والے نے مقروض پر کوئی احسان نہیں کیا تھا۔ بلکہ احسان قرض لینے والے نے کیا تھا کہ اس نے قرض دینے والے کی وہ اشیاء خوراک کہ جو یقینی طور پر سڑ جاتیں۔ اپنے کام میں لاکر محفوظ کر دیں اور آئندہ کسی موقع پر انہیں بحفاظت تمام واپس کر دیا۔ اس لئے اس حفاظت کرنیکا کچھ معاوضہ ملنا چاہیئے تھا۔ تو اُسے ملنا چاہیئے تھا لیکن وہ محنتی اور ایماندار شخص تھا۔ اُسے ایسی چھوٹی چھوٹی باتوں کی پرواہ نہ تھی۔ اس احدی اور محنت سے ڈرنے والے شخص نے اپنی چرب زبانی سے مقروض کو سمجھایا کہ آج تمہارے پاس کھانے کو نہیں ہے اور میں تمہیں اپنا کھانا دے رہا ہوں۔ اسلئے جب تم واپس کرو تو اُسے دوگنا کرکے واپس کرنا اور اس طرح ہاتھ پاؤں ہلائے بغیر دوسروں کی کمائی ہوئی دولت اپنے خزانوں میں بھر لینے کی مہلک رسم جاری ہو گئی۔ خزانے بھر گئے۔ اور خوب لبریز بھر گئے۔ اور حریص و طامع باپ کے مرنے پر بیٹے کے ہاتھ آئے۔ اس نے اپنے زمانہ میں یا تو انہیں خوب لٹایا اور عیش کئے یا اپنی عمرِ عزیز انہیں گننے اور سود پر چلا کر دوچند کرنے میں برباد کر دی۔

آپ کا بھائی یا چچا یا ماموں کا بیٹا اگر آپکے ہاں ایک وقت یا دو وقت یا چار وقت کھانا کھا جائے۔ تو کیا آپ اُسے روا رکھیں گے۔ کہ مہینے یا دو مہینے بعد حساب کرکے اس سے اتنا کھانا واپس لے لیں؟ کیا ایسا مطالبہ کرتے وقت آپ کو کوئی شرم محسوس نہ ہوگی؟ لیکن ان بے حمیت اور بے غیرت انسانوں کو اپنے کنبے اپنے قبیلے یا اپنی قوم کے اندر اپنے بھائی سے جو کسی قدر دور کے رشتے کا بھائی تھا۔ کھلایا ہوا کھانا واپس لینے میں کوئی شرم نہ آئی۔ یہی نہیں بلکہ جتنا کھلایا تھا۔ اس سے دوگنا واپس مانگنے میں بھی کوئی غیرت نہ محسوس ہوئی۔ اور آج یہ رسم بد یعنی سود پر مال قرض دیکر اسے المضاعف کر لینا تمام دنیا میں رائج ہے۔ اور ہر قوم کے نوے فیصدی افراد کو فقر و فاقہ کی مصیبت میں مبتلا کرکے صرف دس فیصدی کو موقع دے رہی ہے کہ رات دن عیش اڑایا کریں اور ان کے بھائیوں کی جان پر خواہ کچھ بھی کیوں نہ گزر جائے انہیں خبر تک نہ ہو۔

فطرتِ انسانی اس خیال سے ابا کرتی ہے اور کوئی ایسا مذہب کہ جسے مذہب فطرت ہونیکا دعویٰ ہو۔ اس وسٹیبر کو جائز نہیں قرار دے سکتا کہ جس کی بدولت ایک کنبے ایک قبیلے اور ایک قوم کے افراد کی مالی حیثیت و حالت میں اتنا فرق بڑا رونما ہو جائے اور اللہ کی پیدا کی ہوئی ایک نعمت زیادہ سے زیادہ انسانوں تک پھیلنے اور عام ہو جانے کی بجائے سمٹ سمٹ کر صرف چند ایسے افراد کے خزانوں میں محبوس اور مدفون ہو جائے کہ جنہوں نے اس کے حاصل کرنے کے لیے تھوڑی سی عیاری اور مکاری کے سوا کوئی محنت اور کوئی تکلیف برداشت نہیں کی تھی۔ میں نے اکثر لوگوں کو یہ کہتے سنا ہے کہ خدا کا بھی یہ عجیب قسم کا انصاف ہے۔ کہ تھوڑے سے نااہلوں اور محنت و مشقت سے بھاگنے والے لوگوں کو تو اس نے اتنی دولت دے دی ہے کہ انھیں اس کا رکھنا دشوار ہے۔ اور ہزار ہا لائق۔ نیک محنتی اور دیانتدار انسان محنت اور مشقت کرنے کے باوجود مشکل سے اپنا اور اپنے بچوں کا پیٹ پال سکتے ہیں۔ لیکن خدا کے انصاف کی شکایت کرنیوالا یہ گروہ اس بات کو بھول جاتا ہے کہ دولت کی غلط تقسیم کی بس نے ہے خود ہی تو وہ یہ حرکتیں کرتے ہیں کہ ایک شخص کا کھانا جو ہضم کر بیٹھا ہو جاتا۔ اور کینیکدیا جاتا جاکر کھا لیتے ہیں اور اس کے بدلے میں چند روز بعد اُسے دو آدمیوں کی خوراک خوشی سے جا کر دے آتے ہیں۔ اور پھر خود ہی یہ شکایت کرنے بیٹھتے ہیں۔ کہ فلاں شخص کے پاس اسکی ضرورت سے زیادہ سامان خوراک کیوں ہے اور خدا تعالیٰ نے کیوں اسے اسقدر زیادہ دے دیا ہے۔ خیر یہ تو ایک علیحدہ ذکر تھا جو ضمناً

آ گیا۔ میں جو کچھ عرض کر رہا تھا۔ وہ یہ ہے کہ اسلام مذہب فطرت ہے اور اس نے اس قسم کے ہر ایک لین دین کو کہ جس میں ایک شخص سود دے اور دوسرا سود لے بالکل حرام قرار دیکر دولت کی غلط اور غیر مساوی تقسیم کے ایک بڑے سبب کو کلیۃً فنا کر دیا۔ ہمارے لئے یہ بھی حرام ہے کہ سود لیں اور یہ بھی حرام ہے کہ سود دیں۔ اس لئے اب ہماری جماعت میں یہ تکلیف دہ صورتِ حالات رونما نہیں ہو سکتی۔ کہ ہماری تمام کمائی ہوئی دولت سمٹ سمٹ کر چند خزانوں کے اندر بند ہو جائے اور ہم انتہائی عسرت اور تکلیف کیساتھ اپنی زندگی بسر کرنے پر مجبور ہوں۔

سود کے علاوہ اسلام نے ایسی تجارتیں بھی ممنوع قرار دیدیں کہ جن میں سرمایہ دار سامان خورد و نوش کو اپنے گھروں میں بھر کر بازار کے بھاؤ کے مالک ہو جائیں۔ اور اپنے حسب مرضی جس قیمت پر چاہیں مال فروخت کریں ہمیں اس کی اجازت نہیں ہے۔ کہ پانج کی فصل تیار ہی سے پہلے ہی خرید کر کے تیار ہونے کے وقت اپنی جمع کو دگنا کر لیں اور نہ اس کی اجازت ہے۔ کہ کاشتکاروں سے خرید کر اس لئے بھر رکھیں کہ جب وقت آئے تو اس کے من مانے دام وصول کر سکیں۔ تجارت کے ماہرین نے یہ دونوں بہت ہی منفعت بخش صورتیں تجارت کی نکال رکھی تھیں اور سود کی طرح ان کے ذریعہ سے بھی دولت سمٹ سمٹ کر چند گھروں میں آجاتی تھی۔

دولت کی نابرابر تقسیم کے ان دو بڑے راستوں کو مسدود کر کے اسلام نے ان چند چھوٹے چھوٹے راستوں کی جانب بھی توجہ کی ہے۔ کہ جن کی بدولت یہ ممکن ہے کہ

کوئی شخص دوسروں کی کمائی سے اپنی جیبیں بھرے چوری ۔ امانت میں خیانت ۔ فریب وہی تجارت میں تول اور ناپ کی کمی ۔ اور جن دولتمند بچوں کی پرورش ہمارے ذمے ہے ۔ ان کی دولت چٹ کر جانا سب ایسی ہی صورتیں ہیں ۔ کہ جن کے ذریعہ سے ایک انسان محنت و مشقت کے بغیر دولت سمیٹ لیتا ہے ۔ اور یہ سب کی سب ہمارے مذہب میں گناہوں کی فہرست میں داخل ہیں ۔

آپ کو یہ سنکر حیرت ہوگی ۔ کہ اسلام نے ہمیں قماربازی سے بھی روک دیا ہے ۔ ہم لوگوں میں جوا کھیلنے کی رسم عام تھی اور رات دن یہ تماشے دیکھنے میں آتے تھے ۔ کہ ایک شخص اپنی محنت سے پیدا کی ہوئی ساری دولت محض اس بنا پر اپنے ہاتھ سے کھو بیٹھا ۔ کہ اتفاق سے پانسہ اس کے موافق مطلب نہ پڑا اور ایک شخص ذرا سی دیر کیلئے محنت و مشقت کئے بغیر اچھا خاصہ امیر بن گیا ۔ محض اس سبب سے کہ پانسہ اُسکے موافق پڑ گیا تھا ۔ اور سب جواریوں کی دولت سمٹ کر اسکی جیب میں آ گئی تھی ۔ اسلام اُسے تو پسند کر سکتا تھا کہ ایک شخص کی جمع کی ہوئی دولت دس بیس یا پچاس شخصوں تک پھیل جائے لیکن دس بیس جیبوں سے اس کا سمٹ کر ایک جیب میں آنا اُسے ہرگز گوارا نہ ہو سکتا تھا ۔ اسی لئے پیروانِ اسلام کو اس تفریحی مشغلے سے بھی بالکل روک دیا گیا ۔

دولت کے سمٹ کر ایک جگہ ہونے کے یہ جتنے وسائل تھے وہ سب بند ہو گئے ۔ تو اب اسلام نے موجودہ دولت کو پھیلانے کے ذریعے اختیار کئے ۔ ہمارے لئے ایک نصاب مقرر کیا گیا اور ہمیں حکم ملا ۔ کہ اگر ہمارے پاس اس نصاب کے اندر اندر مال و دولت ہے تو خیر لیکن اگر مقررہ نصاب کے برابر یا اس سے زائد ہے ۔ تو اپنی کل دولت کا کل چالیسواں حصہ ہمیں ہر سال اپنے کنبے یا قبیلے کے غریبوں اور ناداروں کو دینا پڑتا ہے ۔ اور ظاہر ہے کہ اگر آمدنی کے خاص ذرائع نہ ہوں ۔ تو کوئی چالیس پچاس سال میں ہماری مالی حیثیت لازمی طور پر قوم کے عوام کے برابر ہو جائیگی ۔ اور امیری اور غریبی کے الفاظ کم سے کم ہماری قوم کیلئے بیکار اور بے معنی ہو جائینگے ۔ اپنے مال کا چالیسواں حصہ ہر سال دینا تو ہم پر فرض ہے اور اسے زکوٰۃ کہا جاتا ہے لیکن اس کے علاوہ بھی ہمیں بار بار درگاہ باری تعالیٰ سے یہی حکم ملا ہے ۔ کہ اپنا مال خدا کی راہ میں خرچ کرو اور خدا کی راہ کا ہرگز ہرگز یہ مطلب نہیں ہے کہ ہم اپنا تمام مال و اسباب یا اس کی قیمت کا سونا اور جواہرات لیجا کر کعبۃ اللہ کی چوکھٹ کے نیچے دفن کر دیں یا چاہ زمزم میں ڈال دیں ۔ بلکہ اس کا مطلب صرف یہ ہے کہ ہم اس سے صرف اپنی ہی قوم یا اپنے ہی کنبہ کی حالت سنبھالیں ۔ اپنے معذور الخدمت ماں باپ کو دیں ۔ اپنے نادار عزیزوں اور رشتہ داروں کو دیں ۔ کنبے یا قوم کے ایسے بچوں کی پرورش پر صرف کریں کہ جن کا کوئی نگران اور سرپرست نہیں ہے اور پھر بھی بچ رہے تو قوم کے اور جو غریب اور مسکین ہیں ان کی امداد کریں ۔ ہم پر ہمارے خدا کی طرف سے نماز اور روزہ فرض کیا گیا ہے لیکن صرف اسی شبہ کو مٹانے کے لئے کہ کہیں ہم صرف اپنے ان فرائض کو ادا کرنے کو نیکی نہ تصور کر لیں ۔ ہمیں بالکل کھلے ہوئے اور صاف لفظوں میں یہ بتا دیا گیا ہے ۔ لیس البر ان تولوا وجوھکم قبل المشرق والمغرب الخ یعنی یہ نیکی نہیں ہے کہ تم پورب یا پچھم کی طرف منہ کر کے (گویا نماز کے لئے کھڑے

ہو جاؤ۔ نیکی تو یہ ہے کہ تم خدا پر خدا کے پیغمبروں پر خدا کے فرشتوں پر خدا کی کتابوں پر ایمان لاؤ اور اللہ کی راہ میں اپنی دولت اپنے عزیزوں پر یتیموں پر اور جو غلام ہیں۔ انکی گردنیں غلامی سے چھڑانے پر صرف کرو۔

ایک دوسرے موقع پر بھی اپنے خدا کی طرف سے یہ پیغام بھی ملا ہے کہ لن تنالوا البر حتیٰ تنفقوا مما تحبون۔ یعنی تم اس وقت تک نیک ہو ہی نہیں سکتے جب تک کہ تم اپنے مال میں سے جو کہ تمہیں عزیز ہے اللہ کی راہ میں خرچ نہ کرو۔

زکوٰۃ ادا کرنا تو ہم پر فرض ہی ہے۔ وہ تو بہر صورت ہمیں ہر سال نکالنی ہے اور اسے اگر ہم ادا نہ کریں تو ادائے قرض سے قاصر رہنے کا جرم ہم پر عائد ہو جاتا ہے لیکن اسے ادا کر دینا نیک انسان بننے کیلئے کافی نہیں ہے۔ اسے ادا کرنے اور نماز روزہ کی عبادات بجا لانے کے بعد بھی ہم اس وقت تک نیک نہیں ہو سکتے۔ جب تک کہ ہماری دولت ہمارے رشتہ داروں اور قبیلے کے یتیم بچوں اور دیگر معذور الخدمت ناداروں کی پرورش اور نگہداشت پر صرف نہ ہو۔ اور ان احکاموں سے واقف ہو جانے کے بعد آپ خود ہی اندازہ کر سکتے ہیں۔ کہ ہماری جماعت میں یا کسی گھر کے اندر دولت کا انبار جمع ہو جانا ناممکن ہے جب کبھی ہماری ضروریات سے زیادہ دولت ہمارے پاس جمع ہوگی۔ اسی وقت ہم اسے اللہ کی راہ میں خرچ کر دینے پر مجبور ہوں گے۔ کیونکہ ہم سے یہ بھی کہہ دیا گیا ہے۔ کہ والذین یکنزون الذھب والفضۃ ولا ینفقونھا فی سبیل اللہ فبشرھم بعذاب الیم۔ یعنی جو لوگ کہ چاندی سونے کو زمین میں دفن کر کے رکھتے ہیں۔ اور اسے خدا کی راہ میں خرچ نہیں کرتے انہیں دردناک عذاب کی بشارت دیدو۔ جمع شدہ دولت کو پھیلانے کا ایک یہ ذریعہ بھی اسلام نے اختیار کیا ہے کہ کسی شخص کے مر جانے پر اس کی دولت دوسری قوموں کی طرح صرف ایک بیٹے کے حصے میں نہیں آتی۔ بلکہ حصہ رسدی اسکی بیوی اس کے تمام بچے اسکے ماں باپ سب اس کے حقدار ہوتے ہیں۔ اور اس طرح وہ تقسیم ہو کر تھوڑی تھوڑی سی سب کو مل جاتی ہے۔

اقوال حضرت عثمانؓ

تعجب ہے اس پر جو موت کو حق جانتا ہے اور پھر ہنستا ہے۔

تعجب ہے اس پر جو دنیا کو فانی جانتا ہے اور پھر اسکی رغبت رکھتا ہے۔

تعجب ہے اس پر جو تقدیر کو پہچانتا ہے اور جانیوالی چیز کا غم کرتا ہے۔

تعجب ہے اس پر جو حساب کو حق جانتا ہے۔ اور پھر مال جمع کرتا ہے۔

تعجب ہے اس پر جو دوزخ کو برحق جانتا ہے اور پھر گناہ کرتا ہے۔

تعجب ہے اس پر جو اللہ کو حق جانتا ہے۔ اور پھر غیروں عزیزوں کا ذکر کرتا اور ان پر بھروسہ رکھتا ہے۔

تعجب ہے اس پر جو جنت پر ایمان رکھتا ہے اور پھر دنیا کے ساتھ آرام پکڑتا ہے۔

کیا حضور علیہ السلام کی صرف ایک ہی صاحبزادی تھیں

(بہ سلسلہ اشاعت بابت ماہ جون وجولائی ۱۹۴۷ء)

(از مولوی محمد امین صاحب جھنگوی)

تعصب ہٹ دھرمی ایک ایسی قبیح عادت ہے جس سے ہر صالح صفت کو اجتناب ضروری ہے۔ عینک تعصب جن شخصوں کی آنکھوں پر چسپاں تھی۔ انہوں نے آیات بینات ومعجزات ظاہر کو دیکھتے ہوئے حق سے روگردانی کی۔ اس تعصب ہی نے فرعون کو راہ راست پر آنے نہ دیا۔ اور مورد عذاب الٰہی کا مستحق بنا۔ لیکن اطاعت منظور نہ کی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام پر نار گلزار دیکھ کر نمرود اور اس کے بن نہ پر بیسے ایمان نہیں لاتے عیسیٰ علیہ السلام کی مسیحائی دیکھ کر بھی یہودیوں سے ایسی ناشائستہ حرکت صادر ہوتی ہے۔ جو آثار قیامت تک ضربت علیہم الذلۃ والمسکنۃ کا موجب بنتی ہے۔ کیا کفار مکہ نے ہزاروں معجزات و آیات بینات دیکھ کر یہ نہیں کہا تھا۔ مالھذا الرسول یاکل الطعام ویمشی فی الاسواق - وان ھذا الا سحر مبین یہی انہماک تعصب تو ہے جو حق کو ظاہر باہر دیکھ کر متعصب کو باطل کفر فسق عصیان تعدی کی اعانت پر متحرک کرتا ہے یہی ہٹ دھرمی بعض اوقات انبیاء کی ذات گرامی پر بہتان تراشی (مثل موسیٰ وقارون) احراق مثل (ابراہیم) آرہ کشی مثل زکریا علیہ السلام تعلیق بالصلیب مثل عیسیٰ علیہ السلام اخراج وطن مثل حضور علیہ السلام پر متعصبین کو آمادہ تعدی وطغیان کرتی ہے۔ گذشتہ بیانات سے حق بین آنکھ کو مسئلہ کی وضاحت بالدلائل سے بھی انکار نہیں ہو سکتا۔ لیکن باطل نواز دل ہمیشہ مصر بالجحد رہتا ہی ہے کیونکہ یہ صفت انہیں خاصہ لازمہ کی طرح چمٹ جاتی ہے۔ وما یجحد بایٰتنا الا الکفرون۔

اثبات بالاحادیث۔

مسئلہ کو گذشتہ بیانات میں وضاحت آیت اور عقلی دلائل سے ثابت کیا (بحولہ ومنہ) اب احادیث واقوال آئمہ کی روشنی میں اس مسئلہ کو واضح طور پر بیان کیا جاتا ہے۔

(۱) فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اے معاشر الناس امام حسن اور امام حسین اپنے ماموں (خال) اور (ماسی) خالہ کی طرف سے بھی خیر الناس ہیں۔ القاسم ابن رسول اللہ خالھما وخالتھما زینب بنت رسول اللہ (ف) حضرت قاسم رسول اللہ کے صاحبزادے ان کے ماموں ہیں اور حضرت زینب بنت رسول اللہ ان کی خالہ ہیں روضۃ معانی ص ۱۳۱ معلوم ہوا حسنین شریفین کی خال اور خالہ تھیں جبھی تو رسول خدا نے فرمایا حسنین شریفین خال اور خالہ کی طرف سے بھی خیر الناس ہیں۔

(۱) حضرت ابی عبداللہ علیہ السلام سے روایت ہے کہ رسول خدا اپنے گھر داخل ہوئے حضرت عائشہ علیہا السلام جناب فاطمۃ الزہرا مخاطب ہوکر فرما رہی ہیں یا قسم خدا کی اے خدیجہ کی بیٹی تیری بھی راستہ ہے۔ کہ تیری والدہ کو ہم پر فضیلت ہے۔ ان پر کونسی فضیلت تھی۔ وہ ہم ہیں سے ہمارے جیسی ایک تھیں حضرت فاطمہ رسول اللہ کو دیکھ کر رو پڑیں حضور نے فرمایا۔ اے لخت جگر تو کیوں روتی ہے عرض کی حضرت عائشہ نے میری ماں کا ذکر نقص کیا تنقید کیا ہے اس واسطے میں رو رہی ہوں۔ رسول اللہ سنکر ناراض ہوئے اور فرمایا۔ اے حمیرہ (لقب عائشہ رض) اللہ تبارک وتعالیٰ نے پیاری جننے والی میں برکت دی ہے۔ وان

خدیجۃ ولدت منی طاهرا وهو عبد الله وهو المطهر وولدت منی القاسم وفاطمه ورقیه وام کلثوم وزینب وانت ممن عقم الله رحمه فلم تلدی شیئاً ط

ت تحقیق خدیجہ نے مجھ سے جنا طاہر اور وہ عبداللہ و مطہر ہے اور جنا مجھ سے قاسم و فاطمہ و رقیہ و ام کلثوم اور زینب صلوٰۃ اللہ علیہم اور اے عائشہ تو ان عورتوں میں سے ہے جن کے رحم کو اللہ تعالیٰ نے بانجھ کر دیا ہے۔ پس تجھ سے کوئی اولاد نہیں ہے۔ کتاب الخصال ج ۲ ص ۳۷ ، ۳۸

(۲) امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ جناب رسول اللہ نے فرمایا۔ خدا کی رحمت ہو خدیجہ پر جس سے طاہر و مطہر پیدا ہوئے اور سیدہ رقیہ فاطمہ زینب ام کلثوم بھی ان سے پیدا ہوئیں۔ حیات القلوب ج ۲ مطبع نولکشور ص ۸۹۰ ۔

(۳) رسول اللہ نے فرمایا۔ خدیجہ پر خدا رحمت نازل کرے۔ اس نے طاہر و مطہر کو پیدا کیا۔ اور رقیہ فاطمہ زینب ام کلثوم بھی ان سے پیدا ہوئیں۔ شفاء الصدور والکروب ج ۲ ص ...

کون ہے جو مندرجہ بالا حوالہ سے انکار کی جرأت کر سکتا ہے ان ارشادات سے اگر کوئی انکار کرے تو وہ متعصب ہی کہلائیگا حق بین آنکھ کبھی انکار پر جرأت نہیں کر سکتی ہٹ دھرم ہی ہے جو رسول اللہ کی نسب کو قطع کرنے کی کوشش کر رہا ہے کون ہے جو رسول اللہ کو ایذا دینے سے اب تو تائب ہو کر سرخروئی درگاہ عالی حاصل کرے۔

اقوال حضرت علی کرم اللہ وجہہ

(۱) حضرت امیر المومنین حضرت علی نے جنگ نہروان سے واپسی کے وقت کوفہ میں خطبہ کے دوران میں ارشاد فرمایا۔

انا زوج البتول سیدۃ نساء العالمین فاطمۃ التقیۃ الزکیۃ المبرۃ المهدیۃ حبیبۃ حبیب الله وخیر بناتہ ۔ میں فاطمہ سیدۃ نساء العالمین کا شوہر ہوں۔ جو متقیہ پاک معصومہ ہدایت یافتہ اور حبیب خدا کی پیاری اور دوسرے صاحبزادیوں میں سے بہترین ہیں۔

کیا اب بھی بنات کا معنی ایک لڑکی کرتے رہوگے۔ جب کہ حضرت علی کی تصدیق بھی آپ کے بیان کردہ معنی کے خلاف ہے۔

(۲) حضرت عثمان جب شہید ہوئے تو حضرت علی نے اختصار تاسف کے طور فرمایا۔ دیگر مناقب کے علاوہ یہ بھی فرمایا وقد نلت من صهره صلعم ما لا ینالا.

اور بیشک پایا تو نے شرف رسول اللہ کی دامادی کا جو حضرت صدیق اور حضرت عمرؓ نے نہیں پایا تھا۔

اسے شیعیان علی کیا اس سے زیادہ واضح قول دیکھ کر بھی انکار ہی انکار کرتے رہوگے بھی۔ آپ کے انکار کی سدرۃ المنتہیٰ بھی ختم ہوگی۔

کتاب البلاغۃ جو حضرت علی کے اقوال و خطبات کا مجموعہ ہے جو بلاغت و فصاحت میں لاثانی ہے۔ یہ کتاب اہلِ شیعہ کے نزدیک مثل صحف آسمانی و آیاتِ قرآنی ہے

۳) جناب امیر علیہ السلام بعض داد خواہوں کی طرف سے حضرت عثمان کے پاس تشریف لیگئے اور فرمایا۔

جیسا ہم نے رسول اللہ کی مصاحبت کی ہے ویسی ہی تو نے بھی کی ہے۔ حضرت عمر اور حضرت ابوبکر عمل حق میں تجھ سے اولیٰ و افضل نہ تھے تو رسول اللہ سے از روئے خویشی بہ نسبت ان دونوں کے قریب تر ہے۔ تو دامادی پیغمبر کے اس مرتبہ پر پہنچا ہے جس مرتبہ تک یہ دونوں نہیں پہنچے نیرنگ فصاحت ص ۳۴۶

کلام امام سے معلوم ہوا کہ حضرت علی رشتہ دامادی ثابت کرنے کیلئے پھر اس رشتہ کے ماتحت فضیلت شیخین پر اظہار خیال فرمایا۔ ساتھ یہ بھی معلوم ہوا کہ رشتہ دامادی ایک قلبی برتری ہے جو حضرت صدیق و عمر کو حاصل نہیں گو یہ فضیلت جزوی ہے۔

اقوال آئمہ

۱) امام جعفر صادق نے اپنے والد بزرگوار سے روایت کی کہ جناب رسولِ خدا نے اپنی جملہ صاحبزادیوں اور ازواج مطہرات کا حق مہر ساڑھے بارہ اوقیہ سے زیادہ مقرر نہیں فرمایا۔ فروع کافی ج ۲ کتاب النکاح ص ۱۵۶

۲) حضرت امام جعفر صادق فرماتے ہیں فان رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَبَا بَنَاتٍ فرمایا حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دو سے زیادہ صاحبزادیوں کے باپ تھے۔ فروع کافی ج ۳ کتاب العقیقہ ص ۲۵۰

۳) امام جعفر صادق نے فرمایا جارود بن منذر کو تیرے ہاں لڑکی پیدا ہوئی ہے۔ تو اسے برا سمجھتا ہے اور خفا پھرتا ہے۔ کیا تو نہیں جانتا۔ وقد کان رسول اللہ ابا بنات۔ حوالہ سابق فروع کافی

یہاں لفظ قد بطور تحقیق مع التاکید ہے۔ فافہم ولا تکن من المتعصبین۔

۴) جناب پیغمبر خدا نے حضرت خدیجہ سے بعمر زائد از بیس سال شادی فرمائی۔ اور ان سے آنحضرت کے فرزند قبل از نبوت قاسم۔ رقیہ۔ زینب اور ام کلثوم پیدا ہوئے اور بعد از نبوت طیب طاہر اور حضرت فاطمہ پیدا ہوئے۔ اصول کافی باب مولد النبی ص ۲۷۸

۵) پس قبل از رسالت شہنشاہ دوعالم کی اولاد حضرت خدیجہؓ سے قاسم ورقیہ وزینب اور ام کلثوم پیدا ہوئے۔ اور بعد از رسالت طیب و طاہر اور فاطمہ متولد ہوئے۔ صافی شرح اصول کافی باب مولد النبی صلعم ص ۱۶۴

۶) محمد بن علی الحلبی کہتا ہے۔ کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے سنا وہ فرماتے تھے کہ صبح کے وقت ایک منادی آسمان سے ندا کرتا ہے کہ آگاہ ہو جاؤ حضرت علی علیہ السلام اور ان کے گروہ والے اپنی مراد کو پہنچیں گے

اور شام کے وقت ایک منادی آسمان سے ندا کرتا ہے۔ کہ آگاہ ہو جاؤ۔ حضرت عثمان اور اس کے گروہ والے فائز المرام ہونگے۔ یعنی ولی مراد کو پہنچیں گے۔ فروع کافی ج ۳ کتاب الروضہ ص ۱۲۶

نتیجہ اس کا یہ نکلا حضرتِ علی اور اس کے متبعین اور حضرت عثمان اور اس کے اتباع مراد کو پہنچیں گے۔ اور نجات کی بشارت اُن کے لئے ہے کیونکہ ان دونوں کا جو تعلق دامادی ہے۔ وہ برضائے الٰہی ہے۔ اور یہ امتیاز بوجہ تقرب جناب رسالتماب ہی ہے۔

لقب ذی النورین۔ حضرت عثمان کا لقب ذی النورین مشہور اسی لئے ہے۔ کہ جناب آقا نامدار کی دو نور چشموں سیدہ رقیہ اور ام کلثوم کیساتھ آنجناب کا نکاح ہوا۔

نسب نامہ جناب ممدوح کسی غیر مسلم قبیلہ میں سے نہ تھے۔ بلکہ قوم قریش اور قبیلہ بنی اُمیہ میں سے تھے۔ آپ کا نسب نبی صلعم سے پشت عبد مناف میں ملتا ہے باین سلسلہ عثمان بن عفان بن ابی العاص بن امیہ بن عبد الشمس بن عبد المناف ۔ شجرۃ الانساب ص ۶

آنحضرت کا نسب نامہ محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف نیز حضرت عثمان کی والدہ اروی بنت عبد المطلب رسُول اللہ کی حقیقی عمہ تھیں۔ معلوم ہوا حضرت عثمان نسب نامہ میں بھی رسول اللہ سے ملتے جلتے ہیں نہ کہ غیر ہیں

(۷) امام جعفر صادق فرماتے ہیں۔ کہ جب سیدہ زینب دختر رسول اللہ نے وفات پائی۔ تو حضرت فاطمہ مستورات کیساتھ نکلیں۔ اور اپنی بہن زینب پر نماز جنازہ ادا کی

استبصار ج ۱ ص ۲۶۵

(۸) امام جعفر صادق سے روایت ہے کہ پیغمبر علیہ السلام کے ساتھ تیرہ قبائل تھے۔ اور حضرت علی کیساتھ قبیلہ قریش سے حسب ذیل پانچ اشخاص تھے۔ محمد بن ابی بکر ہاشم بن عتبہ جعدہ بن ہبیرہ محمد بن ابی حذیفہ اور پانچواں ابی العاص بن ربیعہ داماد رسول اللہ کا بیٹا۔ اخبار الرجال ص ۴۲

(۹) داؤد نے ابو اسحٰق کو کہا کہ تو نے اپنی لڑکی کی شادی فلاں اموی سے کر دی ہے۔ اور تو نے ایسا گناہ کیا ہے جو اللہ تعالیٰ معاف نہیں کریگا۔ ابو اسحٰق نے جواب دیا کہ رسُول اللہ نے بھی تو اپنی دو لڑکیوں کی شادی حضرت عثمان سے کر دی تھیں میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کی ہے۔ اخبار الرجال ص ۲۴۱

(۱۰) حضرت امام جعفر صادق فرماتے ہیں کہ رسول اللہ کے سات فرزند تھے۔ حضرت خدیجہ سے جناب رسول اللہ کے ہاں قاسم و طاہر و ام کلثوم و رقیہ و زینب و فاطمہ پیدا ہوئیں اور حضرت علی نے فاطمہ سے نکاح کیا۔ اور ابو العاص نے زینب سے نکاح کیا۔ اور عثمان بن عفان نے ام کلثوم سے نکاح کیا آپکے گھر تشریف لیجانے کے بعد ہی فوت ہو گئیں۔ پھر جب صحابہ کرام میدانِ بدر کو روانہ ہوئے۔ رسُول اللہ نے رقیہ کا نکاح حضرت عثمان سے کر دیا۔ اور رسول اللہ کے ہاں ابراہیم ماریہ قبطیہ سے پیدا ہوئے۔

(۱۱) مستحب ہے کہ ہر روز ماہ رمضان اور ہر جمعہ کو سارے سال میں اس دعا کو پڑھے۔

اللھم صل علے رقیہ بنت نبیک والعن من اذی نبیک فیھا۔ اللھم صل علے ام کلثوم بنت نبیک والعن من اذی نبیک فیھا۔

یا اللہ رحمت بھیج رقیہ پر جو تیرے نبی کی بیٹی ہے اور لعنت کر اس شخص کو جس نے اذیت دی تیرے پیارے کو اس بارے میں اور یا اللہ رحمت بھیج ام کلثوم پر جو تیرے نبی کی بیٹی ہے۔ اور لعنت کر اس پر جس نے ایذا دے تیرے نبی کو اس بارے میں۔ زاد المعاد صفحہ ۲۳۲

و تحفۃ العوام صفحہ ۱۰۱

(۱۲) شیخ الطائفہ ابوجعفر طوسی اپنی کتاب تہذیب میں امام جعفر سے یوں نقل کرتے ہیں۔

کان یقول فی دعائہ اللھم صل علے رقیۃ بنت نبیک اللھم صل علے ام کلثوم بنت نبیک۔

امام جعفر صادق دعا میں یوں فرمایا کرتے تھے یا الٰہی رحمت بھیج حضرت رقیہ پر جو تیرے نبی کی بیٹی ہے۔ اور رحمت بھیج ام کلثوم پر جو تیرے نبی کی بیٹی ہے۔

اے مذہب امامیہ کے پیرو کس طرح واضح طور پر امام جعفر صادق علیہ السلام نے مسئلہ بالا کو شاندار ترتیب سے بیان فرمایا۔ اسکے بعد بھی اگر آپ نہ مانیں۔ تو صراحتہً آپ کو اپنے پیشواؤں بزرگان دین کے پاک ارشادات سے سراسر انکار ہی انکار ہوگا۔ اور اس کے بعد معلوم ہوگا کہ آپ کی محبت اماموں سے قولی ہے عملی نہیں اور قول بلا عمل کے معتبر نہیں مردود ہے۔

فاھم ولا تکن من الجاحدین

(باقی آئندہ)

ردِّ مرزائیت

مرزا صاحب کی وعدہ خلافیاں

(از ڈاکٹر محمد ایوب صاحب بھیروی)

غضب کیا ترے وعدوں پہ اعتبار کیا
تمام رات قیامت کا انتظار کیا

قرآن حکیم کی نص صریح موجود ہے کہ "وعدہ کر کے اس کو پورا کرو" اور ویسے طریق شرافت و انسانیت بھی یہی ہے کہ ایک مرتبہ زبان سے جو وعدہ کر لیا جائے۔ اس کو پورا کیا جائے۔ ورنہ دنیا میں کسی شخص کی زبان کا اعتبار و اعتماد نہیں ہو سکتا۔ برخلاف ازیں نبی کی ذات عوام الناس سے نہایت ارفع و اعلیٰ ہوتی ہے۔ جھوٹ اور وعدہ خلافی کا انبیا کی فطرت میں دخل نہیں ہوتا۔ اور ہزارہا خوبیوں کے علاوہ یہ خوبی ایک اتنی بڑی خوبی ہوتی ہے۔ کہ تمام خوبیوں کی سرتاج کہیں تو بجا نہ ہوگا۔ تاریخ اسلام شاہد ہے کہ قرون اولیٰ کے مسلمان جب میدان کارزار میں دشمنوں سے وعدہ کر لیا کرتے تھے۔ تو بڑے سے بڑے خطرے سے بھی ڈر کر وعدہ شکنی نہیں کیا کرتے تھے۔ یہی وجہ تھی۔ کہ روم و شام و ایران جیسے دشمن ممالک میں ان کی صداقت کا سکہ چلتا تھا۔ بیت المقدس کی فتح کے وقت صرف ایک مسلمان کا وعدہ پوری قوم کا وعدہ ہو گیا تھا۔ وعلیٰ ہٰذا القیاس سینکڑوں واقعات ہیں۔ جن سے ثابت ہے کہ شرفا جب وعدہ کر لیا کرتے ہیں۔ تو جان دے دیتے ہیں۔

مگر وعدہ پورا کرتے ہیں۔ مگر جناب مرزا صاحب اس معاملے میں بھی صفر تھے۔ اور شرفا کی صف میں کھڑے ہونے کے قابل نہیں ہیں۔ مندرجہ ذیل باتوں سے قارئین کرام میرے دعوے کی خود تصدیق فرما دینگے:۔

(۱) مرزا صاحب نے لکھا ہے کہ:۔

"پہلے پچاس حصے (براہین احمدیہ کے) لکھنے کا ارادہ تھا۔ مگر پچاس سے پانچ پر اکتفا کیا گیا۔ اور چونکہ پچاس اور پانچ کے عدد میں صرف ایک نقطہ کا فرق ہے۔ اس لئے پانچ حصوں سے وعدہ پورا ہو گیا" براہین احمدیہ حصہ ۵

مرزا صاحب نے لوگوں کو دھوکہ دیکر پیشگی روپیہ وصول کر لئے تھے اور وعدہ یہ کیا تھا۔ کہ ہم پچاس حصے براہین احمدیہ کے لکھوائیں گے جن کے متعلق طرح طرح کے سبز باغ دکھائے۔ کہ وہ کتاب ایسی ہوگی اور ویسی ہوگی۔ وغیرہ جب رقمیں خوب اکٹھی ہوئیں اور لوگوں نے پیشگی روپے جمع کرا لئے تو وعدہ شکنی کرتے ہوئے لکھدیا۔ کہ وعدہ تو پچاس ہی کا تھا۔ مگر پچاس کے ہندسے سے صرف ایک ننھے نقطے کو کاٹ دیجئے۔ اور پانچواں حصہ قبول کر کے اسکو پچاسواں حصہ ہی سمجھئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

جس شخص کے وعدوں کی یہ حالت ہو کہ پچاس کی بجائے صرف پانچ دے اور پھر جرم برتر از جرم یہ کہ اس چالاکی کو ایفائے عہد بھی سمجھے۔ اسکی اخلاقی حالت کا اسی واقعے سے اندازہ ہو سکتا ہے۔ اسطرح تو لازم آتا ہے۔ کہ مسلمان اسلام قبول کر کے تیس روزے رکھنے کا وعدہ کر چکے ہیں۔ مگر صرف تیس کے منہ سے لفظ کاٹ کر آغا خانیوں کی طرح صرف سال بھر میں تین روزے رکھکر کہیں کہ وعدہ پورا ہو گیا۔ یا کسی کے پچاس روپے دینے ہوں۔ اور صرف پانچ دیئے جائیں۔ تو کیا قرضہ ادا ہو گیا؟ افسوس قادیانی نبی کے وعدے یوں ہی پورے ہوتے۔ اگر ان کو زبان کا پاس ہوتا۔ تو چندہ بٹورتے وقت جیسا وعدہ کیا تھا اسکو ضرور پورا کرتے قادیانیو اسی واقعے سے مرزا صاحب کے غیر شریف ہونے کی پول کھلی جا رہی ہے۔ کوئی تاویل گھڑ رکھی ہے تو پیش کرو مگر کوئی ایسی حجت پیش کرنا جسمیں کبھی قرضخواہ کے مطالبے کو پورا نہ کرنیکا ذکر ہو۔ نہ یہ کہ اپنا مطالبہ چھوڑ گیا ہو؟

(۲) مرزا صاحب گندہ دہان ہونے میں مشہور عالم تھے جسکی وجہ سے ان پر مقدمات بھی چلے اور عدالتوں نے سخت ریمارکس بھی دیئے۔ چنانچہ ۱۸۹۷ء میں کپتان ڈگلس صاحب نے مرزا صاحب کو گالیاں دینے سے منع کیا مگر وہ کب ماننے والے تھے۔ ۱۸۹۹ء میں مسٹر ڈوئی صاحب مجسٹریٹ ضلع گورداسپور نے امن عامہ کے پیش نظر مرزا صاحب سے تحریری طور پر وعدہ لیا کہ:۔

"میں مرزا غلام احمد قادیانی بحضور خداوند تعالیٰ باقرار صالح اقرار کرتا ہوں۔ کہ آئندہ:۔

(۱) میں ایسی پیشگوئی شائع کرنے سے پرہیز کرونگا جس کے یہ معنے خیال کئے جا سکیں۔ کہ کسی شخص کو (یعنی مسلمان ہو خواہ ہندو ہو یا عیسائی وغیرہ) ذلت پہنچے گی یا وہ مورد عتاب الہیٰ ہوگا۔

(۲) میں خدا کے پاس ایسی اپیل (فریاد و درخواست) کرنے سے بھی اجتناب کرونگا۔ کہ وہ کسی شخص کو یعنی

مسلمان ہو خواہ ہندو ہو یا عیسائی وغیرہ) ذلیل کرنے سے یا ایسے نشان ظاہر کرنے سے کہ وہ مورد عتاب الٰہی ہے یہ ظاہر کرے کہ مذہبی مباحثہ میں کون سچا اور کون جھوٹا ہے۔

(۳) میں کسی چیز کو الہام جتا کر شائع کرنے سے مجتنب رہونگا۔ جس کا یہ منشا ہو یا جو ایسا منشا رکھنے کی معقول وجہ رکھتا ہو۔ کہ فلاں شخص (یعنی مسلمان ہو خواہ ہندو ہو یا عیسائی) ذلت اٹھائیگا یا مورد عتاب الٰہی ہوگا۔

(۴) میں اس امر سے بھی باز رہونگا۔ کہ مولوی ابوسعید محمد حسین یا ان کے کسی دوست یا پیرو کے بالمقابل مباحثہ کرنے میں کوئی دشنام آمیز فقرہ یا دل آزار لفظ استعمال کروں۔ یا کوئی ایسی تحریر یا تصویر شائع کروں جس سے اُن کو درد پہنچے۔ میں اقرار کرتا ہوں۔ کہ اُن کی ذات کی نسبت یا اُن کے کسی دوست اور پیرو کی نسبت کوئی لفظ مثلاً دجال۔ کافر۔ کاذب۔ بطالوی نہیں لکھونگا (بٹالوی کے ہجے بٹالوی کئے گئے ہیں۔ جب یہ لفظ بطالوی کرکے لکھا جاتا ہے تو اس کا اطلاق باطل پر ہوتا ہے) میں ان کی پرائیویٹ زندگی یا ان کے خاندانی تعلقات کی نسبت کچھ شائع نہیں کرونگا۔ جس سے اُن کو تکلیف پہنچنے کا غالباً احتمال ہو۔

(۵) میں اس بات سے بھی پرہیز کرونگا۔ کہ مولوی ابوسعید محمد حسین یا ان کے کسی دوست یا پیرو کو اس امر کے مقابلہ کیلئے بلاؤں۔ کہ وہ خدا کے پاس مباہلہ کی درخواست کریں۔ تاکہ وہ ظاہر کرے کہ فلاں مباحثہ میں کون سچا اور کون جھوٹا ہے۔ نہ میں اُن کو یا اُن کے کسی دوست یا پیرو کو کسی شخص کی نسبت کوئی پیشگوئی کرنے کے لئے بلاؤں گا۔

(۶) جہاں تک میرے احاطۂ طاقت میں ہے۔ میں تمام اشخاص کو جن پر میرا کچھ اثر یا اختیار ہے۔ ترغیب دونگا۔ کہ وہ بھی بجائے خود اسی طریق پر عمل کریں۔ جس طریق پر کاربند ہونیکا میں نے دفعہ ۱ و ۲ و ۳ و ۴ و ۵ و ۶ میں اقرار کیا ہے۔

العبد	گواہ شد	گواہ شد
مرزا غلام احمد	خواجہ کمال الدین	جے ایم ڈوئی
بقلم خود	بی اے ایل ایل بی	ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ
۲۴ فروری ۱۸۹۹ء		ضلع گورداسپور

۱۸۹۷ء میں جب مرزا صاحب نے کپتان ڈگلس کے حضور میں سخت الفاظ وغیرہ کے استعمال نہ کرنے کا عہد کیا تھا۔ تو مندرجہ ذیل الفاظ میں اس عہد کی تصدیق بھی فرمائی تھی:-

"ہم نے صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر کے سامنے یہ عہد کر لیا ہے۔ کہ آئیندہ ہم سخت الفاظ سے کام نہ لیں گے"۔ (اشتہار مرزا ۲۰ دسمبر ۱۸۹۷ء مندرجہ کتاب البریت دیباچہ ص۳ مصنفہ مرزا صاحب)

مگر صرف دو سال کے اندر مرزا صاحب نے عہد شکنی کی مخالفین سے مقدمات ہوئے اور مرزا صاحب نے دوبارہ تحریری طور پر ۲۴ فروری ۱۸۹۹ء میں اس انکسارانہ طریق سے عہد کیا کہ خودداری کو بھی بالائے طاق رکھا اور اپنی نبوت و مجددیت کی اپنی ہاتھوں درگت بنائی۔ مسٹر جے۔ ایم۔ ڈوئی کی عدالت میں عہد کرنیکے

بعد پھر کیا مرزا صاحب اپنے عہد پر قائم رہے ؟ دیکھی عدالت کی زبانی سُنیئے :۔ عدالت لالہ آتما رام مہتہ بی اے

اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر مجسٹریٹ درجہ اول
گورداسپور کا فیصلہ ۸ اکتوبر ۱۹۰۴ء

ملزم نمبر ۱ (مرزا صاحب) اس امر میں مشہور ہے کہ وہ سخت اشتعال دہ تحریرات اپنے مخالفوں کے برخلاف لکھا کرتا ہے ۔ اگر اس کے اس میلانِ طبع کو نہ روکا گیا تو غالباً امن عامہ میں نقص پیدا ہوگا ۱۸۹۷ء میں کپتان ڈگلس صاحب نے ملزم کو ہر قسم تحریرات سے باز رہنے کیلئے فہمائش کی تھی ۔ پھر ۱۸۹۹ء میں مسٹر ڈوئی صاحب مجسٹریٹ نے اس سے اقرار نامہ لیا کہ ہر قسم نقصِ امن کے فعلوں سے باز رہیگا"

(روئیداد مقدمہ مرتبہ مولوی کرم دین صاحب جہلمی ص۲۱)

ان تمام واقعات سے ثابت ہوا کہ مرزا صاحب نے عہد شکنی کی ۔ اور شریف النفس عہد شکنی نہیں کیا کرتے ۔

اب قادیانی جماعت خود فیصلہ کرے کہ مرزا صاحب کون تھے ؟

~~~~~

عرفان نفس

نحن اقرب الیہ من حبل الورید

[illegible]

(ادارہ)

من عرف نفسہ فقد عرف ربہ | ترجمہ :۔ جس نے اپنے نفس کو پہچانا ۔ اس نے اپنے رب کو پہچانا ۔

مینا کس :۔ جو اپنی فطرت سے آگاہ ہے ۔ وہ خدا کو جانتا ہے ۔

سینٹ آگسٹائن :۔ اے خدا میں تجھے ایک گم کردہ کیطرح تلاش کرتا رہا ۔ جنگلوں میں تلاش کیا ۔ گلی کوچہ چھان مارا لیکن تو میرے اندر تھا ۔

عارف رومی :۔ خدایا ایں چہ بوالعجبیست کہ با دوستاں میکنی وقتیکہ ترا مے جوئیم خود را یابیم ووقتیکہ خود را مے جوئیم ترا مے یابیم ۔

ترجمہ :۔ اے خدا یہ کیا عجیب معاملہ ہے کہ جو تو اپنے دوستوں کیساتھ کرتا ہے ۔ جب ہم تمہیں تلاش کرتے ہیں ۔ اپنے آپ کو پاتے ہیں ۔ جب اپنے آپ کی تلاش کرتے ہیں ۔ تو تو مل جاتا ہے ۔

حکیم الامت نبض شناس ملت علامہ اقبال روح اللہ روحہ مقولہ بالا کی تشریح میں یوں رقم فرماتے ہیں ۔

تلاش او کنی وجز خود نہ بینی
تلاش خود کنی جز او نہ یابی

عالم استغنا میں سرمد شہید یوں فرماتے ہیں ۔
~~~~~

بیہودہ چلا ور پے اوسے گردی
سرمد اگر او خدا ست خود مے آید

اے سرمد کیوں اسکے پیچھے مارا مارا پھرتا ہے۔ اگر خدا ہے تو بندہ کو خود ملیگا۔

بندہ جب اس حقیقت کی تہ میں غور فرماتا ہے۔ کہ اے نفس تیری پیدائش سے مالک کن فیکون کی غرض اسکے سوا اور کچھ نہیں۔ کہ تو اس کا مطیع و منقاد رہے۔ جب اس نے تیری آسائش کے لئے ہزار ہا نعمتوں سے اس عالم کو مزین فرمایا۔ سورج چاند ستارے۔ زمین خیمۂ افلاک دوران موسم ہر چیز میں انسان کو سبق حاصل کرنے کے لئے فہم افزا حقائق اور بصیرت افروز تجارب ہیں جب اس رحیم نے ان تمام چیزوں کو مکمل فرماکر تیرے تابع کر دیا۔ ولنعم ما قیل

جانور پیدا کئے تیری وفا کے واسطے ؛ چاند سورج اور ستارے ہیں ضیا کے واسطے
کھیتیاں سرسبز ہیں تیری غذا کے واسطے ؛ سب جہاں تیرے لئے اور تو خدا کے واسطے

اور اٹھارہ ہزار مخلوقات پر انسان کو حاکم اعلیٰ مقرر فرمایا۔ ولقد کرمنا بنی آدم وحملناھم فی البر والبحر۔ تو آخر اس عزت افزائی بے تکلفی مالکی و قیصری کی کوئی وجہ ہونی چاہیئے۔ اور وہ وجہ و علت غائی اس کے سوا اور کوئی نہیں ہے۔ کہ وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون اور نہیں پیدا کیا۔ ہم نے جنوں اور انسانوں کو مگر یہ کہ عبادت گذاری میں رات دن مصروف رہیں۔

ما خلقت الجن والانس را نخواں
جز عبادت نیست مقصود از جہاں

جب انسان نفس کی مغروری تکبر کو شکست دیکر فنافی الحمد کا مرتبہ حاصل کر لیتا ہے۔ تو مالک ذوالجلال بذریعہ وحی عالم دنیا کو متوجہ کر کے ارشاد فرماتا ہے۔ اے سکان عالم میں فلاں بن فلاں کو دوست رکھتا ہوں۔ تم بھی اس کے ساتھ رشتہ مودت قائم کرو۔ ایک دوسرے مقام پر یوں ارشاد ہوتا ہے۔

(حدیث قدسی)

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ جب انسان نوافل کے ذریعہ میرا قرب حاصل کر لیتا ہے۔ اور فنا فی الحمد کی منزل منتہی پر گامزن ہوتا ہے۔ تو میں اس کے عوض اس کیساتھ کیا سلوک کرتا ہوں۔ کنت سمعہ الذی یسمع بہ میں اس کا کان ہو جاتا ہوں۔ میرے کان سے سنتا ہے۔ وبصرہ الذی یبصر بہ ورجلہ الذی یمشی بہ ویدہ الذی یبطش بہ میری آنکھ سے دیکھتا ہے۔ میرے پاؤں سے چلتا ہے۔ میرے ہاتھ سے پکڑتا ہے۔ گویا میری رضا کو وہ اپنے اوپر اتنا حاوی کر لیتا ہے۔ کہ میرے اشارے کے بغیر ذرا بھر حرکت و جنبش نہیں کرتا۔ ولنعم ما قیل۔

خودی کو کر بلند اتنا کہ ہر تقدیر سے پہلے
خدا بندے سے خود پوچھے بتا تیری رضا کیا ہے

نفس کی قوت :- حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ یوں ارشاد فرماتے ہیں:-

میں نے کسی ایسی چیز سے زور آزمائی نہیں کی۔ جو میرے نفس سے زیادہ سخت ہو۔ کیونکہ اس کی حالت یہ ہے۔ کہ کبھی میں اسے مغلوب کر لیتا ہوں۔ وہ میرے

تابع ہو جاتا ہے۔ اور کبھی پھر غالب آکر مجھ پہ سوار ہو جاتا ہے۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ

فرماتے ہیں۔ نفس کا نصب العین اپنے ہمسروں پر برتری حاصل کرنا ہے۔ اور وہ اس بات کا خواہاں رہتا ہے۔ کہ تمام مخلوقات اس کی محتاج اور اس کے امر و نواہی کی پابند ہو۔ اور یہ خدائے واحد کیساتھ الوہیت و ہمسری کا دعویٰ ہے۔ بلکہ کم بخت نفس اس شرکت پہ بھی راضی نہیں ہوتا۔ وہ چاہتا ہے۔ کہ وہ صرف آپ ہی حاکم ہو اور سب اسکے محکوم ہوں۔

ایک دوسرے مقام پہ یوں ارشاد فرماتے ہیں:۔ دنیائے دوں جو اللہ تعالیٰ کی ملعونہ و مبغوضہ ہے۔ اسی وجہ سے ہے کہ دنیا کا حاصل ہونا نفس کے ارادوں کے حصول میں معاون ہوتا ہے۔ اور جو دشمن کا معاون ہو۔ وہ لعنت ہی کے قابل ہے۔

حضرت سفیان ثوری فرماتے ہیں۔ اس وقت سے پہلے اپنے نفسوں کو خواہشات سے روک لو جبکہ آپس میں جھگڑو۔ کہ جھگڑے اور فسادات کی بنا اتباع خواہشات نفسانی ہی ہے۔

ایک غزوہ سے حضور پرنور جب تشریف لاتے ہیں تو محفل صحابہ میں یوں ارشاد فرماتے ہیں:۔
وجعلنا من الجهاد الاصغر الى الجهاد الاكبر
ہمیں جہاد اصغر سے رجوع کر کے جہاد اکبر کیطرف اب متوجہ ہونا ہے۔ اس حدیث میں آقا نے جہاد بالکفار کو جہاد اصغر فرمایا اور جہاد بالنفس کو جہاد اکبر فرمایا۔ واقعی جس نے اپنے نفس پر قوت حاصل کر لی وہ مراتب علیا پہ فائز المرام ہو کر رضائے رب العلیٰ مستحق ہوا ؎

نہنگ و اژدہا و شیر نر مارا تو کیا مارا
بڑے موذی کو مارا نفس امارہ کو گر مارا

یہی نفس ہے جس نے فرعون و نمرود کو گمراہ کر کے اور عقل سلب کر کے انا ربکم الاعلیٰ کہلایا۔ یہی نفس ہے جو شداد کے منہ سے انا لا غیری کا کلمہ کہلوا کر ہلاکت کے گڑھے میں ڈالتا ہے۔ وہ نبی جو لولاک کا مالک ہے وہ نبی جو اس مرتبہ پہ فائز ہے انا سید ولد آدم ولا فخر وہ نبی جو شب معراج امام الانبیاء بنتا ہے۔ وہ نبی جس کے حق میں ارشاد باری تعالیٰ یوں ہوتا ہے۔
ليغفر لك الله ما تقدم من ذنبك وما تاخر + اللهم لا تكلني الى نفسي طرفة العين
دست بدعا ہوتے ہیں۔ خداوندا ایک لمحہ بھی مجھے نفس کے سپرد نہ کر۔ اور ہر وقت نفس و شیطان سے پناہ مانگتے ہیں۔ اور تعلیم امت کیلئے اکثر خطبات میں یوں ارشاد فرماتے ہیں۔ نعوذ بالله من شرور انفسنا۔ اے باری تعالیٰ ہم تجھ سے شیطان و نفس کے شرور سے پناہ مانگتے ہیں۔

عربی شاعر یوں رقم فرماتا ہے۔ هي النفس ان تهمل تلازم خساسة + وان تبعث نحو الفضائل تلهج ۔ یہ نفس ہے۔ اگر اسکو مہمل چھوڑ دیا جائے۔ تو وہ خسیس ہو جاتا ہے۔ اور اگر اسکو فضائل حمیدہ کی طرف مائل کیا جائے۔ تو وہ

ھر اُدھر مائل ہو جاتا ہے۔

قد افلح من زکّٰھا وقد خاب من دسّٰھا

نفس کی تین حالتیں

نفس باعتبار ذات کے ایک ہے۔ اور باعتبار احوال کے تین قسموں پر منقسم ہے۔

(۱) اگر نفس عالم علوی کیطرف مائل ہو۔ اور اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری و عبادت میں اسکو خوشی حاصل ہو اور شریعت کی پیروی میں سکون اور چین محسوس کرنے۔ اُس کو نفس مطمئنہ کہتے ہیں۔

جس کے حق میں باری تعالیٰ یُوں گویا ہے:۔

یا ایتھا النفس المطمئنۃ ارجعی الیٰ ربک راضیۃ مرضیۃ (الفجر) اے وہ جی جس نے چین پکڑ لیا۔ پھر چل اپنے رب کی طرف۔ تو اُس سے راضی وہ تجھ سے راضی۔ (۲) اور اگر عالم سفلی کیطرف جھک پڑا اور دُنیا کی لذات و خواہشات میں پھنس کر بدی کی طرف رغبت کی اور شریعت کی پیروی سے کوسوں دُور بھاگا۔ اسکو نفسِ امارہ کہتے ہیں کیونکہ وہ آدمی کو بُرائی کی طرف ترغیب کرتا ہے۔

وما ابرئ نفسی ان النفس لامارۃ بالسوء الا ما رحم ربی (یوسف)	اور میں پاک نہیں رکھتا اپنے جی کو بیشک جی تو سکھلاتا ہے برائی مگر جو رحم کر دیا میرے رب نے

(۳) اور اگر کبھی عالم سفلی کیطرف جھک کر شہوت و غضب میں مبتلا ہوتا ہے اور کبھی عالم علوی کیطرف مائل ہو کر ان چیزوں کو بُرا جانتا ہے۔ اور ان سے دور بھاگتا ہے۔ اور اگر کوئی برائی اس سے سرزد ہو۔ تو اس کوتاہی پر شرمندہ ہو کر نفس پر ملامت کرتا ہے۔ اس کو نفس لوامہ کہتے ہیں۔

لا اقسم بالنفس اللوامہ	اور قسم کھاتا ہوں جی کی کہ جو ملامت کرے بُرائی پر

نفس کی حالتوں کے متعلق خادم القرآن ناشر الحدیث شاہ عبدالقادر صاحب یُوں ارشاد فرماتے ہیں۔

آدمی کا جی اول کھیل میں اور مزوں میں غرق ہوتا ہے ہرگز نیکی کی طرف رغبت نہیں کرتا۔ ایسے جی کو امارہ بسوء کہتے ہیں۔ پھر ہوش پکڑا کر نیک و بد سمجھا تو باز آیا کبھی غفلت ہوئی تو اپنی خو پر دوڑ پڑا پیچھے کچھ سمجھ آئی تو اپنے کئے پر پچھتانے اور ملامت کرنے لگا۔ ایسا (جی) لوامہ کہلاتا ہے۔ پھر جب پورا سنور گیا۔ دل سے رغبت نیکی ہی کی طرف ہو گئی۔ بیہودہ کام سے خود بخود بھاگنے لگا۔ اور بدی کے ارتکاب بلکہ تصوّر سے بھی تکلیف پہنچیگی۔ وہ نفس مطمئنہ ہو گیا

(باقی آئندہ)

اقوال حضرت عمرؓ

(۱) مشتبہ کمایا ہوا کھانا مانگنے سے بہتر ہے (۲) ایمان کے بعد بڑی نعمت نیک عورت ہے۔ (۳) اسراف اس چیز کا نام ہے کہ جس چیز کو انسان کی طبیعت چاہے کھائے (۴) جو شخص اپنا راز پوشیدہ رکھتا ہے۔ وہ گویا اپنی سلامتی کو اپنے قبضہ میں رکھتا ہے۔

تبلیغی کتابیں

جامِ حیات حیات بعد الموت کے جملہ مسائل قرآن کریم اور حدیث نبوی علیہ التحیۃ والسلام کی روشنی میں ایک جامع اور دل آزادانہ طرز تحریر سے مبرا کتاب تحریر کرائی گئی ہے جو کہ ہر دو فریقین کیلئے مشعل ہدایت ثابت ہو سکتی ہے حضرت مولانا ظہور احمد صاحب مرحوم نے یہ کتاب مولانا محمد حسین صاحب شوق سابق صدر المدرسین دارالعلوم عزیزیہ سے اپنی زیر نگرانی تحریر کرائی تھی جو کہ اب کاغذ کی گرانی کے باوجود طبع کرائی گئی ہے کتاب دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے قیمت صرف ۹ر محصولڈاک ۱ر

قاتلانِ حسینؓ اس میں نہایت محققانہ طریق سے حضرات شیعہ کی معتبر کتابوں کی مستند روایات سے ثابت کیا گیا ہے کہ رسولِ خدا کے نواسے اور حضرت علی کے لختِ جگر حضرت حسینؓ کو کربلا میں بلا کر طرح طرح کے مظالم میں مبتلا اور نہایت بیرحمی سے شہید کرنے والے شیعہ اور پیشوایانِ مذہب شیعہ تھے۔ اس کتاب کو ضرور دیکھئے تاکہ شیعوں کی شیعیت کی حقیقت کھل جائے۔ صفحات ۹۶. کتاب دلفریب طباعت دیدہ زیب. کاغذ دبیز. قیمت دس آنہ محصولڈاک ۱ر

آخری پیغامِ حق حضرت مولانا ظہور احمد صاحب بگوی رحمۃ اللہ علیہ کی آخری تقریر جو پہلے شمس الاسلام کے صفحات پر جلوہ گر ہو چکی ہے اور امید سے زیادہ مقبول ہو چکی ہے۔ عام افادہ کیلئے کتابی شکل میں بدیہ ناظرین کی گئی آخری پیغامِ حق کے متعلق حضرت سجادہ نشین تونسہ شریف تحریر فرماتے ہیں:-

"حضرت مکرم مغفور کے آخری کلمات نصائح نہایت ہی گوہر بے بہا ہیں۔ اور ناظرین کی ہدایت کے لئے مشعل راہ ہیں"

قیمت دس آنہ۔ محصولڈاک ۱ر

کشف التلبیس مصنفہ مولانا سید ولایت حسین شاہ صاحب دہلوی یہ کتاب شیعوں کے مشہور رسالہ "نورِ ایمان" کے جواب میں لکھی گئی ہے شیعوں کا یہ رسالہ لاکھوں کی تعداد میں طبع ہو کر ہزاروں سنی نوجوانوں کی گمراہی کا باعث بن چکا ہے شیعہ رؤسا کی طرف سے سنیوں میں مفت تقسیم ہوتا رہتا ہے شیعوں کی اس ظلمت کفر کا عقلی و نقلی دلائل سے مہذب پیرایہ میں بلیغ رد اس کتاب میں موجود ہے شیعوں کے تمام مطاعن اور اعتراضات کے جوابات دیئے گئے ہیں حصہ دوم ۸ر حصہ سوم ۶ر (پہلا حصہ ختم ہو چکا ہے) ہر دو حصہ طلب کرنے پر ۱۲ر علاوہ محصولڈاک

برقِ آسمانی جس میں مرزائے قادیانی کے اپنے قلم سے اسکے سوانح و عقائد و عبادات و معاملات و کارنامے تفصیل کے ساتھ درج کئے گئے ہیں. علاوہ ازیں خلیفہ نور الدین اور مرزا محمود کے سوانح حیات اور ان کے عقائد وغیرہ بیان کرنے کے بعد حیاتِ مسیح کے مسئلہ پر عقلی و نقلی دلائل جمع کئے گئے ہیں۔ اس کتاب نے مرزائیوں کا ناطقہ بند کر دیا ہے قیمت ۸ر محصولڈاک ۲ر

فیصلہ شرعیہ بر حرمتِ تعزیہ یہ کتاب حضرت مولانا مولوی محمد ظہیر الدین صاحب دام برکاتہم سابق خطیب جامع قادیانیہ شیخوپورہ کی تصنیف ہے جس میں آپ نے تعزیہ مروجہ پر سیر کن بحث کی ہے کتاب کا ماخذ اسی سے زیادہ معتبر کتابیں ہیں۔ اور تقریباً ۴۰ مختلف بحثیں درج ہیں جنہیں ضمنی طور پر کثیر التعداد ضروری مسائل بھی آ گئے ہیں حضرت موصوف نے قرآن مجید اور احادیث صحیحہ معتبرہ تفاسیر متداولہ تصریحات ائمہ کرام فتاویٰ جات علماء اعلام و مجتہدین عظام سے تعزیہ کی حرمت بیان کرنے کے علاوہ دس عقلی دلیلیں بھی تعزیہ مروجہ کے حرام ہونے پر قائم کی ہیں۔ اور ماتمی حضرات کے جواز تعزیہ کی ۲۲ دلیلوں کے اتنی سے زیادہ جواب دیئے ہیں۔ اور یہ بھی بیان کیا ہے کہ ائمہ کرام سب اہلسنت والجماعت تھے نہ کہ شیعہ بلکہ وہ شیعہ ہونے سے

بیزار تھے اور یہ کہ کون سے سادات مستحق اعزاز و... ہیں در ماہ محرم میں کیا کرنا چاہیئے۔ یہ پہلی مستقل ... جس کے پڑھنے سے ایک معمولی استعداد و ... پر مکمل طور پر گفتگو کر سکتا ہے۔ کاغذ عمدہ طباعت ... ضخامت قریبا دو سو صفحات۔ قیمت صرف ۸ محصولڈاک علاوہ۔

تازیانہ نقشبندیہ مؤلفہ مولانا حکیم حافظ عبدالرسول صاحب بھروی۔ اس کتاب میں مرزا قادیانی کے ان اعتراضات کا مدلل جواب دیا گیا ہے۔ جو اس نے صوفیائے کرام پر کئے تھے۔ قیمت صرف ۴ر محصولڈاک ۱ر

اجتناب الحنفیہ اس رسالہ میں صدہا علمائے اسلام کے فتاوی جمع کئے گئے ہیں جن میں دلائل واضحہ اور براہین قاطعہ سے فرقہ روافض و مرزائیہ کا ارتداد اور رافضی و مرزائی سے سنی عورت کا نکاح ناجائز ثابت کیا گیا ہے۔ حجم ۱۰۰ صفحہ قیمت ۴ر محصولڈاک ۱ر

تحفہ مرزائیہ یعنی جریدہ شمس الاسلام کے دسمبر ۳۴ء کا ایڈیشن جو قادیان نمبر کے نام سے موسوم ہوا تھا۔ اس میں نہایت عمدہ مضامین قادیانیوں کے رد میں درج ہوئے ہیں۔ قیمت ۴ر محصولڈاک ۱ر

حقیقت تشیع مولانا پیر قطبی شاہ صاحب مذہب شیعہ کے سربستہ رازوں کا انکشاف۔ قیمت ۱ر

ہدایات القرآن عیسائیوں کے مشہور رسالہ حقائق قرآن کا بلیغ رد نیز اس رسالہ کے ذریعہ مرزائیوں کے مغالطات بھی دور ہو سکتے ہیں۔ عیسائی لاکھوں کی تعداد میں حقائق قرآن کو ہر سال مفت تقسیم کرتے ہیں۔ لہٰذا ہدایات القرآن کی وسیع اشاعت نہایت ضروری ہے۔ فی نسخہ ۲ر

تازیانہ حیدری بر مذہب خاکساری از تصنیف پیرزادہ مولانا محمد بہاء الحق صاحب قاسمی

امرتسری۔ قیمت ایک آنہ (۱ر)

مظلوم قوم تصنیف مولوی محمد بخش صاحب مسلم بی اے۔ اس کتاب میں مصنف نے اچھوتوں پر ہندوؤں کے مظالم اور اسلامی مساوات و اسلامی تعلیمات کو مؤثر پیرایہ میں بیان کر کے اچھوتوں کو اسلام کی دعوت دی ہے۔ قیمت ۵ر

اسلامی جہاد راولپنڈی میں فوج محمدی کے عظیم الشان کیمپ منعقدہ ۹۔۱۰ دسمبر ۳۹ء میں انصار سپاہیوں سے آلہ مکبر الصوت پر خطاب جسمیں اسلامی جہاد کی حقیقت اور فوج محمدی کے نصب العین کو واضح کیا گیا ہے۔ اور عہد حاضر کی بعض ملحدانہ عسکری تنظیموں پر بھی ناقدانہ تبصرہ کیا گیا ہے۔ از مولانا ظہور احمد صاحب بگوی امیر مجلس مرکزیہ حزب الانصار بھیرہ قیمت ...

خاکساری مذہب ضلع میانوالی کی اسلامی جماعتوں کے نمایندہ اجتماع کے موقع پر بمقام میانوالی علماء کرام کی طرف سے خاکساری مذہب پر حقیقت افروز تبصرہ خوبصورت ٹریکٹ شائع کر کے مسلمانوں میں تقسیم کیا گیا۔ از مولانا ظہور احمد صاحب بگوی امیر مجلس حزب الانصار بھیرہ قیمت ...

خاکساری فتنہ خاکساری فتنہ کے خلاف یہ پہلی کتاب ہے جس نے ہندوستان کے علماء کرام کو بیدار کیا۔ جسکو پڑھ کر ہزاروں مسلمانوں کا ایمان مشرقی ملحد کی دستبرد سے محفوظ ہوا۔ اور جسکو دیکھ کر خاکساروں کی کثیر تعداد نے توبہ کی۔ پانچ دفعہ ہزاروں کی تعداد میں چھپ چکی ہے۔ یہ پانچواں ایڈیشن ہے ۔۔ صفحات از مولانا پیرزادہ محمد بہاء الحق قاسمی۔ قیمت فی نسخہ ۲ر محصولڈاک ۱ر

مشرقی فتنہ ملحد پنجاب عنایت اللہ مشرقی کے کفر پرور رجحانات پر لاجواب تنقید از قلم جناب سید ابو الاعلیٰ صاحب مودودی مدیر ترجمان القرآن قیمت فی نسخہ ر علاوہ محصولڈاک

ملنے کا پتہ:- منیجر جریدہ "شمس الاسلام" بھیرہ (پنجاب)